ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ

(یہ) وہ کتاب حق ہے جس میں کسی بھی شک کی گنجائش نہیں۔ (سورہ البقرہ ۲)

اَلوَقتُ سَیفٌ قَاطِعٌ

المعروف به

ندائے وقت

﴿ تصنیفِ لطیف ﴾

غواص علومِ معرفت واقف اسرارِ احدیت وصمدیت

پیرِ طریقت عالی مرتبت الشاہ عارف القادری سلیمانی صاحب قبلہ

پیشکش

پیر طریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری

موبائل: 09448467215
website: www.noor-e-sufiislam.com

Published By

ALHUDA PUBLICATIONS

2982, Kucha Neelkanth, Qaziwara, Daryaganj, New Delhi-2

Tel: 011-43259013, Cell: 08459026205

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب : ندائے وقت
تصنیف لطیف : غواصِ علومِ معرفت پیرطریقت حضرت سید شاہ عارف القادری حفظہ اللہ سلیمانی صاحب قبلہ دھارواڑ، کرناٹک
پروف ریڈنگ : عبیدالرحمٰن صدیقی
اشاعت : 2016
تعداد : 1100
صفحات : 336 (21 فارم)
قیمت :

پیشکش
پیرطریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری
سجادۂ نشیں آستانۂ قادریہ نوریہ، خانقاۂ قادریہ نوریہ سقافیہ، جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک
موبائل:09448467215
website: www.noor-e-sufiislam.com

Published By
ALHUDA PUBLICATIONS
2982, Kucha Neelkanth, Qaziwara, Daryaganj, New Delhi-2
Phone - 011 43259013, Mobile: 08459026205

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحات	عنوانات	صفحات
انتساب	5	وحی اخص الخاص	56
نذرانۂ عقیدت	6	وحی اخص الاخص	57
حرف آغاز	8	**باب سوم**	60
بابِ اول	16	اسلام کا معنی کیا ہے؟	60
قضاءِ الٰہی	16	مسلم کا معنی کیا ہے؟	61
خدا اور خدائی	17	ایمان کسے کہتے ہیں؟	63
ناحق قتل اور غارت گری	19	کفر کا معنی کیا ہے؟	66
جنگ کے اقسام	21	شرک کا معنی کیا ہے؟	68
اللہ کے نزدیک جہاد کیا ہے؟	23	مشرک کسے کہتے ہیں؟	75
اے اللہ کے بندے!	24	منافقت کسے کہتے ہیں؟	78
سفر اور منزل	25	الحاد کا معنی کیا ہے؟	79
جنگ اور صلح	27	جہاد کا معنی کیا ہے؟	84
باب دوم	28	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان	93
چند غلط فہمیوں کا اِزالہ	28	**باب چھارم**	95
حقائق و معارف قرآن	29	عربوں کی تاریخ	96
قرآن کے متعلق ضروری معلومات	38	عربوں کی پس منظر کو بھی سمجھتے چلیں	99
وحی عام	40	آیت نمبر ۱ تا ۲۴	114
وحی خاص	54	**بابِ پنجم**	222
وحی خاص الخاص	55	انسان اور انسانیت	222

عنوانات	صفحات	عنوانات	صفحات
خشکی اورتری کے راستے	223	حکومت ہند سے ایک مؤدبانہ التماس	290
حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا مذہب	227	اے دنیا کے مسلمانوں !	292
انگریزوں کی گھناؤنی۔ پالیسی	231	اے دنیا کے رہنماؤ!	293
آتنک وادخود ایک شیطانی دھرم ہے	239	حق بات کہو!	296
ایک اسلام اور بہتر فرقے	242	آج کی دنیا اور دین دھرم کی حیثیت	297
فرقوں کا بیان	245	اللہ کے صفاتی نام	300
شیعہ فرقہ	254	تیل کا کھیل	302
رافضیوں کے ۱۴ فرقے ہیں	258	اے صوفی سنّیو جاگو!	304
مرجیہ فرقے	261	خانقاہی فروغ	307
مرجیہ کے ۱۲ / بارہ فرقے ہیں	261	حسب ونسب کا غرور	307
معتزلہ یا قدریہ	263	مسئلہ سیادت	308
فرقۂ مشبہ	265	سید کے معنی کیا ہے؟	310
دعوتِ فکرواصلاح	271	مسئلہ مساجد اور ائمہ مساجد	310
صوفیوں سے التماس	273	مسئلہ امامت اور اوصاف امام	311
ماضی کا اسلام اور آج کا اسلام	273	امام کے لئے مزید شرطیں	315
معاہدۂ امن	276	امام کا تقرر	316
اے ہندوستان کے غیور فرزندو!	277	حاصل بحث	322
انٹرنیٹ کا جال	282	لمحۂ فکر	232
ایک عاجزانہ گزارش	284	اے کسی بھی سلسلے کے پیرواور مریدو!	326
کونوا مع الصادقین	286	غیر متشرع پیری مریدی	330
مذہب صوفیان کرام	286	تصنیفات	336

اِنتساب

وشوگُرو ہندوستان جنت نشان ،عالمِ انسانیت کے تمام امن اورشانتی پسند صوفیوں سنتوں ،علماء کرام اورمعزز پنڈتوں ،تمام مذاہب کے امن پرست رہنماؤں دانشورں مفکروں شاعروں ادیبوں ،انسانیت کے خدمت گذارتنظیموں کے خدام اوروطن پرست عوام کے نام!

’’گرقبول افتدزہےعزوشرف‘‘

سگِ بارگاہِ غوثیت مآب

الفقیر الشاہ عارف القادری سلیمانی عفی عنہ

دھارواڑ کرناٹک

﴿ نذرانۂ عقیدت ﴾

دل کا قرار روح کی راحت ہمارا بھارت
جانِ امن ہے پیار کی جنت ہمارا بھارت

صدیوں نے سنا ہوگا ہمالہ کی گواہی
دیتا ہے ہر اک دھرم کو عزت ہمارا بھارت

گوتم سے یا چشتی سے یا نانک سے پوچھئے
کرتا ہے تصوف کی امامت ہمارا بھارت

دنیا کے تمدن سے ہے تہذیب ہند اور
انسانیت کے حق میں ہے رحمت ہمارا بھارت

دنیا کو دیا امن کا پیغام ہند نے
آدم کی پناہ گاہِ محبت ہمارا بھارت

گنگ وجمن کی وادیاں کہتی ہیں رام رام
جگ میں ہے کنہیّا کی شجاعت ہمارا بھارت

سعدی سے یا رومی کی نگاہوں سے ذرا دیکھ
عارفؔ کا گیان رمز محبت ہمارا بھارت

الفقیر الشاہ عارفؔ القادری سلیمانی عفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

الحمدللّٰہ الذی فتح لاولیآئہٖ طُرُق الھُدٰی واجرٰی علیٰ ایدیھِم انواع الخیراتِ ونجاھم من الردٰی فمن اقتدٰی بھم انتصر واھتدٰی ومن عَرَجَ عَنۡ طَرِیقِھم انتلس وتردّٰی ومن اَمَّ حما ھم اَفلح وسلکَ ومَن اعرضَ عنھُم بالانکارِ انقطعَ وھلکَ احمدُہٗ حَمدمَن علِم اَنۡ لاملجاءَ مِنہُ الا الیہ واشکرُہٗ شکر من اعتقدان النّعم والنقم بیدیہٖ واُصلِّی واُسَلِّمُ علیٰ سیّدنا محمدٍ وعلیٰ اٰلِہٖ عددانعامِ اللہِ وافضَالِہٖ.

ترجمہ: تمام تعریفیں اس ذات پاک کے لئے ہیں جس نے ہدایت کے طریقے اپنے اولیاء پر واضح ومنکشف کر کے ہر ایک قسم کی خیر وبرکت ان کے ہاتھ پر رکھدی اور ضلالت وگمراہی کی ہلاکت سے انہیں مامون ومحفوظ رکھا جو کوئی کہ ان کی پیروی کرتا ہے نفس وشیطان پر غالب ہو کر نیک راہ کی ہدایت پاتا ہے اور جو ان کی پیروی سے گریز کرتا ہے وہ ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گر جاتا ہے اور گمراہ ہو کر اپنی جان کھوتا ہے، ان کے زُمرے میں داخل ہونے والا منزلِ مقصود کو پہنچ کر فائز المرام ہوتا ہے اور انہیں بُرا جان کر اُن سے بھاگنے والا راہِ راست سے دور ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ میں اس بات کا یقین کر کے اس کی حمد وثناء کرتا ہوں کہ اس کے سوا اور کہیں میرا ٹھکانہ نہیں اور یہ اعتقاد کر کے میں اس کی شکر گذاری کرتا ہوں کہ نعمتیں دینا اور ان کا چھین لینا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی آل واصحاب پر اللہ تعالیٰ کے کل انعام واحسانات کے برابر درود وسلام بھیجتا ہوں۔

حرفِ آغاز

امابعد قولہٗ تعالیٰ!

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ (النحل ۱۶:۱۲۵)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ لوگوں کو) آپ اپنے رب کے راستے کی پیروی کرنے کے لئے حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور ان سے مذاکرات (ان کی عقلوں کے مطابق) نہایت اثر انداز طریقے سے کیجئے، بیشک آپ کا رب (ہر) گمراہ کو بھی جانتا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہےo۔

اے طالب اللہ! یہ دعوت کا حکم اللہ عزوجل اپنے محبوب ﷺ کو دے رہا ہے اور آپ ﷺ نے اپنے وفادار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیا اور آپ کے صحابہ کرام سے تابعین، تبع تابعین، صالحین، کاملین عظام اور اولیاء اللہ تک پہنچا تاکہ وہ دعوتِ حق کا فریضہ ادا کریں، تو نبی کریم ﷺ کی اس جماعت نے اپنے فریضۂ حق کو احسن طریقے سے انجام دیا۔ لہٰذا اس جماعت کو سوادِ اعظم کہا گیا اور اس سوادِ اعظم میں شامل تمام کے تمام حضرات قدسیہ آقا علیہ السلام کے وفادار اور جانثار غلام ہونے کے ساتھ اللہ کے مقرب اور محبوب ترین بندے

رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ دعوت حق کا کام اللہ کے دوستوں پر فرض ہے نہ کہ دنیا کے دوستوں پر، داعیٔ حق کو اللہ کا دوست ہونا چاہئے نہ کہ دنیا کا دوست۔ اے اللہ کے بندو! آج اگر ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں دو طرح کے لوگ ملیں گے، اگر تحقیق کرتے ہیں تو دو طرح کی جماعتیں ملیں گی، ایک اللہ کے دوستوں کی جماعت دوسری دنیا کے دوستوں کی جماعت، اللہ کے دوستوں کی جماعت اللہ عزوجل اور اس کے رسول پاک ﷺ کے احکام کے مطابق ہی دعوتِ حق، انسانیت اور خدمتِ خلق، نیکی و بھلائی کا حکم دینے اور نیکیوں کی اہمیت بتانے کے ساتھ بدکاری اور گناہوں سے روکنے اور ان کے انجام سے آگاہ کرنے میں مصروف ملے گی یعنی ''اَمَرْبِالْمَعْرُوف نَہِی عَنِ الْمُنْكَرِo'' کے کام میں مصروف ملے گی۔

دوسری جماعت دنیا کے دوستوں کی ہے جو مفاد پرستی سے دنیا داروں کا استعمال کر کے اپنی دنیا کو آباد کرنے اور دنیا میں نام، دولت وشہرت کے لئے دین کو استعمال کرنے میں مصروف نظر آئے گی اور فرقہ بندی، گروہ بندی میں بٹ کر ''لَآاِلٰـهَ اِلَّااللّٰـهُ مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کہنے والے، (یعنی کلمہ طیب کی آڑ میں اپنے خواہشات کی دعوت دینے والے)، صرف اللہ کی اطاعت کرو یا صرف اللہ سے مانگو، (بیوی بچوں سے دوستوں سے نہ مانگو) مگر دین کے نام پر دنیا والوں سے خوب چندہ اور مدد مانگو، پالنے والے دینے والے اللہ کے نام پر ہی خوب پیسہ مانگو والی دعوت دینے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اللہ سے مدد مانگنے کی دعوت دینے والے اللہ کے نام پر دین کے نام پر دنیا والوں سے خوب مانگتے ہیں اگر کوئی دوسرا غیر اللہ سے مانگے تو ان کی نظر میں شرک ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں

کے کردار کے متعلق اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو آگاہ کیا ہے:

اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَهُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ﴿۱۰۴﴾ (الکہف ۱۸: ۱۰۴، پارہ ۱۶)

''یہی وہ (مفاد پرست دنیادار) لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیا کی زندگی (یعنی دنیوی حصول) میں ہی برباد ہوگئی اور (پھر بھی وہ) اس (جھوٹے) زعم میں رہتے ہیں کہ ہم (لوگ) بڑے اچھے کام کر رہے ہیں o''

اے میرے محترم دوستو! اب خود فیصلہ کرکے بتاؤ کے دعوتِ حق دینا یا دعوتِ حق میں مصروف رہنا اور دعوت کا کام کرنا اللہ کے دوستوں کا کام ہے یا دنیا کے دوستوں کا؟ اگر یہ کام صرف اور صرف اللہ کے دوستوں کا ہے تو یہ دنیادار، یہ دنیا کے ریٹائرڈ تعلیم یافتہ لوگ، یہ اَن پڑھ، گنوار لوگ گروہ در گروہ، دربدر اجتماعات کرنے کے نام پر بھولے بھالے مسلمان کے پیسے کے ساتھ آخر کیا کاروبار کر رہے ہیں؟ یہ کام تو صرف اور صرف اللہ کے دوستوں کا تھا نہ کہ دنیا کے دوستوں کا؟ یہ وہابی ازم کے نظریات کی تبلیغ، یہ وہابی ازم کے خیالات کی تشہیر آخر اس امت کو کہاں لے جائے گی؟ یہ جنت کے سہانے سپنے دکھانے والے اور جہنم سے ڈرانے والے لوگ، آخر خود اپنے حصے کی جنت تعمیر کیوں نہیں کر لیتے؟ اور یہ لوگ جہنم کے انجام سے ڈر کر خود اپنی عاقبت کی فکر کیوں نہیں کرتے؟ اگر دعوتِ حق کا کام یہ لوگ نہ کریں تو کیا اللہ اپنے کام کے لئے اپنے دوستوں کو پیدا کرنا بند کر دے گا؟ کیا اللہ کے دین اور دعوتِ حق کا کام کرنے والے اللہ کے وہ دوست پیدا نہیں ہوں گے؟ جو صرف اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والے

ہوں گے۔

کیا حضرتِ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا لباس پہن لینے سے یہ لوگ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بن جائیں گے؟ کیا ان کے یزیدی دل بدل جائیں گے؟ نبیوں اور صحابہ اکرام کے جیسے حلیئے بنا لینے اور وضع قطع اپنا لینے سے کیا ہم بھی ان کے جیسے بن جائیں گے؟ ''حلیہ دین کا''، ''دل دنیا کا''، ''حلیہ دین شناس'' ''دل دنیا شناس'' کیا یہ نفاق نہیں ہے؟ لہٰذا اے اللہ کے بندو! دین اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلاموں کا ہے تو دین اور دعوتِ حق کا کام اللہ کے دوستوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں پر چھوڑ دو وہ خود یہ کام کر لیں گے۔ کیا خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کارنامہ انجام دیکر ثابت نہیں کر دیا کہ دین یا دعوتِ حق کا کام صرف اللہ کے دوستوں کا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلاموں کا ہے۔ آخر تم لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلاموں کے خون سے سینچے ہوئے دین کو فروغ دینے کے نام پر بھولے بھالے انسانوں کو فرقوں میں کیوں بانٹ رہے ہو؟ شرک، بدعت، ضلالت اور گمراہی کے نام پر نفرتیں پھیلاتے کیوں پھر رہے ہو؟ اس سے تمہیں کیا ملے گا؟ زرا سوچو اگر تم حقیقت میں دنیا اور اللہ کے بندوں کے دوست ہو، اور تم ان کی بھلائی چاہتے ہو تو پہلے اُنھیں انسانیت شرم و حیا، وفا اخلاص، باہمی محبت، مروت و ہمدردی کے درس کے ساتھ تعلیم و تعلّم کو فروغ دو غربت و افلاس سے بچنے اور انسانی رواداری، عالمی بھائی چارے کا پیغام دیکر مسلمانوں اور انسانوں کی دنیا کو پہلے سنوارو کیونکہ اللہ نے خود اپنے بندوں کو قرآن میں یہ طریقہ سکھایا ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾ (البقرہ۲:۲۰۱، پارہ۲)

’’اے ہمارے رب ہمیں دنیا (میں بھلائی وکامرانی کی توفیق) و آخرت میں (نجات کی) سعادت عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ‘‘

یعنی اللہ سے پہلے دنیا کی بھلائی طلب کرو پھر آخرت کی، خود اللہ کے رسول ﷺ نے بھی دنیا کو آخرت کی کھیتی کہا ہے۔ جاگو! پہلے انسان بنو اور انسانیت کی بقا کی اور بھلائی کی تعلیم سیکھو اور سکھاؤ، خدمتِ خلق کرو، پہلے انسانیت کے تحفظ کے لئے اٹھو (کیونکہ یہ زمین اللہ کی ہے۔ لہٰذا اس زمین پر سب کو اپنی مرضی سے جینے کا حق حاصل ہے) اس زمین پر انسان بن کر جینے کا پیغام دو، انسانیت، اُخوت و بھائی چارگی، محبت و پریم، امن اور شانتی کی دعوت دو۔ نفرت کو مٹا کر نفرتوں کے کاروبار بند کراؤ، جنت اور جہنم کی رشوت دینا بند کرو، بس تم اس زمین پر بسنے والوں کو انسانیت کے ساتھ، بہترین انسان بننے کی دعوت دو، اور جب بہترین انسانوں کی جماعت تیار ہو جائے گی تب اللہ اپنے دوستوں کو ان پر متعین کر کے ان کی روحوں کو سنوارنے کے ساتھ دعوتِ حق کا فریضہ انجام دینے کے لئے بھیج دے گا۔ تم دنیا کے دوست، جسموں اور جسموں کی عقلوں کو انسانیت کا درس دو، انسانیت کا پیغام دو۔ روحوں کی تبلیغ، روحوں کی ارتقاء اور روحوں کی ترقی کے لئے اللہ اپنے دوستوں کو بھیج دے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ تم اللہ کے دوستوں پر سبقت لیجاؤ؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ تم اللہ کے دوستوں سے دشمنی بھی کرو اور خود کو اللہ کا دوست بھی سمجھو، غور کرو! کیا اللہ عزوجل تمہیں اپنا دوست رکھے گا؟

ارشادِ ربانی ہے: ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِي السَّمَآءِ (الملک ۶۷:۱۶، پارہ ۲۹) ’’کیا تم اس (اللہ) سے نڈر ہو گئے جو آسمان میں ہے؟‘‘ اے اللہ سے نڈر ہونے والو، اے اللہ کے دین کو فرقوں میں بانٹنے والو! کیا تمہیں اس زمین پر رہکر آسمان والے اللہ کے عتاب سے ڈر نہیں لگتا؟ یاد رکھو اللہ کے دوست اس زمین پر ہر دور میں آئے ہیں اور قیامت تک آتے رہیں گے، اور دین حقہ کی تبلیغ کرتے ہوئے دعوتِ حق دیتے رہیں گے۔ تم خوشی سے دین کے نام پر بہتر ٹکڑوں کی تبلیغ کرتے رہو دنیا کو جہنم بنا کر اپنی دنیا سجاتے رہو، آخر ایک دن اللہ فیصلہ فرما کر رہے گا۔ گمراہ لوگ چاہے جس جماعت میں بھی جائیں مگر اللہ خالص اہلِ ایمان کی مدد اپنے دوستوں کے ذریعہ ضرور کرے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿٤٧﴾ (الروم ۳۰:۴۷، پارہ ۲۱)

’’اور ایمان والوں کی (بے ایمانوں کے برخلاف) مدد کرنا ہم پر ان کا حق ہے‘‘

بیشک اللہ نے مومنوں کی مدد فرمانا اپنے ذمہ لیا ہے بلکہ ان کے حق کو قبول فرمایا ہے۔ ہندوستان میں جب خواجۂ خواجگان ہندالولی عطائے رسول حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ آئے تو یہاں آپ سے پہلے کتنے مسلمان تھے؟ آپ نے ہندوستان آکر حکمت و نصیحت کے ساتھ جب دعوتِ حق پیش کیا تو لاکھوں لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ خواجۂ ہند اللہ کے دوست تھے یا دنیا کے دوست تھے؟ پھر ان کے بعد انہیں کے غلام حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوتِ حق کا فریضہ انجام دیا تو لاکھوں لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ پھر ان کے بعد آپ کے وفادار غلام حضرت فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ پھر ان کے بعد حضرت نظام الدین

محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ فریضہ انجام دیا تو لاکھوں لوگوں نے اسلام قبول کیا، یہ سلسلہ متواتر چلا اور پھر اللہ کے دوست قادری اولیاء کرام، نقشبندی اور سہروردی فقراء یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان آئے لاکھوں کروڑوں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے۔ تمام سلاسل کے کاملین، صالحین اور اولیاء اللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلام تھے، یہ حضراتِ قدسیہ دنیا کے دوست یا دنیا پرست نہیں تھے! یہ خالص اللہ کے دوست تھے جنہوں نے دعوتِ حق پہنچانے کا فریضہ انجام دیا مذکورہ تمام سلاسل کے حضرات نے ایک ہی دینِ پاک کی تبلیغ فرمائی، حدیث پاک میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ دین اسلام ہمیشہ قائم رہے گا اس کی حفاظت کے لئے (کامل) مسلمانوں (یعنی اولیاء اللہ) کی ایک جماعت جدو جہد کرتی رہے گی یہاں تک کے قیامت قائم ہوجائے (صحیح مسلم)۔'' اور آج فسادی ودہشت پسند وہابی ازم اور فرقہ پرست مولوی ازم نے اس دین کے نام پر کئی ٹکڑے بنادیئے۔ دین کو بنایا تھا کس نے؟ توڑا کس نے؟ ہم دین بنانے والوں کے وفادار رہیں یا دین کو توڑنے والوں کے وفادار رہیں؟ یہ فیصلہ ہم عوام پر چھوڑ دیتے ہیں۔ دنیا کے دوست کی تعلیم دنیا کے مدرسوں میں ہوتی ہے، اسکولوں، کالجوں میں ہوتی ہے، دنیا کے دوستوں کے استاد بھی دنیا کے دوست ہوتے ہیں۔ اللہ کے دوستوں کی تعلیم خانقاہوں میں ہوتی ہے اوران کے استاد اللہ کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ کے دوستوں کا استاد ابتداًء بندہ ہوتا ہے پھر اس کا استاد خود اللہ ہوتا ہے۔

ارشاد گرامی ہے: وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ (الکہف ۱۸: ۶۵، پارہ ۱۵) ''ہم نے

ان کو اپنا علمِ لدنی سکھایا''، معلوم ہوا کہ اللہ کے دوست اللہ کے علمِ خاص علمِ لدنی کے عالم ہوتے ہیں۔ دعوت حق اور علم وحکمت کا کام، کیا علمِ لدنی کے بغیر ممکن ہے؟ اگر ممکن نہیں تو یہ ایسی کیسی دعوتِ حق ہے جس کے خلاف دنیا کی ہر قوم صف آراء ہو رہی ہے؟ آخر وہ بھی انسان ہیں تمہاری دعوتِ حق کو پسند کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ کیوں ایسے فرقوں کو انتشار پسندی کا تمغہ مل رہا ہے؟ کیوں دہشت گردی کا لیبل لگ رہا ہے؟ وجہ ظاہر ہے دنیا کے دوستوں کی تعلیم علمِ حکمت سے اور علمِ لدنی سے خالی ہے، صرف کتابی باتیں ہیں، جنت اور جہنم کے تذکرے ہیں۔

میرے محترم دوستو! حضرت نوح علیہ السلام نے ۹۰۰ سال کی عمر پائی اور ساری عمر تبلیغ کرتے رہے، پھر عیسیٰ علیہ السلام سے لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعوت حق کی تبلیغ میں ہی مصروف رہے اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلام بھی آئے ساری عمر دعوت حق کی تبلیغ کرتے رہے، دعوتِ دین حق دیتے رہے، ردو قبول کے پیمانے بھی بنے مگر کسی نے بھی تھک کر اپنا کام نہیں چھوڑا آخری سانس تک کام کرتے رہے، حضرتِ نوح علیہ السلام ہر لمحہ دعوتِ حق دیتے رہے مگر انکی قوم مسلسل انکار کرتی رہی، تو کیا انہوں نے دعوتِ حق کا پیغام پہنچانا ترک کر دیا؟ ہرگز نہیں! ہر دور میں اچھے اور برے لوگ ہوتے ہیں، اچھے لوگوں اور اللہ کے دوستوں پر کچھ شر پسند لوگ کتوں کی طرح بھونکتے ہیں تو کیا یہ لوگ دعوتِ حق کا فریضہ ترک کر دیتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

الفقیر

پیر طریقت حضرت الشاہ عارف القادری سلیمانی عفی عنہ

باب اول

قضاءِ الٰھی:

اعلان خداوندی ہے کہ: ہر چیز ایک کام کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ قضاء الٰہی کے مطابق ہر چیز اپنے کام میں مصروف ہے، ہر کام ایک آزمائش کا سبب ہے، ہر چیز کی اپنی ایک فطرت ہوتی ہے۔ کامل انسان اللہ کی پسندیدہ فطرت پر پیدا کئے جاتے ہیں، ناقص انسان شیطان کی پسندیدہ فطرت اور دنیوی فطرت پر پیدا ہوتے ہیں، کامل اللہ والے انسان اللہ ہی کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں، ناقص انسان دنیا ہی کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے جب نوح علیہ السلام کی دعوت حق کا انکار کیا اور آپ کی توہین کی تو زمین ان گمراہوں کے لئے جہنم بن گئی اور نوح علیہ السلام کے لئے دریا ہی جنت اور رحمت بن گئی۔ زمین کے دریا کو سخاوت کے سمندر سے مدد پہنچی اس سخاوت کے سمندر کے غوطہ خوروں کو کامل ترین انسان کہا جاتا ہے اور ان عظیم ہستیوں کے تعلق سے اللہ رب العزت نے یوں خلاصہ کیا ہے:

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط (البقرہ ۲:۱۰۵، پارہ ۱)

''اللہ عزّوجلّ جنہیں محبوب رکھتا ہے انہیں اپنی رحمت سے قرب خاص عطا کرتا ہےo''

اے اللہ کے بندے! اگر تو اللہ والوں کی جماعت کا فرد بننا چاہتا ہے تو اللہ والے کی غلامی کر، اس کے ہاتھ پر مضبوط توبہ کر پھر تجھ پر سخاوت کا سمندر ظاہر

ہو جائے گا۔ اے عقل کے اندھے انسان! وہ سخاوت کا سمندر تیرے ہی اندر پوشیدہ ہے، آئینہ دیکھ، اندھیرے سے گذر اُجالوں کی طرف جا، تجھ پر ایک نور روشن ہوگا، وہ آفتاب کی مانند تابندہ ہوگا، اس کی تہہ میں وہ سخاوت کا سمندر پوشیدہ ہے جہاں سے اللہ اپنے دوستوں کو مدد پہنچاتا ہے۔ اِس دینا سے نکل اُس دنیا میں جا جو ابدی اور لافانی نور ہے ممکن ہے تو بھی لافانی ہو جائے۔

خدااور خدائی

ارشاد خداوندی ہے:

وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾ ''اللہ جو ارادہ فرماتا ہے وہ کرتا ہےo'' (ابراہیم ۱۴:۲۷)

خدائی کے اس بازار میں اے انسان تو انسان کے ہاتھ بک رہا ہے، تجھے انسان خرید رہا ہے خود کو مت بیچ تو وہ انسان بن کہ خدا تیرا خریدار بنے۔ مردار جانور کو کھانا کوئی پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ کتوں، چیل کوؤں کا لقمہ ہوتا ہے، تو انسان بن حلال غذا کھا، حلال کام کر، حلال کی کمائی کما ممکن ہے اللہ تجھے توفیق عطا کرے۔ قانونِ الٰہی یہی ہے کہ اللہ کے باغی یعنی دنیا کے دوست جب اللہ والوں کے دشمن ہوتے ہیں تو تو سمجھ لے کہ براوقت آچکا ہے، قہر خداوندی حرکت میں آچکا۔

''**حدیث قدسی** ہے کہ: جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے وہ میرے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہے اور میں اپنے دوستوں کی محبت میں (اُن دشمنوں کے خلاف) ایسا قہار بن جاتا ہوں جیسے شیر اپنے بچوں کے لئے۔'' کیا تو نہیں جانتا کہ جب جنگل سوکھ کر خاردار ہو جاتا ہے تو ایک ماچس کی تیلی اس جنگل

کو خاکستر کر کے صاف کر دیتی ہے یہی فطرت کا تقاضہ ہے۔ اللہ کے غلاموں کو اس دنیا کے غلام تنگ کرتے، ستاتے اور تکلیف پہنچاتے ہیں، دشنام طرازی کرتے اور ان پر جھوٹے بہتان باندھتے ہیں یہ لوگ آخر ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیونکہ ان کی فطرت سانپ کی مانند ہوتی ہے اس لئے یہ لوگ صرف زہر ہی اُگلیں گے تو ان کا خاتمہ انسان کی فطرت پر کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ سانپ ہیں تو یقیناً اُن کا خاتمہ سانپ ہی کی فطرت پر ہوگا۔ حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہر نفس کا خاتمہ اُس کی باطنی فطرت پر ہوگا اور جو اُس کی باطنی شکل ہوگی قیامت کے دن وہ اُسی شکل میں اُٹھے گا'' اور ایسے ہی لوگوں کے تعلق سے قرآن بھی گواہی دیتا ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (البقرۃ ۲:۷)

''(ان کی گمراہی کی وجہ سے) اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر کر دیا ہے اور ان کی آنکھوں پر (باطل پرستی کا) پردہ پڑا ہوا ہے اور (یقیناً) ان کے لئے یہی سخت سزا ہے٥''

ائے نادان انسان ذرا سوچ کہ اللہ کس قدر رحمٰن اور رحیم ہے کہ ان زہریلے سانپوں کی فطرت رکھنے والوں کے لئے اپنے دوستوں کو ان کی بیماری کا معالج بنا کر بھیجتا ہے، تو زہر کا علاج کر لینے کی بجائے معالج سے ہی دشمنی کرتا ہے؟ تُف ہے تیری عقل پر۔

ناحق قتل اور غارت گری

ناحق قتل و غارت گری کا نام جہاد نہیں ہے! آج دنیا میں اپنے ناپاک مقاصد کے حصول کیلئے کچھ تنگ نظر شیطان صفت لوگ اپنی شیطانی فوجوں کے ساتھ شہروں کو تباہ کر کے بے گناہ انسانوں اور بچوں کا ناحق خون بہار ہے ہیں اور اپنے آپ کو دینِ اسلام کے علمبردار بھی بتاتے ہیں جب کہ وہ اپنی فسادی دہشت پسندانہ کاروائیوں سے ساری انسانیت کو شرمسار اور امن وشانتی کو مجروح و برباد کر رہے ہیں جب کہ خود دین اسلام کے بانی حضور نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ نے تو کسی ایک بھی بے گناہ شخص کے ناحق قتل کو ساری دنیا مٹ جانے سے بڑا حادثہ قرار دیا ہے۔ عَنِ الْبَرَاءِ بنِ عَازِبٍ ص قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَزَوَالُ الدُّنيَا جَمِيعاً اَهوَنُ عِندَاللّٰهِ مِن سَفکِ دَمٍ بِغَيرِ حَقٍّ. ''حضرتِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری کائنات کا ختم ہوجانا بھی کسی شخص کے قتل ناحق سے ہلکا ہے۔'' ((۱) بیہقی)

مزید ایک اور روایت میں آیا ہے کہ: عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ عَمرٍو ص أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لَزَوَالُ الدُّنيَا أَهوَنُ عَلیٰ اللهِ مِن قَتلِ رَجُلٍ مُسلِمٍ .

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان (یا بے گناہ) شخص کے قتل سے پوری دنیا کا ناپید (اور تباہ) ہوجانا ہلکا (واقعہ) ہے۔'' ((۱)۔ترمذی (۲)۔نسائی (۳)۔ابن ماجہ)

اب آپ خود سرکار دوعالم ﷺ کے اس فرمان سے اندازہ لگائیں کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک ایک انسان کے جان کی کتنی اہمیت ہے، اس

سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام اور قانونِ محمدی ﷺ سراسر امن اور محافظِ انسانیت ہے، ہمارا اسلام (peace) امن وشانتی کا پیغام دیتا ہے اور یہی پیغام اسلام کی بنیاد ہے۔ یہ ناحق قتل وغارت گری نہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بالکل خلاف ہے بلکہ سراسر ظلم وستم ہے اور یہ کفرِ عظیم بھی ہے۔ اے انسان، اے مشتِ خاک! نہ تو دین کا مالک ہے نہ دنیا کا مالک! اگر تو نیک اور شریف ہوگا تو اللہ کا دوست ہوگا تب ہی دین کا وفادار غلام بھی ہوگا، اگر تو برا، بدکار و بدکردار ظالم جابر و گنہگار رہوگا تو یقیناً تو دنیا کا غلام ہوگا اور تو یہ ساری برائیاں اپنے نفس کی خواہشوں کو پورا کرنے اور دنیا کمانے کے لئے ہی استعمال کرے گا۔ ناحق قتل وغارت گری کا نام ہرگز جہاد (دھرم یدھ) نہیں ہوسکتا؟ تو نے جہاد کے مفہوم کو سمجھا ہی نہیں یا تجھے غلط سمجھایا گیا ہے یا تو ظالموں کے ہاتھوں بک چکا ہے۔ اگر تو حقیقت میں مسلمان ہے اور دین اسلام رکھتا ہے تو اللہ کے دین کے نام پر ناحق قتل وغارت گری (جس کا نام تو نے ''جہاد'' رکھ لیا ہے) ہرگز نہیں کرسکتا۔ حدیث پاک میں ہے: ''المجاھدمن جاھدنفسہ'' یعنی مجاہد حقیقت میں وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتا ہے''۔ اے نادان انسان دنیا میں عناصر میں مقید کونسی چیز جہاد میں مصروف نہیں ہے؟ اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک جدوجہد رکھا ہے اسی جدوجہد سے اسکا کارخانۂ قدرت چلتا ہے۔ اگر جدوجہد نہ ہوتی تو تو نطفہ سے مضغہ نہ بنتا، مضغہ سے بچہ نہ بنتا، بچے سے جوان نہ بنتا، جوان سے بوڑھا نہ بنتا اور نہ مرتا یہ دنیا، اس دنیا کی ہر چیز، ہر ذرہ جہاد میں مصروف ہے بالکل ایسے ہی جیسے ایک عادل منصف سلطان ظالم وسفاک سے لڑتا ہے۔ ذرہ ذرے پر قابو

پانا، اپنے اندر سمیٹنا چاہتا ہے قطرہ دریا بننا چاہتا ہے، دریا سمندر بننا چاہتا ہے، دایاں بائیں پر قابو پانا چاہتا ہے، بایاں دائیں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے یہ دنیا کیا ہے؟ یہ دنیا میدانِ کارزار ہے۔

جنگ کے اقسام

جنگ کے کئی اقسام ہیں مثلاً ''علمی جنگ'' جس سے عقلیں آراستہ ہونی چاہیے تھیں، آج عقلیں تباہ ہورہی ہیں جب کہ خالقِ کائنات نے تو انسان کو علم اس لئے دیا کہ وہ بااخلاق، محبت اور امن کا پیکر بنے جس پر قرآن شاہد ہے: الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ (العلق ۹۶:۴) ''جس نے قلم کے ذریعہ (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا'' کیوں سکھایا؟ عقلوں کو سجا کے مہذب بنانے اور امن و پریم کا پرچم لہرانے کے لئے! اللہ نے وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾ (العلق ۹۶:۵) ''جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (بہت کچھ) سکھا دیا جو وہ (انسان) نہیں جانتا تھا'' مگر نافرمان انسان نے وہ علم حاصل کرکے کیا کیا؟ جس پر قرآن گواہ ہے: كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓى ﴿۶﴾ (العلق ۹۶:۶) ''(مگر) حقیقت یہ ہے کہ (نافرمان) انسان سرکشی کرتا ہے'' افسوس صد افسوس نافرمان جاہل انسان نے اپنے مالک کے حکم اور مرضی کے خلاف ہی علمی اور قلمی جنگ چھیڑ دی۔ اپنے رب کے راستے کو چھوڑ کر نفس کے پسندیدہ شیطانی راستے پر چل کر سنگ دل ہوگیا، جس انسان کو اپنی عقل میں رحمانی علم کو بسانا تھا اس میں شیطانی علم بسا لیا دراصل اپنی عقل میں اس کو رحم دلی، محبت و نرمی کا علم بسانا تھا جس نرمی کے تعلق سے اللہ کے رسول ﷺ نے ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ وَّیُحِبُّ

الرِّفُقَ وَیُعطِیُ عَلٰی الرِّفُقَ مَالَایُعطِیُ عَلَی الْعُنفِ. ((ا)مسلم، الصحیح)
''اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر اتنا عطا فرماتا ہے جتنا کہ سختی پر عطا نہیں کرتا۔'' رفق (نرمی) میں تعمیری پہلو ہے اور عُنف (شدت) میں تخریبی۔ نرمی سے انسان محبت اور خیر خواہی کو پروان چڑھاتا ہے اور آج یہ نافرمان انسان محبت و پریم، نرمی کا علم چھوڑ کر اپنی عقل میں نفرت اور شدت کا علم سمو رہا ہے اور اسی شدت و نفرت سے انتہاء پسندی پیدا ہوتی ہے۔ شدت سے نہ دنیا کامیاب ہوتی ہے نہ آخرت۔ اسی لئے آپ ﷺ نے حکم دیا:
اِیَّاکُم وَالْغُلُوَّفِی الدِّینِ ،فَاِنَّہُ اَھلَکَ مَنْ کَانَ قَبلَکُم الغُلُوَّفِی الدِّینِ.
''دین میں انتہاء پسندی سے بچو کیونکہ پہلی قومیں اسی انتہاء پسندی کی بناء پر تباہ و برباد ہوگئیں۔'' اسی شدت اور انتہاء پسندی کی عقلوں سے نہ صرف یہ زمین تباہ ہو رہی ہے بلکہ ممالک تباہ ہو رہے ہیں اور قوموں کے ساتھ انسان اور انسانیت بھی تباہ ہو رہی ہے، دین، دھرم کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے، جس علم کو تریاق کی طرح استعمال کرنا چاہیئے تھا زہر کی طرح استعمال کیا جا رہا ہے۔ دنیوی علم کے میدان میں بھیانک جنگ چھڑی ہے جس سے بے گناہ انسان مر رہے ہیں، انسانیت سسک رہی ہے اور شیطانیت رقص کر رہی ہے پھر بھی ہم ناز کر رہے ہیں کہ ہم اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مہذب ہیں۔ ''علمی جنگ''، قلمی جنگ کو خوراک مہیا کر رہی ہے، قلم زہر اُگل رہے ہیں، کمزور، نہتّے، بے گناہ انسانوں کا خون بہایا جا رہا ہے، ہر طرف ایک آگ لگی ہے جس میں ہر چیز جل کر جھلس رہی ہے۔ اس پر میڈیائی جنگ بھی پٹرول کا کام کر رہی ہے ہائے کہاں جائیں کیا کریں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

اللہ کے نزدیک جہاد کیا ہے؟

اے اللہ کے نادان بندے، اے دنیا کے دوست، اے ظالم وسفاک انسان تو نے جہاد کا معنٰی ہی غلط لیا ہے، اللہ نے تجھے نیک علمی جنگ کی دعوت دی ہے، نیک عمل کے ساتھ خود سے لڑنے کی دعوت دی ہے، تیرا ہر نیک عمل جہاد ہے، تیری ہر نیک کوشش جہاد ہے، تیری ہر نیک سوچ جہاد ہے، یہاں تک کہ تیرا ہر نیک ارادہ بھی جہاد ہے۔ اس جہاد میں اگر تو اپنے آپ کو نیک انسان بنالیتا ہے، گناہوں اور برائی کو ترک کر کے ثواب کے کام کرتا ہے، برائی ترک کرواتا ہے، ثواب کے کام کرواتا ہے تو تو غازی ہے اور تیرا یہی جہاد اللہ کو بہت پسند ہے اور یہی نیک کام کرتے ہوئے تیری موت واقع ہوجائے تو تو شہید ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: رجعنامن الجهادالاصغر الیٰ الجهادالاکبر ''یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں! اس حدیث پاک میں اگر آپ غور کرتے ہیں تو ایک حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ جہاد (یعنی جد وجہد) سے انسان اپنے نفس کا مقابلہ کرے، جہاد بالنفس کر کے اپنے مالک کا قرب حاصل کرے، اس جد وجہد سے انسان مقربِ بارگاہِ الٰہی ہوجاتا ہے۔ کیا تو جانتا ہے تیرے جسم کا بال بال روم روم ہر عضوء اللہ کی منشاء کے مطابق جہاد کر رہا ہے اگر تیرا ریزہ ریزہ جہاد نہ کرتا تو تو زندہ کہاں رہتا؟ تیرے جسم کا ہر عضوء، ہر حصہ، اگر جہاد نہ کرتا تو زندہ کہاں رہتا؟ معلوم ہوا کہ جہاد زندگی عطا کرتا ہے، جہاد سے ہی تیری زندگی ہے۔ جہاد کسی کو قتل کرنے یا بے گناہوں کو بیدریغ موت کے گھاٹ اُتار دینے کا نام نہیں ہے بلکہ زندگی پانے اور زندگی دینے کا نام ہے تو جانتا بھی

ہے یہ نعمتوں بھری دنیا تیرے مالک نے اپنے بندوں اور اپنی مخلوق کے لئے بنائی ہے۔ارشادگرامی ہے: وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ﴿۱۰﴾ (الرحمٰن ۵۵:۱۰) ’’زمین کو اسی (اللہ) نے (اپنی) مخلوق کے لئے بچھایا ہے۔‘‘ تا کہ وہ بندے اپنے رب کی نعمتوں کو یاد کرے، یاد رکھ تو اس زمین کا مالک نہیں ہے اور نہ ہی یہاں کی کوئی مخلوق تیری ملکیت ہے کہ تو اس زمین پر فسادی دہشت بپا کر کے ناحق قتل وغارتگری کرتا پھرے یاد رکھ تیرے ناقص علم سے تو نے جہاد کا معنٰی ہی غلط لیا ہے۔اگر جہاد نہ ہوتا تو تو بھی نہ ہوتا، تیرے جسم کے ریزے ریزے، ہر حصے نے جہاد کیا ہے جب کہیں تجھے زندگی ملی ہے اور تو نے اللہ کے انعام کو بھلا دیا اور بے گناہوں کے قتل کا نام جہاد رکھ لیا؟ تُف ہے ایسے علم، ایسی سوچ، ایسے انسان پر۔

ائے اللہ کے بندے

تو فانی ہے باقی نہیں ہے، فنا سے بقا کی طرف جا، تا کہ تیرا ہر قسم کا جہاد ختم ہو جائے ’’ذرہ‘‘ اگر آگ کی طرف جاتا ہے تو اسکا جہاد ختم ہو جاتا ہے اور اس وقت ذرہ کا جہاد آگ کا جہاد بن جاتا ہے، آگ کے جہاد پر پانی حملہ آور ہوتا ہے تو پانی کے جہاد سے آگ سرد ہو جاتی ہے ذرہ اور آگ کی حرکت موقوف ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جب انسان میں آگ موقوف ہوتی ہے تو اس سے رحمت کا پانی جوش میں آتا ہے پھر انسانیت پھلنے پھولنے لگتی ہے۔ جب انسان فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو اس کا جہاد اللہ میں ختم ہو جاتا ہے، اس کی حرکت اس کا سکون اللہ میں فنا ہو جاتا ہے اور اس وقت اللہ کا جہاد شروع ہو جاتا ہے۔

حدیث پاک ﷺ ہے: عن عمر بن الخطاب ص عن معاذ بن

جبل ص قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول : ان یسیر الریاء شرک، وان من عادی للہ ولیاً، فقد بارز اللہ بالمحاربة .ان اللہ یحب الابرار الاتقیاء الاخفیاء ، الّذین اذا غابوا لم یفتقدوا، وان حضروا لم یدعوا ولم یعرفوا. قلوبھم مصابیح الھُدی یخرجون من کل غبراء مظلمة.رواہُ ابن ماجة والحاکم .وقال ھذا حدیث صحیح. (ابن ماجہ)

’’حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بیشک معمولی دکھاوا بھی شرک ہے اور جس نے اولیاء اللہ سے دشمنی کی تو اس نے اللہ سے اعلان جنگ کیا، بے شک اللہ تعالیٰ ان نیک متقی لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو چھپے رہتے ہیں، اگر وہ غائب ہو جائیں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا اور اگر وہ موجود ہوں تو انہیں (کسی بھی مجلس میں یا کام کے لئے) بلایا نہیں جاتا اور نہ ہی انہیں پہچانا جاتا ہے، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں ایسے لوگ ہر طرح کے گرد آلود تاریک فتنے سے نکل جاتے ہیں۔‘‘

ائے جاہل انسان! تو کیوں لڑ رہا ہے، مر رہا ہے اور بے گناہوں کو مار رہا ہے، تو خود کو خالق کے حوالے کر کے اللہ کا دوست کیوں نہیں بن جاتا؟ تا کہ تیری لڑائی خود اللہ لڑے۔

سفر اور منزل

ائے اللہ کے بندے اس زندگی کو تو جس طرح چاہے جی سکتا ہے، تو اپنی

سوچ اور فکر میں آزاد ہے، سنہرے سپنے دیکھنے کا حق تجھے بھی حاصل ہے، مشغلے تجھے بھی محبوب ہو نگے، غرور گھمنڈ تکبر تو بھی کرتا ہوگا لیکن کیا تو جانتا ہے تجھ کو حاصل یہ اختیارات تمام کے تمام مجازی ہیں؟ تیرے تمام حرکات بھی مجازی ہیں، تو مجاز کے اندھیرے میں کب تک بھٹکتا رہے گا؟ کب تک خود کو فریب دیتا رہے گا؟ تو نہیں جانتا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ (سورۃ البقرۃ ۲:۱۵۶) ''بیشک ہم (سب بھی) اللہ ہی کی (ملکیت) ہیں اور یقیناً ہم اسی کی جانب لوٹ کر جانے والے ہیںo''

بیشک تجھے اللہ ہی کی جانب لوٹ کر جانا ہے، تیرا یہ مغرور سفر اسی کی طرف ختم ہوگا، تجھے ایک دن مرنا ہوگا۔ ''مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا۔'' ''مرنے سے پہلے کیوں نہیں مرجاتا؟'' مرنے سے پہلے ہی اسی کی طرف کیوں نہیں جاتا؟ یہ زندگی کے یہ جینے کے یہ میں اور تو کے جھگڑے کیوں ہیں؟ یہ تباہی کیوں؟ حدیث پاک ﷺ ہے: کل شیءٍ یرجع الیٰ اصله. ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اپنی اصل کی طرف لوٹنے کی بجائے یہ عارضی زندگی میں، یہ مجازی تماشہ گاہ میں دل آزار تماشہ بازی کیوں؟ یہ قتل و غارت گری کیوں؟ ذرا سوچ تو انسان ہے اور اس دنیا میں چند روزہ مہمان ہے، مالک کے گھر میں اتنی ہنگامہ آرائیاں کیا تجھے زیبا دیتی ہیں؟ ذرا سوچ کہ تیرا یہ جسم کیا ہے؟ ماں کے خون اور دودھ سے پروان چڑھا ایک معمہ ہے، ماں کے دودھ نے تجھے ایسا بنایا ہے تو تو یہ فکر کیوں نہیں کرتا کہ تو اللہ کی بارگاہ سے ابدی دودھ پی سکے۔ کہتے ہیں تیرا اللہ تجھ سے ستّر ماؤں کی محبت کرتا ہے، ایک ماں کے لاڈ و پیار اور دودھ نے تجھے بگاڑ دیا۔ اے ہٹ دھرمی تیرے حقیقی مالک کی بارگاہ سے شربت اور دودھ پینے کی کوشش کر

اگر وہ نہ مل سکا تو جہنم میں جلے گا مقام قرب تو تجھے صرف محبت، خدمت اور شرافت سے حاصل ہوگا نفرت یا شرارت سے نہیں!

جنگ اور صلح

کیا تو جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء، اولیاء کامل انسان امن و صلح پسند اور انسانیت نواز گزرے ہیں کیونکہ مذکورہ تمام حضرات جنگ اور صلح کی حقیقت سے آشنا تھے۔ کیا تو جنگ اور صلح کی حقیقت جانتا ہے؟ کیا تجھے جنگ اور صلح کی اصل کا علم ہے؟ تیری سنکی عقل خود کے مفاد کو حاصل کرنے کا نام جنگ رکھ لیا ہے، تیری مٹی کی عقل خود کے فائدے کے لئے صلح کو قبول کرتی ہے۔ اللہ کے نیک بندے بھی ہمیشہ جنگ اور صلح میں مشغول رہتے ہیں، اولیاء اللہ بھی ہمیشہ نفس کے خلاف جنگ کرتے رہتے ہیں، کامل انسانوں کی جنگ نفس کے خلاف ہوتی ہے نہ کہ بے قصور لوگوں کے خلاف۔

☆☆☆

باب دوم

چند غلط فہمیوں کا اِزالہ

آیئے ہم سب سے پہلے کچھ باتیں جاننے کی کوشش کرتے ہیں اس زمین پر کروڑوں لوگ، لاکھوں قبیلے اور خاندان بستے ہیں، ہزاروں بولیاں اور زبانیں بولی جاتی ہیں، کئی مذاہب بھی ہیں، اور لوگ اپنے اپنے مذہبوں کو مانتے ہیں، اور ان مذاہب کے عقائد بھی جدا جدا ہیں۔ اس دھرتی یا زمین کو پیدا کرنے والا خالق ایک ہے لیکن اس کا نام ہزاروں زبانوں میں بولا جاتا ہے۔ ان مذاہب یا دھرموں میں ایک مذہب یا دھرم اسلام بھی ہے۔ اسلام ایک خدا اور اسی ایک خدا کی عبادت کا حکم دیتا ہے اور اس مذہب اسلام کے ایک رسول محمد ﷺ ہیں جو ہادی اور محسنِ انسانیت ہیں اخلاق و کردار رحمت، ومحبت امن و پریم اور شانتی کا پیکر ہیں۔ مذہب اسلام کا سب سے پہلا قرآنی اصول ہمارے بنی کریم ﷺ نے یہ فرما کر پیش کر دیا کہ: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ (البقرۃ ۲:۲۵۶) ''یعنی دین میں زور وزبردستی نہیں ہے''

دوسرا اصول: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ (الانعام ۶:۱۰۸) '' (اے مسلمانو!) تم ان غیر اللہ کے ماننے والوں کی برائی مت کرو ورنہ وہ لوگ بھی (جواباً) عداوت میں لاعلمی کے باعث اللہ کی شان میں دشنام طرازی کریں گے o''

یعنی مذہبی عداوت میں کسی کی برائی مت کرو، کسی مذہب اور مذہبی رہنماؤں کی توہین نہ کرو۔ ہر مذہب کے ماننے والے کے ساتھ آپسی رواداری، بھائی چارگی اور حسن سلوک روا رکھو، ان احکامات پر اللہ نے بھی یہ کہہ کر مہر کر دیا: لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶ (الکافرون ۱۰۹:۶) '' تمہارا دین تمہارے ساتھ میرا دین میرے ساتھ'' یعنی تم اپنے دین پر عمل کرو، ہم اپنے دین پر عمل کریں گے۔ اس حکم سے اللہ نے دین دھرم کا ہر جھگڑا ختم کر دیا، حد قائم کر دی اور حصار بندی کے ساتھ تمام انسانوں کو اپنے اپنے مذاہب پر عمل کرنے کی پوری پوری آزادی دے دی۔

حقائق و معارفِ قرآن

قرآن کا معنیٰ کثرت سے پڑھے جانی والی کتاب ہے اور بیشک شب و روز دنیا کا کوئی ایسا لمحہ نہیں گذرتا جس میں قرآن تلاوت نہیں کیا جاتا ہو قرآن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا'' قرآن کا ہر حرف (ہر لفظ وآیات) ظاہری و باطنی معنیٰ لئے ہوئے ہے'' معلوم ہوا کہ کسی بھی انسان یا کسی بھی عالم کو علم ظاہر وعلم باطن کے حصول کے بغیر قرآن کا سمجھنا انتہائی دشوار ہے۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے علم ظاہر وعلم باطن کا ہونا ناگزیر ہے اگر کوئی عالم صرف علم ظاہر رکھتا ہو اور علم باطن سے نا آشنا ہو تو وہ قرآن کا صرف ظاہری رخ یا معنیٰ کو سمجھ سکے گا اس کے برعکس اگر کوئی علم باطن رکھنے کا دعویٰ کرتا ہو اور علم ظاہر سے جاہل ہو تو سمجھ لو کہ وہ شیخ چلّی شیخی بگھار ہے۔ علم ظاہر کیا ہے؟ ظاہری معنیٰ کو جاننے کا نام ہے علم باطن کیا ہے اللہ کو پہچاننے کا نام ہے۔ پس قرآن کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو قرآن کے ظاہری اور باطنی حقیقت کو پہچانتا ہو۔ امام مالک ایک حدیث پاک روایت فرماتے

ہیں ”جو شخص صرف علم ظاہر رکھتا ہو اور اپنے آپ کو عالم کہتا ہے تو یہ نفاق ہے (یعنی منافقت ہے) اور جو شخص علم باطن کا دعویٰ کرتا ہو اور علم ظاہر سے جاہل ہو تو وہ زندیق ہے (یعنی شیطان ہے)“ نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ڈرو جاہل عالم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ عالم جاہل کس طرح ہو سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص صرف علم ظاہر رکھتا ہے اور علم باطن سے جاہل ہے تو پس وہ عالم نہیں جاہل ہے“۔

معلوم ہوا کہ قرآن ایک رخہ علم کے ساتھ نہ سمجھا جا سکتا ہے نہ ترجمہ کیا جا سکتا ہے نہ تفسیر کی جا سکتی ہے اور نہ فقیہہ وفتویٰ کے علوم اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جو شخص علم (یعنی علم معرفت) کے بغیر فتویٰ دیا اس پر زمین اور آسمان لعنت کرتے ہیں۔ آج کل ہر کس و ناکس بغیر علم شریعت و معرفت کے فتوے دینے لگے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے حدیث پاک میں وعید آئی ہے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”تم میں سے فتویٰ دینے کے مقابلے میں سب سے زیادہ جرأت وہ شخص کرے گا جو جہنم کے بارے میں سب سے زیادہ جرأت مند ہو (سنن دارمی)“۔

قرآن میں خود اللہ نے اعلان فرمایا ہے کہ:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ (البقرہ ۲:۲۶)

ترجمہ: ”یہ وہ کتاب ہے جسے (ایک رخہ علم رکھنے والے) لوگ پڑھ کر گمراہ بھی ہو جاتے ہیں اور (علم ظاہر و علم باطن رکھنے والے) لوگ ہدایت بھی پا جاتے ہیں۔“

دوسری جگہ اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (آل عمران ۳:۷)

ترجمہ: ”آپ (ﷺ کے رب نے آپ ﷺ) پر یہ کتاب حق نازل فرمائی ہے جس میں (بعض وہ) آیات محکمات (یعنی واضح احکام) ہیں جس کے اکتساب پر (دین کی) اساس رکھی گئی ہے اور کچھ آیات تشبیہات ہیں (جس میں عبارات، اشارات، حقائق و لطائف پوشیدہ ہیں اور یہ ان کی سمجھ سے باہر ہیں) جن کے قلوب میں کجی ہے (اور) وہ نادان لوگ اپنے مفاد کا پہلو ڈھونڈنے کے لئے آیات تشبیہات کے پیچھے پڑ کر گمراہ ہو جاتے ہیں جس کا علم اللہ (اور اس کے رسول ﷺ) جانتے ہیں (اور وہ خواص کاملین جانتے ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ عطا فرماتے ہیں) اور وہ اہل علم (کاملین و خواص) کہتے ہیں کہ بیشک یہ ہمارے رب کی جانب سے نازل شدہ (وہ کتاب ہے جس میں کسی اشتباہ کی گنجائش ہی نہیں) ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے (اور) اہل معرفت اس سے (عبرت و) نصیحت حاصل کرتے ہیں۝۔“

لہٰذا اے منصف مزاج دوستو اور بھائیو! ایک رخہ علماء کا ترجمہ یا تفسیر پر مکمل اعتماد کرنا کیا ایمان کے لئے خطرے کا باعث نہیں بن سکتا؟ قرآن کو جانے اور پہچانے بغیر یا قرآن کے لفظی یا حقیقی معنیٰ تک پہنچے بغیر قرآن سے دلائل دیگر عوام الناس میں اختلافات پیدا کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ اگر تمہیں قرآن ثواب کی نیت سے سیکھنا ہے تو بیشک سیکھو اور پڑھو یا اگر قرآن کے معنی اور حقیقت تک پہنچنے کا شوق ہے تو تمہیں علمائے کاملین یعنی عارفین الٰہی سے سیکھنا ہوگا تا کہ تم پر قرآن کے ظاہری معنی کے ساتھ قرآن کے باطنی حقیقت واضح ہو جائے قرآن خود ارشاد فرماتا ہے کہ یہ کتاب کامل عارفین کے لئے کتاب مبین ہے اور اس میں خشک وتر کا کوئی ایک بھی ذرّہ ایسا نہیں جس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، علمائے کاملین یعنی عارفین الٰہی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن میں لوح محفوظ کے تمام علوم موجود ہیں، قرآن میں علم شریعت یا قانون شریعت، علم فقیہہ، علم لدنی یعنی علم معرفت، علم نظام کائنات، علم عناصر، علم ارواح، علم اجسام، علم سماجیات، علم انسانیت، علم ادب واخلاق، علم جغرافیہ، علم تاریخ، علم طب، علم اراضی، علم نباتات، علم سمندر، علم جہاز رانی، علم فلکیات، علم نجوم، علم حساب وکتاب وغیرہ وغیرہ تمام زمین وآسمان کے علوم کے ساتھ موجودہ سائنس وٹکنالوجی کی اصل قرآن میں موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ تین یا پانچ سال کسی عربی مدرسہ میں فقہ اور اصول فقہ سیکھ کر کوئی مکمل عالم نہیں بن سکتا بلکہ وہ قرآن کے صرف ایک شعبہ کا عالم ہے، اسی طرح ایک بہترین متقی پرہیزگار لوگوں کو نفع پہنچانے والا طبیب، ڈاکٹر، انجینئر، ماہر سماجیات، ماہر ادب واخلاق، عالم جغرافیہ، عالم تاریخ، عالم فلکیات، عالم نجوم،

عالم سمندر و جہاز رانی، عالم اراضی، عالم عناصر، عالم حساب وکتاب یا انسانیت کو نفع پہنچانے والے مومن متقی سائنس دان ظاہری علماء کے ہی زمرے میں آتے ہیں گو ان کا حلیہ وضع قطع لب ولہجہ رہن سہن کا انداز علم فقہ کے عالم سے جداگانہ کیوں نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "**العلم نافع**"، "یعنی علم انسان کو نفع پہنچانے کا نام ہے۔" معلوم ہوا کہ ہر وہ علم جو انسان کو نفع پہنچاتا ہے قرآن میں موجود ہے کیونکہ قرآن انسان وانسانیت کی بقا کے ساتھ نفع پہنچانے کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان کرتے ہیں بعض لوگ وہ ہیں جنہیں ایمان دیا گیا ہے لیکن قرآن نہیں دیا گیا اور بعض لوگ وہ ہیں جنہیں قرآن دیا گیا ہے لیکن ایمان نہیں دیا گیا اور بعض لوگ وہ ہیں جنہیں قرآن اور ایمان دونوں دیئے گئے ہیں اور بعض لوگ وہ ہیں جنہیں نہ قرآن دیا گیا اور نہ ہی ایمان دیا گیا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی ایک مثال بیان کی اور فرمایا جس شخص کو ایمان دیا گیا ہو اور قرآن نہ دیا گیا ہو اس کی مثال کھجور کی مانند ہے جس کا ذائقہ میٹھا ہوتا ہے لیکن اس کی خوشبو نہیں ہوتی، جس شخص کو قرآن دیا گیا ہو اور ایمان نہ دیا گیا ہو اس شخص کی مثال آساء نامی پھل کی ہے جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے لیکن ذائقہ کڑوا ہوتا ہے جس شخص کو قرآن اور ایمان دونوں دیئے گئے ہوں اس کی مثال نارنگی کی ہے جس کی خوشبو اور ذائقہ دونوں بھی اچھے ہوتے ہیں اور جس شخص کو قرآن اور ایمان دونوں نہ دیئے گئے ہوں اس کی مثال حنظلہ کی سی ہے جس کا ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس کی خوشبو بھی نہیں ہوتی ہے۔ (سنن دارمی)

کیونکہ ارشاد باری تعالی ہے: وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

(البقرہ ۲:۲۶۹) ''اور جس شخص کو حکمت دی گئی اسے بہت زیادہ بھلائی دی گئی۔''

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد قرآن کا فہم ہے نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۤءُ ۚ (سورہ البقرہ ۲:۲۶۹) ''وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے''۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اس کا علم عطا کرتا ہے۔ (سنن دارمی)

ایاس بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا اگر تم زندہ رہو گے تو عنقریب دیکھو گے کہ قرآن تین وجہ سے پڑھا جائے گا۔ ایک صورت اللہ کے لئے ہوگی، ایک بحث کے لئے ہوگی اور ایک دنیا کے لئے ہوگی، جو شخص جس مقصد کے لیے پڑھے گا اسے پالے گا۔ (سنن دارمی)

لہٰذا اے اللہ کے بھولے بھالے بندو! قرآن کے موقع محل کو جانے بغیر یا پس منظر کو جانے بغیر صرف ظاہری ترجمہ سے ہم قرآنی احکام کی حقیقت تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے اگر ہمیں قرآن کو جاننے اور حقیقت کو پہنچاننے کا شوق ہے تو علمائے کاملین یعنی عارفین الٰہی سے ہی سیکھنا ہوگا ورنہ آج کل کے ایک رخہ تراجم پڑھ کر خود مسلمان ہی نہیں دیگر اقوام بھی پریشان ہیں آج کل تمام لوگ وہی پڑھ رہے ہیں جس کا ترجمہ ایک رخہ یعنی صرف جاننے والے علماء نے کیا ہے نہ کہ پہنچاننے والے علماء نے کیا۔ اگر یہ ایک رخہ علماء قرآن کو جاننے کے ساتھ حقیقت کی روح تک پہنچ کر قرآن کا ترجمہ کرتے تو کیا اس قوم کا شیرازہ بکھر سکتا تھا؟ کیا دیگر اقوام کو قرآن پر انگلیاں اٹھانے کا موقع ملتا؟ مجھے تو ہمارے ان علماء کے علم پر

حیرت ہوتی ہے جب اُن کا ہی کیا ہوا ترجمہ کئی جگہ خود سے ٹکراتا ہوا ملتا ہے۔ مثلاً اللہ نے قرآن کی ابتداء میں ہی فرما چکا ہے کہ یہ ''کتاب لاریب'' ہے یعنی اس کتاب کے کسی بھی عبارت یا حکم میں کسی بھی طرح کے شک کی گنجائش ہی نہیں مگر جب آیات متشابہات کا ترجمہ کرنے کا وقت آیا تو آیات تشبیہ کی جگہ کسی نے لکھا کہ اس آیت میں شک ہے کسی نے ترجمہ کیا کہ اس میں شبہہ ہے اور کسی نے لکھ ڈالا کہ اس میں اشتباہ ہے ''نعوذ باللہ من ذالک'' اللہ خود فرما رہا ہے کہ یہ کتاب ''لاریب'' ہے یعنی اس میں شک وشبہہ یا اشتباہ کی گنجائش ہی نہیں اور یہ کتاب شک وشبہہ اور اشتباہ سے پاک ہے اگر ہم اس آیات متشابہات کو شک شبہہ کے معنیٰ میں لیتے ہیں تو کتاب ''لاریب'' کا معنیٰ کیا رہ جائے گا؟ کیا خدا خود کہتا ہے کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں اور کبھی کہتا ہے کہ اس کتاب میں شک کی گنجائش بھی ہے ''نعوذ باللہ من ذالک'' جب کہ اس آیت میں حکم تشبیہہ ہے نہ کہ تنزیہہ یعنی اس آیت میں اللہ صاف فرما رہا ہے کہ کچھ لوگ قرآن کی تشبیہات والی آیات کو تنزیہات سمجھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں یعنی قرآن کے صرف ظاہری معنی کو پڑھ کر باطنی حقیقت سے نا آشنا ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا رئیس المفسّرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: لعن المرتبون یعنی (کتاب اللہ میں) شک کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے (تفسیر قادری جلد دوم) نیز عمر بن الشیخ بیان کرتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کے متشابہات کے بارے میں تمہارے ساتھ بحث کریں گے تم سنت کے ذریعہ ان کا مقابلہ کرنا کیونکہ سنت

کے ماہرین ہی اللہ کی کتاب کا علم رکھتے ہیں (سنن دارمی)۔

اس لئے اے بھائیو! اللہ نے بارہا غور وفکر اور تدّ بر کا حکم دیا ہے تا کہ تم قرآن کے ترجمہ کے ساتھ قرآن کی حقیقت سے بھی آشنا ہو جاؤ، بالکل اسی طرح اللہ نے حق وانسانیت کے دشمنوں خلاف جہاد کا حکم دیا ہے نہ کہ کسی پر بھی براہ راست ناجائز حملہ کرنے کا حکم دیا ہے؟ بس اللہ نے اپنے مظلوم بندوں کی حمایت میں دفاعی کارروائی کا حکم دیا ہے، میرے بھائیو جہاد کا معنیٰ کسی پر Attack کرنا نہیں بلکہ دفاعی کارروائی کرنا ہے! ذرا سوچو آخر اللہ اپنے بندوں پر ناحق Attack کرنے کا حکم کس طرح دے سکتا ہے؟ کئی جگہ جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر آیا ہے یہاں جہاد سے مراد ''**الجھاد بالسیف**'' ''تلوار سے جہاد'' نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں ''**الجھاد بالنفس**'' یعنی خود کی نفسانی خواہشات کے خلاف اس کے بندوں کی خدمت کرنا ہے، قرآن میں جہاد فی سبیل للہ اور دیگر ایسی بہت سی آیات ہیں جو آیات متشابہات یعنی آیات تشبیہات کے درجہ میں آتے ہیں، اللہ نے قرآن میں کئی جگہ اپنی قدرت اور حقائق کو تشبیہہ کے ذریعہ اپنے بندوں کو سمجھایا ہے، اسے کہیں مثال کہا تو کہیں تشبیہہ کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ آیات تشبیہات ہیں نہ کہ شبہات یا اشتباہات۔ لہٰذا اے دوستو قرآن کو ظاہری معنیٰ کے ساتھ اس کے باطنی معنیٰ کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کر کے اللہ کے نیک بندے بنکر جیو اور جینے دو۔ قرآن کے متعلق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''**العبارت للعوام والاشارات للخواص والحقائق للاولیاء واللطائف للانبیاء**'' یعنی قرآن کے عبارتی احکام عوام کے لئے ہے، قرآنی اشارات خواص کے لئے

ہے، قرآنی حقائق اولیاء اللہ کے لئے ہے اور قرآنی لطائف انبیاء اکرام کے لئے ہیں۔ مگر آج کل ایسے ایک رخہ علماء کی بھرمار ہے جن کی وجہ سے دین سلامتی کے ٹکڑے ہو رہے ہیں۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسے حالات کی پیشن گوئی کی ہے فرماتے ہیں: اس وقت تمہارا کیا عالم ہوگا جب تمہارے سامنے ایسا فتنہ آئے گا جو بڑی عمر کے لوگوں کو بوڑھا کر دے گا اور کم عمر لوگوں کو جوان کر دے گا جب اس فتنے میں سے کسی چیز کو ترک کیا جائے گا تو یہ کہا جائے گا سنت ترک ہوگئی ہے! لوگوں نے دریافت کیا کہ ایسا کب ہوگا؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جب تمہارے علماء (کاملین) دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تمہارے ہاں جہلاء کی کثرت ہو جائے گی قرآن کے عالم (کہلانے والوں) کی کثرت ہو جائے گی دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والوں کی کمی ہو جائے گی امراء بکثرت ہوں گے اور امین لوگ کم ہو جائیں گے اور آخرت کے عمل کے نتیجے میں دنیا حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی اور دین کے بجائے دیگر معاملات میں سمجھ بوجھ اختیار کی جائے گی۔ (سنن دارمی)

نیز ارشاد فرماتے ہیں تمہارا آنے والا برس گزرے ہوئے برس سے زیادہ برا ہوگا میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک سال دوسرے سال سے زیادہ خراب ہے یا ایک حکمران دوسرے حکمران سے زیادہ بہتر ہے بلکہ تمہارے علماء کاملین تمہارے معزز لوگ اور تمہارے فقہاء کاملین رخصت ہو جائیں گے پھر تمہیں ان کا حقیقی نائب نہیں ملے گا اور وہ لوگ آ جائیں گے جو معاملات میں اپنی رائے کے ذریعہ قیاس کر کے حکم بیان کریں گے۔ (سنن دارمی)

قرآن کے متعلق ضروری معلومات

قرآن مجید نبی کریم ﷺ تک بذریعہ وحی پہنچا جس کو وحئ متلو یعنی تلاوت کی جانے والی وحی کہا گیا ہے ایک وحئ غیر متلو یعنی نہ تلاوت کی جانے والی وحی ہے جس میں حدیث قدسی بھی شامل ہے۔ اللہ ربّ العزت نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ (البقرہ ۲:۲۶) یہ وہ کتاب ہے جس کو پڑھ کر لوگ گمراہ بھی ہوجاتے ہیں اور ہدایت پر بھی آجاتے ہیں، اس ارشاد باری تعالیٰ میں کیا حکمت ہے کہ ایک ہی کتابِ ہدایت پڑھ کر اکثر لوگ گمراہ اور اکثر لوگ ہدایت پالیتے ہیں آخر کیوں؟ کیونکہ اکثر قرآن کے تراجم ایک رخہ علماء نے کیا ہے ہر فرقہ کے عالم نے قرآنی احکامات کو اپنی عقل کے مطابق سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے امت کا شیرازہ بکھر گیا ''ان فـــی ذالک الآیـات لـلـمـئـومنین فھی من الآیات المعقولة الّتی تتفاوة بھاالـمعرفة بحسب تفاوت منازل النّاس فی العلم'' یعنی آیات سے مرادوہ احکامات ہیں جو عقلی طور پر سمجھ میں تو آتی ہیں مگر جنکی (حقیقت و) معرفت لوگوں کے علمی مراتب کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں۔ حضرت زیاد بن حدیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت کیا کیا تم یہ جانتے ہو اسلام کو کیا چیز تباہ کرتی ہے زیاد کہتے ہیں میں نے جواب دیا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا عالم شخص کی نعزش، منافق شخص کا قرآن کے بارے میں بحث کرنا اور گمراہ کرنے والے پیشواؤں کی حکمرانی (اسلام کو تباہ کردیگی) (سنن دارمی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں حقیقی معنوں میں فقیہہ وہ شخص ہے

جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور انہیں اللہ کی نافرمانی کی رخصت نہ دے اور اللہ کے آداب سے بے نیاز نہ کردے اور قرآن کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ نہ ہوجائے۔ ایسی عبادات میں کوئی بھلائی نہیں جس میں علم نہ ہو اور ایسے علم میں کوئی بھلائی نہیں ہے جس میں فہم نہ ہو اور ایسی قرأت میں کوئی بھلائی نہیں ہے جس میں غور وفکر نہ ہو۔ (سنن دارمی)

اس لئے سب سے پہلے انسان کو قرآن کا فہم حاصل کرنے کے لئے ایک ماہر صحیح العقیدہ صوفی سنّی کامل عالم کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور اس سے یہ سمجھنا ہوگا کہ وحی کے اقسام کتنے ہیں؟ قرآن میں احکامات کے اقسام کتنے ہیں؟

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن میں احکامات کے چار اقسام ہیں:

(۱) قرآن کی عبارت عوام کے لئے ہے۔

(۲) قرآن کے اشارات خواص کے لئے ہے۔

(۳) قرآن کے حقائق اولیاء اللہ کے لئے ہے۔

(۴) قرآن کے لطائف انبیاء اکرام کے علوم سے متعلق ہے۔

اسی طرح وحی کے اقسام پانچ ہیں:

(۱) وحئ عام۔

(۲) وحئ خاص۔

(۳) وحئ خاص الخاص۔

(۴) وحئ اخص الخاص۔

(۵) وحئ اخص الاخص۔

قولہ تعالیٰ:ان فی ذالک الآیات للمؤمنین فھی من الآیات المعقو لۃ التی تتفاوۃ بھا بحسب تفاوت منازل النّاس فی العلم یعنی آیات سے مراد وہ احکامات ہیں جو عقلی طور پر سمجھ میں تو آتی ہیں مگر جن کی (حقیقت و) معرفت لوگوں کے علمی مراتب کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں۔

﴿۱﴾ وحئی عام

وحئی عام وہ ہے جس میں عام مسلمانوں کے لئے شرعی وفقہی احکامات اوامر جذبۂ عفوودرگذر رحم دلی، علم کے مطابق عمل، قول وفعل کے تضاد سے پاک، اورحرام وحلال میں تمیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔لہٰذا نبی کریم ﷺ سے اللہ ربّ العزّت نے فرمایا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۲۵ (النحل۱۶:۱۲۵)

ترجمہ:''(اے محبوب ﷺ لوگوں کو) آپ اپنے رب کے راستے کی پیروی کرنے کے لئے حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور ان سے مذاکرات (ان کی عقلوں کے مطابق) نہایت اثر انداز طریقے سے کیجئے، بیشک آپ کا رب (ہر) گمراہ کو بھی جانتا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔''

نیز ارشادفرمایا: قُل انّما انا بشرٌ مّثلکم (یعنی اے محبوب ﷺ آپ فرمادیجئے کہ) میں بھی بشریت کے ساتھ ہوں۔ اللہ نے وحئی عام میں تمام

مسلمانوں سے متعدد جگہ ارشاد فرمایا ہے، ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مظلوموں یتیموں پر رحم کرو، انصاف اور عدل کو قائم رکھو، زمین پر ظلم وفساد سے دہشت بپا نہ کرو۔ایک دوسرے کے مذہب کو برامت کہو اور کسی بھی مذہبی رہنماء کی توہین مت کرو، صلح اور امن کی زندگی بسر کرو، ناحق ظلم وستم سے باز آجاؤ، فلاح و بہبودی کے کام کرو، انسان بن کر جیو اور جینے دو، غیر مسلموں کے ساتھ بھی صلح وامن کے ساتھ انصاف کرو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو۔لہٰذا حضرت ابوعمامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں علم کے رخصت ہوجانے سے پہلے اسے حاصل کرلو لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ علم کیسے رخصت ہوگا جبکہ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب موجود ہے راوی بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ ناراض ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہاری مائیں تمہیں روئیں کیا تورات اور انجیل بنی اسرائیل میں موجود نہیں تھیں؟ یہ دونوں ان کے کیا کام آسکیں تھیں علم کا رخصت ہوجانا یہ ہے کہ علم کے ماہرین رخصت ہوجائیں گے۔(سنن دارمی)

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کیا تم جانتے ہو علم کے رخصت ہونے سے کیا مراد ہے لوگوں نے جواب دیا نہیں انہوں نے ارشاد فرمایا علماء کاملین کا رخصت ہوجانا ہے۔اس لئے اللہ کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو تاکہ تفرقہ نہ پیدا ہو نہ ہی کوئی فرقہ وجود میں آئے۔لہٰذا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں جب تم کسی قوم کو دیکھو کہ وہ عام مسلمانوں سے ہٹ کر کوئی نئی (ظلم کی) راہ اختیار کررہے ہیں تو وہ لوگ گمراہی کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔کیونکہ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ نے بھی ارشاد فرمایا وہ بات کیوں کہتے ہو

جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ہو وغیرہ وغیرہ احکام سے عبرت دلائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ اکرام سے فرمایا کہ میں تمہیں وہ عمل نہ بتادوں جو نماز روزہ اور صدقہ سے افضل ہو صحابہ اکرام نے عرض کیا (بیشک) بتائیے یا رسول اللہ ﷺ پھر آپ ﷺ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ آپس میں (یعنی عوام الناس میں) صلح وصفائی کرواؤ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں میں یہ قرآن اس طرح پرانا ہوجائے گا جس طرح کپڑا پرانا ہوجاتا ہے اور اسے پھینک دیا جاتا ہے لوگ قرآن کو پڑھیں گے لیکن ان کو اس میں کوئی لذت اور دلچسپی محسوس نہیں ہوگی یہ لوگ بھیڑوں کی کھال پہنیں گے اور ان کے دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے لالچ ان کا عمل ہوگا انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا اگر وہ (کسی نیک کام) میں کوئی کمی کریں گے تو ساتھ یہ کہیں گے کہ ہم اسے پورا کرلیں گے اور گر کسی غلطی کا ارتکاب کریں گے تو یہ کہیں گے ہماری مغفرت ہوجائے گی کیونکہ ہم کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے ہیں (سنن دارمی)۔ لیکن ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تمہاری صورتیں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے قلوب اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

(ابن کثیر از مسلم وابن ماجہ)

وحئ عام کے زمرے میں آنے والے اکثر لوگوں کو اللہ نے صرف نصیحت اور عبرت دلائی ہے کیونکہ یہ درجہ عوام الناس ہے، لہٰذا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''العوام کالانام'' یعنی عوام جانور کی مانند ہوتی ہے کیونکہ عوام میں ہر طرح کے لوگ شامل رہتے ہیں معراج کے تعلق سے چند لوگوں نے نبی کریم ﷺ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ''تفکر فی النّعمۃِ ولاتفکّروا فی

الذاتہ'' یعنی تم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں فکر کرو اللہ کی ذات میں فکر نہ کرو، اسی طرح دوسرا طبقہ صحابہ اکرام کا آیا اور معراج کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے برجستہ فرمایا کہ میں نے اللہ کا دیدار کیا ہے اور وہ نور ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہی جواب پہلے گروہ کو کیوں نہیں دیا؟ اس لئے کہ یہ کلام ان کی عقل کے مطابق کیا گیا ہے کیونکہ وحئ عام کے زُمرے میں آنے والے لوگ کچھ کا کچھ سمجھ جاتے ہیں یا نہ سمجھ کر کچھ کا کچھ معنٰی نکال لیتے ہیں مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے معراج کے تعلق سے تفصیلاً کچھ نہیں بتایا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا کم عمر تھیں اور ابتدائی دور میں ابھی آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے بہت کچھ سیکھ رہی تھیں۔ اس لئے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے معراج کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے ''نہیں'' کہہ کر منع کردیا یعنی یہ سوال ابھی نہ پوچھو! وحئ عام کے زُمرے میں آنے والے لوگ آج تک یہی حربہ استعمال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب تھا یا نہیں، ائے اللہ کے بندے نبی کا معنٰی ہی غیب دان ہے، اللہ نے بھی نبی کو ''غیب کی خبریں دینے والا'' کے خطاب سے یاد کیا ہے، اکثر لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول دلیل میں لاتے ہیں کہ آپ ﷺ کو کل کا بھی علم نہیں تھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا وحئ عام کے درجہ سے ابھی ترقی کرکے وحی کے بقیہ درجات کا علم حاصل کر رہی تھیں، اگر ترقی کرکے وحی کے تمام درجات کا علم حاصل کر بھی چکی تھیں تو سوال کی نوعیت عام بھی آپ کی عقل کے مطابق آپ نے جواب دیا ہوگا، ورنہ اگر نبی کریم ﷺ کو غیب کا علم نہ ہوتا یا آپ ﷺ غیب دان نہ ہوتے تو کیا قیامت تک پیش آنے والے تمام واقعات

کی خبر دیتے؟ یہ عجیب آدمی ہے کہ ایک طرف عوام میں چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب نہیں تھا دوسری طرف یہ بھی کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قیامت تک پیش آنے والے واقعات اور قیامت میں لوگوں کی نیکی بدی تولنے کے بعد ان کے انجام کی بھی خبریں دیتے ہیں۔ ایک طرف یہ عام آدمی نبی یعنی غیب دان کے علم کی نفی کرتا ہے اور دوسری طرف خود آپ ﷺ کے علم غیب کو قیامت اور بعد قیامت بھی تسلیم کرتا ہے، عجیب آدمی ہے کبھی انکار کرتا ہے اور کبھی اقرار کرتا ہے۔ کسی جاہل نے انٹرنیٹ پر دنیائے بریلویت کو ایک چیلنج کے عنوان سے کچھ بے تکے سوالات کئے ہیں تا کہ ان کو پڑھ کر عوام مزید گمراہ ہو جائے، اس کے سوالات کچھ اس طرح ہیں:

سوال ۱: اگر نبی کریم ﷺ کو علم غیب تھا تو قرآن کیوں اُترا؟

سوال ۲: اگر نبی کریم ﷺ کو علم غیب تھا تو وحی کیوں نازل ہوئی؟

سوال ۳: بیعت رضوان کیوں ہوئی؟

سوال ۴: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہو جانے کے بعد آپ ﷺ پریشان کیوں ہوئے تھے؟

سوال ۵: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو آپ ﷺ کو پتہ کیوں نہ چلا؟

سوال ۶: ستر (۷۰) حفاظ صحابہ جن کو بیر معونہ کیوں بھیجا تھا؟ استغفر اللہ اگر آپ ﷺ کو علم غیب تھا تو کیا آپ ﷺ نے ان کو جان بوجھ کر شہید کروایا تھا؟

سوال ۷: اگر آپ ﷺ کو علم غیب تھا تو یہودی عورت نے جب آپ ﷺ کو

کھانے میں زہر دیا تو کیا آپ ﷺ نے جان بوجھ کر کھایا؟

سوال ۸: آپ ﷺ یہودیوں کے تین سوالات کیلئے پریشان کیوں ہوئے تھے؟

اس سائل کا حسد بغض کینہ اور نفرت دیکھئے کہ دنیائے الٰہی کو دنیائے بریلویت کہتا ہے، سبحان اللہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے بے تکے سوالات کے مدلل جوابات دیکر ان کے باپ داداؤں کے دانت کھٹے کر دیئے تھے اس لئے ان کی اولادوں میں یہ کھٹاس اب تک چلی آرہی ہے۔ خیر جواب بھی سن لو۔

جواب نمبر ۱: نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد عرب کے کچھ جاہل حاسد لوگ بھی یہی سوال کرتے تھے کہ قرآن آخر ایک انسان پر کیوں اترا؟ جب کہ اللہ فرشتہ کو بھی ہمارے درمیان پیدا کر کے قرآن نازل کر سکتا تھا، اے نادان یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اللہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ازل ہی سے افضل ترین انسان کو منتخب کر کے انھیں نبوت عطا فرماتا ہے بالکل اسی طرح ہم انسانوں سے پہلے اس زمین پر قوم اجنّہ بسا کرتی تھی قوم اجنّہ کی ہدایت کے لئے بھی قوم اجنّہ میں سے تقریباً آٹھ سو پیغمبر اللہ نے بھیجے مگر سرکش قوم اجنّہ نے ان تماموں کو شہید کر دیا۔ اے نادان قرآن کیا ہے؟ قرآن اللہ کی وحدانیت اور رسالت کے علوم کا مجموعہ ہے۔ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق آسمانوں پر کی اور جب آپ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا تو فرمایا ''**وعلم آدم الاسماء کلھا**'' یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو تمام علوم سکھائے چاہو تو قرآن میں فرشتوں کے سوالات اور آدم علیہ السلام کے جوابات خود پڑھ لو، حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ لغتیں

سکھائی ۔ جب آدم علیہ السلام فرشتوں پر علمی سبقت رکھتے ہیں تو کیا نبی کریم ﷺ ہم جیسے انسانوں پر علمی سبقت نہیں رکھتے جب کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے، اس حدیث کو تمہارے اجداد بھی مانتے چلے آرہے ہیں۔

جواب نمبر ۲: نبی کریم ﷺ کو علم غیب ذاتی نہیں عطائی تھا یہ عطائی علوم آپ کی ذات اقدس میں اس وقت سے تھے جب آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے خمیر میں تھے، آپ نبی غیب دان ہیں، اللہ نے آپ ﷺ کی ذات اقدس کو بے شمار علوم عطا فرمائے تھے، اُنہیں علوم کی تائید میں اللہ نے تیئیس (۲۳) سال تک وحی کے ذریعہ شہادت دی ہے کہ میرا محبوب نبی کریم ﷺ یعنی غیب دان برحق ہے۔

جواب نمبر ۳: بیعت رضوان اس لئے ہوئی کہ کھرے کھوٹے، حق و باطل، صدق و کذب کا فرق ظاہر ہو جائے، کہ کون نبی یعنی غیب دان کا وفادار ہے اور کون غدار ہے تاکہ قیامت تک آنے والی نسلیں اس واقعہ سے عبرت حاصل کر سکے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا: ''یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ'' (الفتح ۴۸:۱۰) یعنی ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے، نیز فرمایا اے محبوب ﷺ وہ کنکریاں آپ نے نہیں بلکہ میں نے پھینکا ہے، اس طرح اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کی اداؤں کو اپنی ادائیں بنالیا۔

جواب نمبر ۴: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو جانے پر آپ ﷺ پریشان نہیں بلکہ خاموش رہے کیوں کہ آپ ﷺ غیب دان تھے آپ ﷺ عوام الناس اور حاسدین کو بہت خوب جانتے تھے، آپ ﷺ کو یقیناً اس بات کا علم تھا کہ کچھ حاسدین اپنے دلوں میں کیا کیا سوچ رہے ہوں گے اور یہی جان کر آپ

ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی کہ رہتی دنیا تک لوگوں پر نبیٔ غیب دان کے وفادار کی سوچ اور غدار کی سوچ کا فرق ظاہر ہو جائے سبحان اللہ آج تک یہ فرق ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا وفادار کون ہے اور غدار کون ہے۔

جواب نمبر ۵: نعوذ باللہ من ذالک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس پر حاسدین ہی ایک پریشان کن گمان کو تہمت کے نام سے یاد کرتے ہیں اس واقعہ کے تعلق سے آپ ﷺ ہرگز پریشان نہیں بلکہ آپ ﷺ منتظر تھے کیونکہ آپ ﷺ بخوبی جانتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انتہائی پاک دامن ہیں، اس ابتدائی دور میں بھی اسلام کے نام پر آج کے دور کے ہی طرح کئی منافقین بھی گھس آئے تھے اور ان منافقین کو جب ایک موقع میسر آیا تو باتیں بنانے لگے، مگر حضور اکرم ﷺ خاموشی اختیار فرمائی تاکہ منافقوں کی سوچ اور مزاج مزید کھل کر لوگوں کے سامنے آجائے، بیشک آپ ﷺ غیب دان تھے اگر آپ ﷺ اپنی طرف سے حق بات فرما دیتے تو ان منافقین کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زوجہ مطہرہ کا دفع کیا اس لئے آپ ﷺ خاموشی اختیار فرمائی آخر کار اللہ نے اپنی جانب سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان اقدس میں وحی نازل فرما کر قرآن میں اس فیصلۂ حق کو رہتی دنیا تک محفوظ کر دیا۔ لہٰذا آج تک منافقین وہی کہتے آرہے ہیں جو ابتدا میں آپ ﷺ کے زمانے میں منافقین نے کہا تھا، سبحان اللہ قربان جائیے غیب دان رسول اکرم ﷺ پر کہ آپ ﷺ نے اپنی امت پر منافقین کے مزاج کو قیامت تک کے لئے ظاہر فرما دیا۔

جواب نمبر ۶: بیر معونہ میں ستر حفاظ شہید ہوئے آخر کیوں؟ اس سوال

سے سائل رسول پاک ﷺ کی غیب دانی کا انکار کرکے خود کو بنی جیسا ثابت کرنے کی کوشش کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**الموت جسْرٌ یوصل الحبیب الی الحبیب**'' یعنی موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو ایک دوست سے ملا دیتا ہے، نیز فرمایا موت مومن کے لئے اللہ کی جانب سے تحفہ ہے۔ لہٰذا رسول پاک غیب دان تھے ان ستر صحابہ اکرام کی دلی تمنا کا آپ ﷺ کو علم تھا وہ حضرات قدسیہ بہت جلد مرتبہ شہادت کو پہنچ کر اللہ سے ملنے کی تمنا میں جی رہے تھے ان کی نظر میں دنیا کی زندگی انتہائی حقیر اور اُخروی زندگی عزیز تھی، اس لئے ہمارے غیب دان ﷺ نے ان کو یہ موقع عطا فرمایا اور اللہ نے قرآن میں اعلان فرمادیا کہ شہداء کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

جواب نمبر ۷: آپ ﷺ کو کسی دشمن یہودی عورت نے زہر دیا، بیشک آپ ﷺ غیب دان ہیں آپ ﷺ جانتے تھے آپ ﷺ پر اس زہر کا اثر بھی نہ ہوا جب ابوجہل کے ہاتھ میں کنکریوں نے کلمہ پڑھا تھا تو کیا وہ کھانا آپ ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھ سکتا تھا؟ آپ ﷺ کے علم غیب کے اثر سے ابوجہل کے ہاتھ میں موجود کنکریوں کو کلمہ کا علم آگیا تو کیا وہ کھانے میں آپ ﷺ کے علم غیب کا اثر جاری نہیں ہوسکتا تھا؟ ہوسکتا تھا۔ ہر نبی ولی ہوتا ہے اور ہر ولی نبی نہیں ہوسکتا، شہادت کیا ہے ولایت کا یقیناً ایک درجہ ہے۔ لہٰذا آپ تمام ولایت کے درجات سے گذر کر درجۂ شہادت کا بھی اظہار فرمایا حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن کو اگر دھوکے سے زہر دے کر قتل کیا جائے تو وہ شہید ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے ساتھی حضرات شہید ہوئے آپ ﷺ پر زہر کا کچھ اثر فوراً تو نہ ہوا بلکہ چھ مہینوں کے بعد

ہوا۔ وحیٔ عام کے زمرے میں آنے والی عوام ان خواص کے علوم سے ناآشنا ہو کر یہ ہنگامہ مچاتی ہے۔

جواب نمبر ۸: قرآن اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ان کی کتابوں میں حق موجود ہونے کے باوجود اہل کتاب لایعنی سوالات کیا کرتے تھے۔ بار بار آپ ﷺ نے توجہ دلائی کہ اپنی اپنی کتابوں میں دیکھ لو کہ اللہ نے میری صداقت کی گواہی دی ہے۔ اس لئے حاسد نفاق پسند لوگوں کے لایعنی سوالات کا جواب اکثر خاموش رہ کر دیتے، کیا قرآن میں اللہ نے راعنا کہنے سے منع نہیں کیا؟ کیا سورۃ کوثر میں اللہ نے آپ ﷺ کو تسلی نہیں دی؟ نبی کریم ﷺ کی خاموشی پریشانی کی دلیل نہیں ہے۔ حاسد اور جاہل لوگ نبیوں کی ذات کے تعلق سے لفظ پریشانی کا استعمال کرتے ہیں جب کہ آپ ﷺ ہر وقت رب حبلی امتی کی فکر میں غرق رہتے تھے اس خاموشی سے علم غیب کا کیا تعلق۔

نادان جہلاء کو جاننا چاہئے قرآن وحیٔ متلو ہونے کے باوجود آیات ناسخ کے ذریعہ کئی آیات منسوخ ہوچکے ہیں اسی طرح احادیث کریمہ وحیٔ غیر متلو ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کے مکی دور کے کئی احادیثِ کریمہ مدنی دور کے احادیث کریمہ سے منسوخ ہوچکے ہیں کیونکہ مکّی دور نبی کریم ﷺ کا ابتدائی دور تھا اور مدنی دور آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا آخری دور تھا، مکی دور میں بہت کم صحابہ اکرام تھے مدنی دور میں صحابہ اکرام کثیر تعداد میں ہوگئے، صحابہ اکرام کو جس قدر آپ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی ان حضرات قدسیہ کے علوم میں اتنا ہی اضافہ ہوا۔ آج کل کے کچھ لوگ مکی دور کی منسوخ شدہ احادیث کریمہ کا حوالہ دیکر طویل مدنی دور کی

احادیث کوفراموش کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔لہٰذا ہرصوفی سنی مسلمان کوایسی روایتوں پر وثوق کرنیکی جرأت نہیں کرنا چاہئے جس میں شان نبوت کی توہین کے ساتھ تضاد نظر آئے صوفی سنی علماء کے علاوہ اگر کوئی حدیث پیش کرتا ہے تو اس سے پوچھنا چاہئے کہ یہ حدیث مکی ہے یا مدنی ہے، اگر مکی حدیث مدنی حدیث کی تائید میں ہوتو قبول کرنا چاہئے ورنہ اگر تضاد پایا جائے تو اُس حدیث کو مدنی حدیث سے منسوخ سمجھنا چاہیے کیونکہ مکہ میں باطل پرست اور منافق زیادہ تھے،آپ ﷺ نے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کیا ہے مثلاً آپ ﷺ نے مکی دور میں زیارت قبور سے منع فرمایا تھا پھر جب مدنی دور آیا تو زیارت قبور کی اجازت دیدی، مکہ میں صحابہ اکرام کو زیارت قبور سے اس لئے منع کیا تھا کہ ان صحابہ اکرام کے اجداد کا عقیدہ عین اسلام کے مطابق نہیں تھا اور نہ ان تک اسلام پہنچا تھا اور جب صحابہ اکرام شہید ہوئے یا فوت ہوگئے تو آقا ﷺ نے ان کے قبور کی اجازت دیدی، یہاں اگر کوئی مکی دور کے قول کولیکر واویلا مچائے اور زیارت قبور ہی کوحرام قرار دیدے تو یہ گمراہی ہے کیونکہ مدنی دور کی حدیث پاک سے مکی دور کی حدیث منسوخ ہوچکی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''لیس الدین بالمتمنّی ''،یعنی دین صرف تمنا کرنے سے حاصل نہیں ہوتا،معلوم ہوا کہ اطیع اللّٰہ واطیع الرّسول واولیٰ مرمنکم یعنی اللہ کی اطاعت کرورسول پاک ﷺ کی اطاعت کرواورصاحب امرحضرات (اولیاءاللہ) کی اطاعت کرو۔اس فرمانِ الٰہی پرعمل کرنے سے دین حاصل ہوتا ہے نہ کہ اللہ کی محبت کی آڑ میں انبیاء اوراولیاء کی توہین کرنے سے! جواس حکم کے خلاف کرتے ہیں یقیناً وہ گمراہ ہیں۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں مسجد میں داخل ہوا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے احادیث پر بحث کررہے تھے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اوران سے کہا آپ نے غور کیا لوگ مسجد میں احادیث پر بحث کررہے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا وہ ایسا کررہے ہیں میں نے جواب دیا جی ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''عنقریب فتنے پیدا ہوں گے تو میں نے عرض کی اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی کتاب اس میں تمہارے پہلے لوگوں کی خبریں ہیں اور بعد آنے والوں کی خبریں ہیں اور یہ تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی چیز ہے اور یہ الگ کرنے والی چیز ہے اس میں مذاق نہیں ہے جو ظالم شخص اسے ترک کرے گا اللہ تعالیٰ اسے خراب کردے گا اور جو شخص اس کے بجائے کسی اور جگہ سے علم حاصل کرنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہی کا شکار کردے گا یہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے یہ حکمت آمیز نصیحت ہے یہ سیدھا راستہ ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے خواہشات گمراہی کا شکار نہیں ہوتی ہیں اور زبان غلطی سے محفوظ رہتی ہے علماء اس کی وجہ سے سیر نہیں ہوتے اور بکثرت استعمال سے یہ پرانا نہیں ہوتا اس کے عجائب ختم نہیں ہوں گے یہ وہ ہے کہ جب جنات نے اسے سنا تو یہ کہنے سے باز نہ رہ سکے، بیشک ہم نے قرآن کو سنا ہے اور یہ بڑی حیرت انگیز چیز ہے یہ وہ ہے جو اس کے ہمراہ بات کرے گا وہ سچ بولے گا جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ عدل سے کام کرے گا جو اس پر عمل کرے گا اسے اجر ملے گا اور جو اس کی طرف دعوت دے گا اس کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کی جائے گی۔'' (سنن دارمی)

یہاں غیر مقلدین کو یہ بات سمجھنا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث اس لئے بیان فرمائی ہے کہ قرآن کے ظاہری وباطنی حقیقت کو سمجھے بغیر احادیث کریمہ کے ظاہری وباطنی حقیقت تک پہنچنا محال ہے، اسی طرح احادیث کریمہ کے ظاہری وباطنی حقیقت تک پہنچے بغیر قرآن کے ظاہری وباطنی حقائق سمجھ میں نہیں آسکتے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر آیت کے لئے ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن۔ اور ہر حرف کے لئے ایک حد یعنی حکم شرعی ہوتا ہے اور ہر حکم شرعی کے لئے ایک اطلاع پانے کی جگہ ہوتی ہے۔ (کتاب اللہ میں سے) نیز ارشاد گرامی ہے: "ھو الّذی لا تنقضی عجائبه" یعنی قرآن اللہ کا وہ کلام ہے کہ جس کے عجائب ولطائف کبھی ختم نہ ہوں گے۔

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی الفتح الربانی کے چند خطبات بھی ملاحظہ فرمایئے کہ آج کل کے حالات پر جو بالکل صادق آتے ہیں فرماتے ہیں تم رمضان میں اپنے نفسوں کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے خون سے افطار کرتے ہو اور ان پر ظلم کرکے جو مال حاصل کیا ہے اسے نگلتے ہو۔ اے لوگو افسوس کے تم سیر ہو کر کھاتے ہو اور تمہارے پڑوسی بھوکے رہتے ہیں اور پھر دعویٰ یہ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں، تمہارا ایمان صحیح نہیں ہے۔ دیکھو ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھ سے سائل کو دیا کرتے تھے اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالتے، اس کا دودھ دوہتے اور اپنا کرتہ سیا کرتے، تم ان کی متابعت کا دعویٰ کیسے کرتے ہو جب کہ اقوال وافعال میں ان کی مخالفت کر رہے ہو۔ اے مولویو! اے فقیہو! اے زاہدو! اے عابدو! اے صوفیو! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو،

ہمارے پاس تمہاری موت اور حیات کی ساری خبریں ہیں سچی محبت جس میں تغیر نہیں آسکتا وہ محبت الٰہی ہے، وہی ہے جس کو تم اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور وہی محبت روحانی صدیقوں کی محبت ہے۔ اے نفس، خواہش، طبیعت اور شیطان کے بندو، میں تمہیں کیا بتاؤں میرے پاس تو حق در حق، مغز در مغز اور صفا در صفا توڑنے اور جوڑنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یعنی توڑنا ماسوا اللہ سے اور جوڑنا اللہ سے۔ اے منافقو! اے دعویٰ کرنے والو! اے جھوٹو! میں تمہاری ہوس کا قائل نہیں اہل دل کی صحبت اختیار کرو لیکن تمہارے پاس تو دل ہے ہی نہیں تم تو سراپا نفس وطبیعت اور ہوا وہوس ہو۔ اے علم وعمل میں خیانت کرنے والو، تم کو ان (بزرگوں) سے کیا نسبت، اے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنو، اے اللہ کے بندوں پر ڈاکہ ڈالنے والو! تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں مبتلا ہو، یہ نفاق کب تک۔ اے عالمو اور زاہدو! بادشاہوں اور سلطانوں کے لئے تم کب تک منافق بنے رہو گے کہ تم اپنا زر ومال، شہوات ولذات حاصل کرتے ہو۔ تم اکثر بادشاہان وقت اللہ کے مال اور اس کے بندوں کے بارے میں ظالم اور خیانت کرنے والے ہو۔ اے الٰہی منافقوں کی شوکت توڑ دے اور ان کو ذلیل فرما یا ان کو توبہ کی توفیق عطا فرما اور ظالموں کا قلع قمع فرمادے، زمین کو ان سے پاک فرمادے یا ان کی اصلاح فرما (آمین)۔ اے بادشاہو! اے غلامو! اے ظالمو اور اے منصفو! اے منافقو اور اے مخلصو! دنیا ایک محدود وقت تک ہے اور آخرت غیر متناہی مدت تک ہے اپنے مجاہدے اور زہد سے جملہ ماسوا اللہ کو چھوڑ دو غیر سے طلب کو پاک کرو۔ جس نے دنیا کے امیروں سے طمع یا خوف کو دل میں

جگہ دی وہ موحد یا نائب رسول ﷺ ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا کیونکہ خالق کے بدلے مخلوق سے اُمید وخوف رکھنا شرک ہے۔ اے منافق اے مخلوق اور اسباب کی پرستش کرنے والے حق تعالیٰ کو بھلانے والے گردن جھکا پھر توبہ کر اس کے بعد علم سیکھ اور عمل کر اور مخلص بن ورنہ ہدایت نہ پائے گا۔

﴿۲﴾ وحئ خاص

وحئ خاص کے زُمرے والوں کو اللہ نے اہل ایمان کے نام سے یاد فرمایا ہے انہیں توکل طہارت قناعت اخلاق وکردار، یادِ الٰہی حیا غیرت علم وعمل کی دعوت دی ہے علم سے زیادہ عمل اور عمل صالحہ کی ترغیب دلائی ہے متعدد جگہ ہر حال میں شکر گذار رہنے کی نصیحت کی ہے اور اس کے احکامات شریعت طریقت حقیقت اور معرفت کی طرف رہبری کرتے ہیں، مزید ایمان والوں کی رہبری کے لئے ارشاد فرمایا ہے، اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ (یعنی پیر کامل) تلاش کرو تاکہ وہ تمہیں اللہ کی راہ میں کوشش کرنا سکھادے اور ممکن ہے تم فلاح پا جاؤ، اس لئے ایمان کے پہلے درجہ کے مومنوں سے اللہ کا یہ خطاب ہے کہ وہ اپنے رب کی جانب وسیلہ تلاش کر کے زُمرۂ خاص میں شامل ہو جائے۔ اور قرآن میں بھی ایسے کئی آیات ''وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ ﴿۱۶﴾'' (ق ۵۰:۱۶)، ''وَمَنۡ کَانَ فِیۡ ھٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَھُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی'' (بنی اسرائیل ۱۷:۷۲)، ''وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾'' (الذّٰریٰت ۵۱:۲۱) وغیرہ ہیں جس کی تائید میں احادیث کریمہ بھی ہیں جو علم حقیقت ومعرفت کی طرف رہبری کرتی ہیں۔ مثلاً حدیث جبرئیل ''ماالاحسان؟ یارسول اللہ (یعنی احسان کیا ہے) آپ ﷺ نے

فرمایا: ''ان تعبدو اللّٰہ کانّک تراہ فان لّم تکن تراہ فانہ یراک'' یعنی عبادت اس طرح کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ پختہ یقین رکھے کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا اہل ایمان کو چاہیے کہ ایمان کے تعلق سے محتاط رہے کیونکہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں قطعی مومن ہوں حضرت نے فرمایا اس سے پوچھو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا دوسری بات کو اللہ کے سپرد کر یا پہلی بات (مومن ہونے) کو بھی اللہ کے سپرد کیوں نہیں کر دیا؟ کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں مومن ہوں بلکہ کہے کہ میں انشاءاللہ مومن ہوں کیونکہ یہ دعویٰ معتزلہ کا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص یقینی طور پر یہ کہے کہ میں مومن ہوں تو وہ کافر ہے نیز نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جیسے زندہ رہو گے ویسے ہی مرو گے اور جیسے مرو گے ویسے ہی اُٹھائے جاؤ گے۔

﴿۳﴾ وحئ خاص الخاص

یہ تعلیم نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد خاص صحابہ اکرام کو دی، قربان جایئے کہ یہ تعلیم حقائق ومعرفت کو تماموں نے وحئ عام کے پیروکاروں سے بہت پوشیدہ رکھا کیونکہ اس تعلیم کی حقیقت سے ناآشنا لوگ کچھ کا کچھ سمجھ کر بہک نہ جائیں اس لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''حفظت عن النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعائین احدھما بشثتہ علیکم والاخر لو بشثتہ علیکم لقطع ھذا البلعوم'' یعنی میں نے نبی کریم ﷺ

سے دو تھیلے علم حاصل کر کے یاد کر لئے ہیں ان میں سے ایک کو تو میں نے تم لوگوں میں عام کر دیا اور دوسرا وہ ہے جس کو میں اگر تم پر فاش کر دوں تو یہ حلقوم کٹ جائے بعض معرفت کے مسائل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرماتے تو کبھی آپؐ جواباً یا اشارۃ کہتے لاو نعمک بھی مختصر جواب دے دیتے تھے۔ پھر یہ سلسلہ متواتر چلتا رہا آخر کار صحابہ اکرام سے یہ علوم اکابر اولیاء اللہ تک پہنچے بعض حضرات اس مقام پر پہنچ کر ایسے ایسے دعوے کیے ہیں کہ اس وقت کے علماء نے ان پر کفر کے فتوے صادر کر دیئے مثلاً حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سبحانی ما اعظم شانی اور لاالٰہ الاانا فرمایا۔'' حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ''لیس فی جبتی الااللّٰہ'' یعنی میرے جبے میں اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے انا الحق کا دعویٰ کیا اسی طرح حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''انا اقول انا اسمع ھل فی الدّارین غیری'' یعنی میں کہتا ہوں میں سنتا ہوں میرے سوا دونوں جہاں میں کون ہے۔ جب اس مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ماعبدنک حق عبادتک'' یعنی میں بندہ ہوں اور حق عبادت ادا نہ ہوا نیز فرمایا ''ماعرفنک حق معرفتک'' یعنی ابھی میں عارف ہوں حق معرفت ادا نہ ہوا، ان اقوال سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان مرتبہ ثابت ہوتا ہے۔

﴿۴﴾ وحئی اخص الخاص

اس زمرے میں شامل حضرات قدسیہ کے تعلق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے علماء کاملین یعنی اولیاء اللہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر

ہیں اور علماء کاملین کے متعلق فرمایا ''العلماء نجوم الارض'' یعنی علماء کاملین زمین کے ستارے ہیں نیز ارشاد فرمایا ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس مقام پر پہنچے تو فرمایا میں اس خدا کی عبادت نہیں کرتا جو آنکھوں کو نظر نہیں آتا اور اس طرح جب اس زُمرے میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ پہنچے تو ''ھذاقدمی'' کا دعویٰ کیا۔ یہ تمام علوم انبیاء اکرام کے لطائف حقائق اللہ جل وشانہ کے غیبی علوم وحقائق، معارف واسرار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر مکمل روشن تھے، جس سے عوام وخواص خاص الخواص فیضیاب ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام وحی کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ ''اوتیت علم الاولین والآخرین'' یعنی مجھے اولین وآخرین کا تمام علم عطا کیا گیا ہے۔ خواہ ان علوم کا اظہار عوام الناس میں ہوا ہو یا خواص میں ہوا ہو، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی انبیاء اکرام کی اول سے لیکر آخر تک تاریخی واقعات بیان فرمائے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل یہود کی غلطیوں کی نشاندہی کی تو تمام یہود لا جواب ہو گئے، تحریف توریت کے تعلق سے بیان فرمایا تو بڑے بڑے راہب پریشان ہو گئے۔

﴿۵﴾ وحئی اخص الاخص

یہ وہ علوم ہیں جو کسی بھی نبی کو عطا نہیں کئے گئے بلکہ یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایکم مثلی'' یعنی میرے جیسا کون ہے! اللہ ربّ العزت نے حدیث قدسی میں فرمایا ''لولاک لما اظھرت ربوبیتی'' یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو میں اپنی

ربوبیت کا اظہار نہ کرتا نیز حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے: ''لولاک لما خلقت الفلاک'' یعنی اگر آپ ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا، نیز ارشاد فرمایا ''لولاک لماخلقت الارض'' یعنی اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو زمین کو پیدا نہ کرتا۔ پھر فرماتا ہے ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴'' (الانشراح ۹۴:۴) نیز ارشاد فرمایا ''انک لعلیٰ خلق عظیم'' نبی کریم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ''انا من نور اللّٰہ و کل خلائق من نوری'' یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے ہیں۔ نیز ارشاد فرمایا ''اول ماخلق اللّٰہ نوری، اول ماخلق اللّٰہ روحی، اول ماخلق اللّٰہ عقلی، اول ماخلق اللّٰہ قلمی'' یہ مرتبۂ اخص الاخص سید کونین سرورانبیاء نبی کریم ﷺ کے لئے ہی مخصوص ہے اور نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث پاک ''لی مع اللّٰہ وقت'' اس علم اخص الاخص پر دلیل ہے۔

جاننا چاہئے کہ وحیٔ عام میں شریعت کے احکامات ہیں وحیٔ خاص میں طریقت کے احکامات ہیں وحیٔ خاص الخاص میں علم حقیقت سے لبریز احکامات ہیں، وحیٔ اخص الخاص میں علم معرفت کے پیغامات ہیں وحیٔ اخص الاخص میں شریعت طریقت حقیقت معرفت اور لامکانی اسرار ہیں۔

معلوم ہوا کہ عام علماء ان رموز سے نا آشنا ہو کر یا وحی کے ان اقسام سے ناشناس رہنے کی وجہ سے راہِ حق سے بھٹک کر کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ اس لئے اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس کو پڑھکر لوگ گمراہ بھی ہو جاتے ہیں اور راہِ ہدایت پر بھی آجاتے ہیں، جاننا چاہئے کہ وہ علماء کاملین جو

وحی کے ان تمام اقسام سے بخوبی واقف رہے ہیں وہی اللہ کے محبوب بندوں میں شمار ہیں اور اللہ نے اعلانیہ انہیں اپنا دوست قرار دیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ قرآن فہمی کے لئے وحیٔ متلو اور غیر متلو کا علم بہت ضروری ہے یعنی قرآن کو سمجھنے کے لئے احادیث کا سمجھنا بہت ضروری ہے جس نے وحیٔ متلو اور غیر متلو کو سمجھا وہی شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے اسرار تک پہنچا ورنہ وحیٔ عام سے ایک عام مسلمان مسائل فقہ کے احکامات کو تو اخذ کر سکتا ہے لیکن اللہ کا عرفان یا اللہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔

جو طبقہ مکمل قرآن کو صرف وحیٔ عام سمجھتا ہے وہ گمراہ ہو کر اپنے مفاد کے مطابق آیات کریمہ کا معنیٰ حاصل کر کے قوم وملت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیتا ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو قرآن کی تلاوت ثواب کی نیت سے کی جائے تو بیشک درست ہے اگر قرآن فہمی کا ذوق رکھتے ہو تو علمائے کاملین سے درس لینا ہوگا، آج کل کے حالات دہشت گردی، فساد پرستی بغض وعناد کا ماحول صرف قرآن کے نہ سمجھنے سے یا اپنی مرضی کے مطابق معنیٰ اخذ کرنے سے پیدا ہوئے ہیں۔

افسوس صد افسوس کہ تمام مسلمانوں نے قرآن کو صرف وحیٔ عام سمجھ کر قرآن کی ہر آیت سے اپنے مفاد کے مطابق معنیٰ اخذ کر کے نہ صرف امت مسلمہ کے ٹکڑے کئے بلکہ اسلام کو بھی بدنام کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی، اس بھیانک غلطی کی سزا پوری امت مسلمہ کو بھگتنے کا وقت آرہا ہے اور آج کے عبرتناک حالات اسی عام طبقے کے کچھ شرپسند دہشت پسند عناصر کی دین ہے۔

☆☆☆

بابِ سوم

اسلام کا معنیٰ کیا ھے ؟

''اسلام'' کا لغوی معنیٰ ہے گردن جھکانا یعنی عجز اختیار کرنا، تکبر، گھمنڈ اور ظلم وزیادتی نہ کرنا''اسلام'' سَلَمَ یاسَلِمَ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ امن (peace) سلامتی، خیر و عافیت کے ہیں، گویا اسلام سراپا امن وشانتی اور (peace) ہے اسلام کا دوسرا معنیٰ ہے تابع اور فرمانبرداری کرنا یعنی اللہ اور اس کے رسول ہادیٔ برحق محسن انسانیت نبی کریم ﷺ کے احکامات کی فرمانبرداری کرنا، پوری دیانت داری کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل کرنا ہے، معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نافذ کردہ قانون کو اسلام کہتے ہیں۔

اب سوچنے سمجھنے کا مرحلہ یہ ہے کہ'' تیرا دین تیرے ساتھ میرا دین میرے ساتھ'' کا حکم دینے والا اللہ اور'' لا اکراہ فی الدّین'' دین میں زور زبردستی نہیں ہے، کہنے والے رسول پاک ﷺ کا قانون اسلام انسانیت یا دنیا کے کسی بھی دھرم کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے؟ ہرگز یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ اللہ ربّ العزت نے خود اپنے پسندیدہ قانون کو نافذ فرما کر اسی کو قانونِ الٰہی قرار دیا جو نظامِ حیات کیلئے مکمل سراپا امن وشانتی اور پریم وسلامتی کا ضامن ہے۔ اسی لئے اللہ کے نزدیک اسلام پسندیدہ مذہب ہے۔'' اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۬'' (آل عمران ۱۹:۳)

بیشک دین (دھرم) اللہ کے نزدیک اسلام (یعنی سلامتی) ہی ہے۔'' کیونکہ اسلام مکمل امن وسلامتی، پریم وشانتی والا دین ہے اور اپنے بندوں کو یہ خوشخبری دی کہ'' وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ'' (المائدۃ ۵:۳)'' اور تمہارے لئے اسلام کو (بطورِ) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کرلیا۔'' اور ساتھ ہی اپنے بندوں کو یہ حکم بھی دے رہا ہے کہ'' اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ۪'' (سورۃ البقرۃ ۲:۲۰۸) '' اسلام (دائرہ سلامتی، امن، شانتی، peace) میں مکمل طور پر داخل ہوجاؤ۔''

لہٰذا اے بھائیو! اسی قانونِ انسانیت قانونِ اسلام یعنی قانونِ امن وشانتی پر مضبوط عہد کے ساتھ عمل کرنے کے لئے جس نے اس دین کو قبول کیا اسے ''مُسلم'' کہتے ہیں۔

مسلم کا معنیٰ کیا ھے ؟

گردن جھکانے والا یعنی اللہ کے حضور عاجزی سے گردن جھکانے والے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار کو مسلم کہتے ہیں۔ ایسے پاک قانون کا نام مذہب اسلام ہے، اسی پاک قانون کے ماننے والے اور اس قانون کے دائرے میں رہنے والے کو ہی مسلم کہتے ہیں۔ اللہ کے سامنے عاجزی سے سر جھکانے والا، اللہ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنے کا عہد کرنے والا ظالم اور انسانیت کا دشمن کس طرح ہوسکتا ہے؟ ظالم، جابر وسفاک، بے رحم، قاتل اور اللہ کی زمین پر انسانیت کی آبروریزی کرنے والا، بے گناہوں کو ناحق قتل کرنے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمانبردار کہاں ہوا؟ واقعی جو اللہ کے سامنے گردن جھکانے والا اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار غلام ہے تو وہ ہرگز ظالم

وسفاک، انسانیت کا دشمن نہیں ہوسکتا، جو ظالم سفاک انسانیت کا دشمن، بے گناہوں کا خون بہانے والا ہے وہ مسلم نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کا دھرم اسلام ہوسکتا ہے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے اللہ تعالیٰ کسی بد مذہب کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز زکوٰۃ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ نفل اور بد مذہب دین اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسا کہ گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔ مسلمان کی تعریف میں اللہ کے رسول ﷺ کی اس حدیث پاک کو ملاحظہ فرمایئے، اِمام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: **ان رجلا قال: یارسول اللّٰہ، ای الاسلام افضل؟ قال علیہ السلام: من سلم النّاس من لسانہ ویدہ.** (احمد بن حنبل، المسند) ''ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! کونسا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (اس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔'' مزید مسلمانوں کے تعلق سے فرمایا، اِمام طبرانی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: ''**ای المسلمین خیر، یارسول اللّٰہ؟ من سلّم النّاس من لسانہ ویدہ.**'' (طبرانی، المعجم) ''یارسول اللہ! کون سے مسلمان بہتر ہیں؟ فرمایا (اس شخص کا اسلام بہتر ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔'' اب خود فیصلہ کرو ناحق قتل کرنے والا، خون خرابہ کرنے والا، ظالم، جابر، سفاک، بے گناہ لوگوں کا خون بہاکے انسانیت کو شرمسار کرنے والا کیا نبی کریم ﷺ کے مطابق مسلمان ہوسکتا ہے؟ کیا تمہیں معلوم ہے ایک انسان کے جان کی قیمت بارگاہ

خداوندی میں کتنی ہے؟ ارشاد باری تعالی ہے: ''مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا'' (المائدة ۵:۳۲) ''جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ اس آیت کریمہ میں انسانی جان کی حرمت بتائی گئی ہے، اس قول کا معنیٰ کیا ہے؟ عورت یا مرد، چھوٹے یا بڑے، امیر یا غریب، مسلم یا غیر مسلم کسی کی بھی تخصیص نہیں رکھی گئی بلکہ ایک بے گناہ انسان کے ناحق قتل کو سارے معاشرے اور ساری انسانیت کا قتل کہا ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک بے گناہ کی جان بچالی اس نے ساری انسانیت کی جان بچالی۔ اے میرے بھائیو! یہ مقامِ فکر ہے، یہاں محسنِ انسانیت نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جس نے ایک مسلمان کی جان بچالی اس نے سارے اسلام والوں کی جان بچالی، یا یہ نہیں فرمایا کہ جس نے ایک مسلمان کو قتل کیا اس نے سارے اسلام والوں کو قتل کیا۔ نہیں بالکل نہیں میرے بھائیو! بلکہ نبی کریم ﷺ نے یہاں تمام انسانوں کی جان کی بات کہی ہے، ساری انسانیت کے درد کو محسوس کیا ہے تمام انسانوں سے ہمدردی کا پیغام اور ساری انسانیت کے تحفظ کا درس دیا ہے۔

ایمان کسے کہتے ہیں؟

ایمان کا معنیٰ ہے مان لینا، کسی بھی چیز کو مان لینا، یہاں مان لینے سے مراد صرف زبان سے نہیں پوری نیت اور عقیدے کے ساتھ مان لینا ہے اور اس مان لینے والے سے دین اسلام کیا مطالبہ کرتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں

ایمان یہ ہے کہ توحید و رسالت اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے قانونِ شریعت کو بھی زبان و دل سے مان لیا جائے۔ پورے اخلاص سے اگر کوئی اللہ کا بندہ ان احکام کو مانتا ہے تو اسے مؤمن کہتے ہیں۔

حدیث پاک: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانے میں بہت سے جھوٹے مکار لوگ ہوں گے جو تمہارے سامنے (اسلام کے نام سے نئے نئے نظریات اور) نئی نئی باتیں پیش کریں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادا نے، ان سے بچنا، ان سے بچنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں (صحیح مسلم)۔ آج ہم اسی آخری دور میں جی رہے ہیں اور آج اسلام کے نام پر ہی اسلام کے تہتر ٹکڑے ہو چکے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے جن نئی نئی باتوں کے اسلام کے نام پر پیش آنے کی بات سے آگاہ فرمایا تھا آج وہ بھی دیکھنے اور سننے کو مل رہی ہیں، آج توحید و رسالت کے ماننے والے ہی صاحبِ رسالت ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کو شرک و بدعت کہہ رہے ہیں ہے۔ قانونِ شریعت کے مطابق ''دین میں زور و زبردستی نہیں ہے'' اس حکم کو بالائے طاق رکھ کر کچھ لوگ جماعتوں اور فرقوں کے نام پر اپنے اپنے مدارس، اپنی اپنی مساجد بنا کر زبردستی کر رہے ہیں بلکہ شرک و بدعت کے فتوے بھی دے رہے ہیں، آئے دن ان فرقوں میں جماعتی جھگڑے اور فساد ہو رہے ہیں، نبیوں کو مردہ قرار دیا جا رہا ہے، **نعوذ باللہ!** اولیاء اللہ اور صوفیانِ کرام کی توہین ہو رہی ہے، پیغمبروں کے مزارات کو بموں سے اڑایا جا رہا ہے، تعجب ہے پھر بھی لوگ ان کو مسلمان مان کر انھیں اسلام کے ساتھ جوڑ رہے

ہیں، کیا مسلمان ایسے ہوتے ہیں؟ آخر مانا تو ان لوگوں نے کیا مانا؟ عاجزی سے گردن جھکانے والا اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والا کیا ایسا ظالم بھی ہو سکتا ہے؟ کیا واقعی یہ مسلمان یا مؤمن ہو سکتے ہیں؟ ''دین میں زور و زبردستی نہیں ہے'' تو یہ دوسرے دھرم والوں کی توہین اور انسانیت کا قتل کس طرح کر سکتے ہیں؟ اگر یہ ظالم و سفاک حرکتوں کی اجازت ان کو حاصل ہے تو یہ بالکل اسلام اور ایمان کے خلاف ہے۔ حدیث پاک ہے حضرت شریح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **واللہ لایؤمن، واللہ لایؤمن، واللہ لایؤمن. قیل: من یارسول اللہ؟ قال: الذی لایامن جارہ بوائقہ.** (بخاری، الصحیح) ''خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں، خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں، خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کون (مؤمن نہیں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہیں'' مزید ارشاد فرماتے ہیں: **لاایمان لمن لاامانۃ لہ.** (ابن حبان، الصحیح) ''جس شخص کی زندگی میں امانت نہیں ہے (یعنی وہ لوگوں کی جان و مال اور دیگر حقوق و فرائض پر امین نہیں ہے) وہ قطعاً صاحبِ ایمان نہیں ہے۔''

معلوم ہوا کہ ایسے لوگ مسلم ہیں اور نہ انسان! تو آخر یہ لوگ کون ہیں؟ جو دائرۂ اسلام میں مسلم کا لیبل لگا کر گھس آئے ہیں، یہ لوگ انسان اور انسانیت کے دشمن، امن و شانتی، صلح اور فلاح کے دشمن ہیں۔ لہٰذا اے دنیا والو! تم ان کے حلیوں اور نعروں سے ان کو مسلمان سمجھ کے دھوکا نہ کھاؤ اور دنیا کے ہر مسلمان کو ان کے جیسا نہ سمجھو کیونکہ حقیقی مسلمان وہ ہوتا ہے جو دین میں زور و زبردستی نہیں کرتا

بلکہ یہ اعلان کرتا ہے کہ ’’تیرا دین تیرے ساتھ میرا دین میرے ساتھ‘‘ حقیقی مسلمان وہ ہوتا ہے جو ایک بے گناہ انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل مانتا ہے اور ایک انسان کی جان بچانے کو پوری انسانیت کی جان بچانے پر ایمان رکھتا ہے۔

کفر کا معنیٰ کیا ہے ؟

آج کل لوگ اس لفظ کفر کو ایک گالی تصور کر رہے ہیں، دنیا کی ہر قوم، ہر زبان کو پڑھنا اور لکھنا سیکھ رہی ہے اور سمجھ بھی رہی ہے، مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حقیقت کے خلاف من گھڑنت معنیٰ گھڑ کے صرف نفرت پھیلانے کا کام کرتے ہیں اللہ انہیں بھی توفیق دے۔ کفر کا معنیٰ کیا ہے؟ کسی چیز کو ڈھانک دینا، حق کو پوشیدہ کرنا، یا چھپا دینا ہے۔ قانونِ شریعت کے مطابق کفر کا معنیٰ ہے فرائض اور اسلام کے ارکان کا انکار کرنا۔ کفر کے تعلق سے حضرت بغویؒ فرماتے ہیں کہ کفر کے چار اقسام ہیں:

(۱) ’’**کفر الانکار**‘‘، یعنی وہ شخص جو نہ اللہ کو جانتا ہے نہ اسکی ذات کا اعتراف کرتا ہے۔

(۲) ’’**کفر الاجھود**‘‘ یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کو خوب جانتا ہے مگر زبان سے اعتراف نہیں کرتا جس طرح ابلیس کا کفر۔

(۳) ’’**کفر الاعناد**‘‘، یعنی دل سے جانتا ہے مگر زبان سے حق کا اقرار نہیں کرتا۔

(۴) ’’**کفر الانفاق**‘‘، یعنی زبان سے اقرار کرتا ہے مگر دل میں منافقت رکھتا ہے۔ (حوالہ تفسیر روح البیان)

لہٰذا قرآن میں ارشادِ گرامی ہے: **ففروا الی اللہ** ’’اللہ کی طرف دوڑو‘‘

یہ اسلام ہے اور صوفیوں کے نزدیک: **ففرّوا من اللہ**. ’’اللہ کے خلاف دوڑو‘‘ کو کفر کہتے ہیں۔ اس بحث سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے، کہ یہ اصطلاحاتِ اسلامی ہیں۔ لہٰذا اس میں صرف مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے اور مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ جان بوجھ کر حق پر پردہ نہ ڈالو، جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ، چاہے کسی بھی قوم یا دھرم کا انسان کیوں نہ ہو اس کے بھی حق کو نہ چھپاؤ نہ اس کے حق پر پردہ ڈالو۔ اگر تم حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اور ارکان اسلام کے ماننے والے ہو بحیثیت انسان بحیثیت مسلمان اللہ نے تم پر جو فرض کیا ہے اس پر اگر تم عمل کرنے والے ہو، ارکانِ اسلام پر عمل کرنے والے ہو تو حق کا ساتھ دو حق کو نہ چھپاؤ ورنہ دائرۂ اسلام میں رہ کر بھی تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ قانونِ شریعت کا اصطلاحی کفر کا استعمال تو سب سے پہلے ان پر ہونا چاہئے جو دائرۂ اسلام میں رہ کر قانونِ شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اگر ہم تیرا دین تیرے ساتھ میرا دین میرے ساتھ کے حکم پر عمل کرنے والے ہیں تو اس لفظِ کفر کا استعمال ہم دوسروں کی توہین کرنے کے لئے کس طرح کر سکتے ہیں؟ جب کہ یہ اصطلاح کفر کو غلط جگہ غلط وقت غلط محل پر استعمال کر کے لوگوں نے اسے بدنام کر دیا ہے۔ کفر عربی لفظ ہے تو اس کا صحیح ترجمہ کیوں نہیں کیا گیا؟ اس کے صحیح ترجمہ سے دوسرے دھرم کے بھائیوں کو واقف کرواؤ، انہیں بتلاؤ کہ لفظ کفر گالی نہیں ہے فی الزمانہ دوسروں کو کافر کہنے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہمارے نام نہاد اسلام کے دائرے میں ایسے کتنے لوگ ہیں جو جان بوجھ کر دوسروں سے حق چھپاتے یا جان بوجھ کر دوسروں کا حق مارتے ہیں۔ کلام مجید میں تو حق چھپانے والوں کے لئے وعید آئی

ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۴۲﴾ (البقرۃ ۲:۴۲) ’’حق و باطل کی آمیزش نہ کرواور نہ ہی جان بوجھ کر حق کو چھپاؤo‘‘ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ دائرۂ اسلام میں رہ کر خود کو مسلمان کہنے والے کتنے فرائض کے پابند ہیں، کتنے ارکانِ اسلام کے پابند ہیں؟ اگر نہیں بالکل نہیں، تو اسلام کا نام لینے والوں میں، خود کو مسلمان کہنے والوں میں اگر یہ حق کو جان بوجھ کر چھپانے والے، دوسروں کا حق مارنے، دین میں زور وزبردستی کرنے، تیرا دین تیرے ساتھ میرا دین میرے ساتھ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کے جذبات ہیں تو ایسے لوگوں کو بھی کیا ہم صاحبِ اسلام کہیں گے؟ بلکہ ایسے لوگوں سے ہمیں دور کا واسطہ بھی نہیں رکھنا چاہئے اور جو ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتے نہ جان بوجھ کر ہمارا حق مارتے ہیں انہیں ہم حقیر کیوں سمجھیں؟ آخر یہ دوہرا پیمانہ کیوں؟ ہم خود کو جنتی اور ہر حال میں جنتی اور دوسروں کو جہنمی کیسے کہہ سکتے ہیں؟ آخر ہم کس طرف جارہے ہیں؟ ہمارا دین آج کل ایک ایسا آشرم بن گیا ہے جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ، صحابہ اکرام اولیاء اللہ انسان اور انسانیت کے دشمن اسلام کا لیبل لگا کر گھس آئے ہیں۔ یہ شدت پسند یہ برائے نام مسلمان جن کی نظروں میں بے قصور انسان ذلیل ہے! ان کا یہ کیسا دوہرا پیمانہ ہے؟

شرک کا معنیٰ کیا ھے؟

شرک کا معنیٰ یہ ہے کہ کسی چیز میں کوئی دوسری چیز کو شریک کیا جائے، آمیزش کی جائے۔ اللہ نے دنیا کی ہر چیز چار عناصر سے پیدا فرمائی ہے مثلاً ’’پانی‘‘ اللہ نے پانی کو دو حصہ ہائیڈروجن ایک حصہ آکسیجن کی شراکت سے یا آمیزش

سے پیدا کیا ہے اس لئے کیا پانی مشرک ہوگیا؟ اور ایسے ہی ’’مٹی‘‘ مٹی کو اللہ نے کئی طرح کی کیمیائی (کیمیکل) شراکت سے پیدا کیا ہے اس لئے کیا مٹی بھی مشرک ہوگئی؟ اور اس طرح ’’ہوا‘‘ ہوا میں بھی آکسیجن، ہائیڈروجن، نائٹروجن اور کاربن ڈائی آکسائڈ جیسے ہواؤں کی شرکت یا آمیزش موجود ہے تو کیا ہوا بھی مشرک ہوگئی؟ ’’آگ‘‘ کو زندہ رکھنے کے لئے جلنے جلانے کے لئے ہائیڈروجن اور آکسیجن کی شرکت یا آمیزش سے پیدا کیا ہے کیا آگ بھی مشرک ہوگئی؟ دنیا کی ہر چیز ان ہی چار عناصر سے ترتیب پائی ہے، ہر چیز ان چار عناصر کا مرکب ہے تو کیا ہر چیز مشرک ہوگئی؟ کیا اس نظام قدرت یعنی فطری سائنسی نظام کو ہم مشرک مان لیں؟ آج ہم جو خوراک کھا رہے ہیں دوائیاں گولیاں اور انجیکشن طبی طریقۂ علاج مختلف چیزوں کے اشتراک سے یا آمیزش سے بنتے ہیں تو کیا ہر چیز مشرک ہوگئی؟ آخر یہ شرک وبدعت کے روگی کس منہ سے شرک وبدعت کے فتوے لگاتے ہیں؟ یہ لوگ جانتے ہی نہیں کہ دین فرع ہے یعنی ڈالیوں کی مانند ہے جب کہ پیڑ کا تنہ ایمان کی مانند ہے، اور ایمان کی اصل کیا ہے؟ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یوسف ۱۲:۱۰۱) ہے۔ اللہ فاطر ہے زمین اور آسمان کی ہر چیز کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے ’’فطرت‘‘ ہی کا انگریزی ترجمہ ’’سائنس‘‘ ہے۔ کیا فطرت یا سائنس بھی مشرک ہے؟ اے میرے بھائیو! دین کو اگر سمجھنا ہے تو ایمان کو سمجھو، ایمان کو سمجھنا ہے تو فطرت کو سمجھو پھر فتویٰ بازی کرو۔ اصطلاح شریعت میں شرک کسے کہتے ہیں؟ اللہ کی ذات میں کسی بھی چیز کی شرکت روا رکھنا یا اللہ کے ہمسر قرار دینے کا نام شرک ہے۔ رہا صفات میں کسی کو شریک ماننا یہ مسئلہ ذرا پیچیدہ ہے کیوں کہ ہم اللہ

کو کریم، رب، رؤوف، رحیم، ستار اور غفار وغیرہ کئی صفات سے یاد کرتے ہیں اور دوسری طرف نبی کریم رؤوف الرحیم ﷺ کو بھی انہیں صفات سے متصف مانتے ہیں کیوں کہ اللہ نے خود فرمایا ہے: تخلقوا باخلاق اللّٰه. یعنی ''اپنے اندر اللہ کی صفات کو پیدا کرو۔'' تو معلوم ہوا مسئلہ ذاتِ الٰہی ہی بہت اہم ہے، لہٰذا ہم کسی بھی چیز کو اللہ کا ہمسر قرار نہیں دے سکتے۔ شرک کے تعلق سے حضرت علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں ''اُلوہیت کا معنیٰ واجب الوجود ہونا ہے (جو بالذات ہے) اور شرک کا حقیقی معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو واجب الوجود نہ سمجھا جائے (یعنی بالذات نہ سمجھا جائے) یہ شرک ہے۔

اے بھائیو! یہ اصطلاحات کی وعید بھی صرف اُن لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو دائرۂ اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو چکے ہیں کیونکہ اللہ اپنے بندوں سے دائرۂ اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جانے کا مطالبہ فرما رہا ہے۔ اسلام و ایمان، امن و سلامتی اخلاق، کردار، حیا، پاکیزگی، صلۂ رحمی، خدمتِ خلق، انسانیت کی فلاح و بہبودی کی نیت کے ساتھ، دین میں زور وزبردستی نہ کرنے کی نیت کے علاوہ ''تیرا دین تیرے ساتھ میرا دین میرے ساتھ'' کے حکم پر مکمل عمل کرنے کے بعد دوسرے دھرم اور ان دھرم کے رہنماؤں کو برا نہ کہنے کی نیت کے ساتھ مکمل طور پر اسلام میں اس طرح داخل ہو جاؤ کہ تمہارے ایمان کے ساتھ اخلاق و کردار بھی مثالی ہو جائیں اور تمہارے ہاتھ، پاؤں، نگاہوں، عقلوں، علم، اعمال، سوچ اور نیت سے کبھی کسی کو نقصان نہ پہنچے تاکہ ظلم و بربریت سے انسان اور انسانیت محفوظ ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ اکرام نے عرض

کیا یا رسول اللہ ﷺ تنگ دست مفلوک الحال مفلس ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مفلس وہ نہیں ہے جو نماز روزہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا بلکہ وہ ہے جو کسی کو گالیاں دیتا ہو، بہتان تراشی کرتا ہو، ناجائز مال کھاتا ہو اور ناحق خون خرابہ اور قتل کرتا ہو وہ جہنمی ہے۔ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے یا کسی مخلوق کو اللہ کا ہمسر قرار دینا قانونِ اسلام کے تحت مسلمانوں کے نزدیک شرک ہے اور یہ کام وہ شخص نہیں کر سکتا جو دائرۂ اسلام میں محفوظ ہے۔ اگر کوئی ہمارے دین سے کوئی جداگانہ مذہب رکھتا ہے یا اپنے مذہب کے مطابق کچھ بھی عقائد رکھتا ہو اور اس کے عقائد سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہو رہا ہے تو اس پر یہ اصطلاح کو زبردستی کیوں تھوپتے ہو جب کہ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ہے: ''لا اکراہ فی الدین'' یعنی دین میں زور زبردستی نہیں ہے'' تو پھر کیوں زبردستی اس پر فتویٰ بازی کر رہے ہو جو تم سے جداگانہ مذہب رکھتا ہے، جب کہ اللہ نے بھی فرما دیا: ''تمہارا دین تمہارے ساتھ میرا دین میرے ساتھ۔'' اگر کوئی دائرۂ اسلام میں آنے کے بعد دو اللہ کہہ رہا ہے، یا اللہ کا شریک یا ہمسر قرار دے رہا ہے تو اس پر تم شوق سے فتویٰ دو۔ تم اپنے آپ پر اور اپنے مذہب کے ماننے والوں پر نظر ڈالو اور بتاؤ کہ کیا کسی کا عقیدہ ایک سے زیادہ اللہ ہونے کا ہے؟ ورنہ یہ لفظ ''شرک'' ایک گالی کی صورت اختیار کر لے گا اور گالی کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

اے شرک و بدعت کی آڑ میں جماعتِ حقہ کے ٹکڑے کرنے والو! اے اجتماعات کے کارکنو! اے اَن پڑھ مبلغو! ذرا غور کرو کہ اللہ نے کیا فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ (المائدہ ۵:۳۵) ''اے ایمان والواس (اللہ) کی طرف وسیلہ تلاش کروتا کہ وہ تمہیں اس کی راہ میں جدوجہد کرنا سکھائے تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔'' تم اللہ کے حکم کے مطابق وہ وسیلہ تلاش کیوں نہیں کرتے ہو جس کی اللہ نے خود وضاحت کی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء ۴:۵۹) ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول (ﷺ) کی اطاعت کرواوران کی اطاعت کرو جو تم میں صاحبِ امر ہیں ٥'' اگر اللہ کی اطاعت کرنا چاہتے ہوتو اس کے رسول پاک ﷺ کی اطاعت کرو اور رسول پاک ﷺ کی اطاعت کرنا چاہتے ہوتو صاحبِ امر یعنی اولیاء اللہ کی اطاعت کرو، اگر کوئی مسلمان اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے کے لئے اللہ ہی کے بتائے ہوئے وسیلہ یعنی اللہ کے دوست صاحب امر اولیاء اللہ کی اطاعت کرتا ہے یا اولیاء اللہ سے مدد مانگتا ہے تو یہ شرک کیسے ہوا؟ جب کہ یہ حکم اللہ ہی نے دیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق (اللہ) کو دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا، نیز یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کامل عالم (یعنی ولی اللہ) کی زیارت کی اس نے میری زیارت کی جس نے کامل عالم (یعنی ولی اللہ) سے مصافحہ کیا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا جو کامل عالم (ولی اللہ) کی مجلس میں بیٹھا گویا وہ دنیا ہی میں میری مجلس میں بیٹھا۔ (حوالہ روح البیان)

اس سے معلوم ہوا کہ جس نے اللہ کے ولی کی زیارت کی اس نے اللہ کے رسول ﷺ کی زیارت کی جس نے اللہ کے ولی سے مصافحہ کیا اس نے اللہ

کے رسول ﷺ سے مصافحہ کیا اور جو ولی اللہ کی مجلس میں بیٹھا وہ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا۔ اے کٹ پیس اسلام رکھنے والو تم صرف اپنے اپنے فرقوں کو ترقی دینے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی اس حدیث کے حکم کو بھی شرک قرار دے رہے ہو؟ نیز آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''ان اولیاء اللّٰه لایموتون بل ینتقلون من الدّار الی الدار'' یعنی'' بیشک میرے اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اولیاء اللہ کے قبور جنت کے باغوں میں سے ہیں یعنی جنت کے باغ ہیں جب اولیاء اللہ مرتے نہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں تو ان کے مزارات کی زیارت کرنا کہاں سے شرک ہوا؟ اور یہ لوگ جنت کے باغات (اولیاء اللہ کے مزارات) کی زیارت کرنے کو بھی شرک وبدعت کہتے ہیں اگر تم صحیح ہوتو کیا یہ احادیث پاک نعوذ باللہ من ذالک غلط ہیں؟ نہیں احادیث کریمہ یقیناً صحیح ہیں اور تم لوگ غلط ہو، تسلیم کرلو یہی حق ہے، زیارت اولیاء اللہ کو شرک وبدعت کہنے والو تم خود حق پر نہیں ہو جب کہ زائرین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ہی کررہے ہیں پھر وہ مشرک کیونکر ہوئے؟ کیا وہ اولیاء اللہ کو اللہ کا ہمسر یا شریک ٹھہرا رہے ہیں؟ یا وہ اولیاء اللہ کو ہی معبود مان کر اُن کی عبادت کررہے ہیں؟ نہیں بالکل نہیں! تو اولیاء اللہ کے ماننے والے مشرک کس طرح ہوئے؟ **شرک کالغوی معنٰی:** علامہ تفتازانی رحمتہ اللہ علیہ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں کہ مشرک ہونے کا مطلب ہے کہ اس کی اُلوہیت جس کو واجب الوجود یعنی جو بالذات ہے اس میں کسی کو شریک ٹھہرانے کا

نام شرک ہے۔ اب زمانہ بدل چکا ہے آج نیا دور ہے اور دنیا ترقی کی طرف جارہی ہے، انسان چاند سورج ستارے اور مریخ پر کمندیں ڈال رہا ہے اور تم صرف شرک وبدعت کے نام پر اجتماعات میں مصروف اور دنیا کی محبت میں مبتلا بینک بیلنس بڑھانے میں مصروف ہو۔ حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں نیک اعمال جلد اختیار کرلو ان دہشت پسند فتنوں سے بچو جو سخت تاریک راتوں سے بھی سیاہ تر ہیں وہ ایسا نازک دور ہوگا کہ صبح کو انسان مومن ہوگا تو شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر اس وقت دین کو دنیا کے لئے بیچ دینا معمولی کارنامہ ہوگا، نیز ارشاد فرماتے ہیں: ''النّاس کلھم سکاریٰ الا العلمون '' یعنی تمام لوگ نشوں میں مخمور ہیں صرف علماء کاملین (اولیاء اللہ) باہوش ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان کی عجیب حالت ہے اس کے گدھے یا بیل میں کوئی خرابی پیدا ہوجائے تو اس کی اصلاح کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے لیکن اس کی اپنی ذات میں اگر خرابی پیدا ہوجائے تو اس کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ یادرکھو وقت کو برباد کرنے والوں کو وقت ہی برباد کر کے چھوڑے گا! خدارا یہ شرک وبدعت کے کاروبار بند کرو، سعودی ازم اور وہابی ازم کے نظریات کو پھیلانا چھوڑ دو، یہ گمراہ وہابی ازم اور سعودی ازم کب تک چلے گا؟ کب تک اس کی حکومت رہے گی؟ دنیا کی تاریخ گواہ ہے، کئی فراعین کی حکومتیں تباہ ہوگئیں ان کے ممالک کی سرحدیں تک مٹ گئیں ان کے نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔ ہمارے آقا ﷺ کی بارگاہ میں ''سلام پیش کرنے والوں کو'' سزائیں دینے والے کب تک رہیں گے؟ گنبد خضریٰ میں تاریکی پھیلانے والے کب تک باقی رہیں گے؟ آج

ہندوستان میں جو کروڑوں مسلمان ہیں وہ کس کی وجہ سے مسلمان ہیں! اگر خواجۂ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے وفادار غلام، صوفیانِ کرام ہندوستان میں نہ آتے تو کیا ان کروڑوں مسلمانوں کا وجود یہاں ہوتا؟ اے خود کو بڑی شان سے ہندوستانی مسلمان کہنے والے اگر آج تو مسلمان کہلاتا ہے تو صرف خواجۂ ہند کی طفیل سے ہے، اے خواجۂ ہند سے غداری کر کے اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے شرم کر۔

آ تجھے ایک بار پھر وہ حدیث قدسی یاد دلا دوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص میرے کسی ولی سے دُشمنی کرتا ہے وہ میرے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہے اور میں اپنے دوستوں کی محبت میں (ان دُشمنوں کے خلاف) ایسا قہار بن جاتا ہوں جیسے شیر اپنے بچوں کے لئے۔ اے اللہ کے بندے اللہ کے قہر سے ڈر اور اولیاء اللہ کی عداوت چھوڑ دے۔

مشرک کسے کھتے ھیں ؟

''مشرک'' اسے کہتے ہیں جو کسی چیز میں دوسری چیز کو شریک کرتا ہے یا آمیزش کرتا ہے اس شرکت اور آمیزش کے تعلق سے ہم اوپر بحث کر آئے ہیں اب مزید ضرورت نہیں۔ قانونِ شریعت کے مطابق مشرک اسے کہتے ہیں جو اللہ کی ذات میں کسی کو شریک یا ہمسر قرار دے۔ دائرۂ اسلام میں آنے والا ایسا ایک بھی شخص ہمیں نہیں ملا جس نے یہ کہا ہو کہ فلاں چیز اللہ کی ذات کا ہمسر یا شریک ہے، اگر کسی عالم یا کسی دین کے ٹھیکیدار کو ایسا شخص ملتا ہے تو اسے چاہیے کہ بڑے شوق سے دائرۂ اسلام سے نکال باہر کردے، اگر کوئی دائرۂ اسلام سے باہر کسی اور دھرم والا شخص چاہے خود کو خدا کہہ لے یا دو تین چار خدا ہونے کا عقیدہ رکھے تو

ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے، جب اللہ نے شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے تو شرک کرنے والے کو وہ خود سزا دے لے گا، تم لوگ کون ہوتے ہو کسی کو سزا دینے والے؟ سزا اور جزاء کا مالک تو صرف اللہ ہے۔ اےئ ناحق قتل و غارت گری کرنے والو، اےئ ایک اللہ اور رسول کو ماننے کا دعویٰ کرنے والو، اےئ اسلام اور ایمان رکھنے کا دعویٰ کرنے والو، شرک و بدعت کے فتوے دینے والو، کیا اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث پاک کے مطابق تم وہ بہترین انسان ہو جس سے اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچ رہا ہے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں بہترین وہ انسان ہے جس سے اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ نفع پہنچے، کیا تمہارے اخلاق و کردار ایسے ہی ہیں جس سے اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچ رہا ہے، کیا تم اللہ کی مخلوق پہ شفیق مہربان اور اللہ کے رسول ﷺ کے وفادار غلام انسان اور انسانیت کے دوست ہو؟ کیا اپنے علم کے مطابق تم عمل بھی رکھتے ہو؟ کیا کبھی تمہارے ہاتھوں کسی انسان کا گھر برباد یا کسی پر ظلم نہیں ہوا؟ کیا ظالموں نے بے گناہوں کو ناحق قتل کر کے ان کے بیوی بچوں کو بے سہارا نہیں کیا؟ کیا بے گناہ عورتیں بچے بوڑھے ظلم و بربریت کا شکار نہیں ہوئے؟ ان سوالات کے جوابات تم خود اپنے اعمال کردار کا محاسبہ کر کے ڈھونڈ لو اور خود فیصلہ کر لو کہ واقعی تم اسی رسول ﷺ کے اُمتی ہو جو رحمت، و محبت، اخلاق و کردار امن و سلامتی کے پیکر اور محسن انسانیت کی نادر مثال ہیں اور قرآن پاک میں بھی ارشاد ربانی ہے کہ اللہ ان کو دوست رکھتا ہے جو دوسروں پہ رحم کرتے ہیں، احسان کرتے اور جذبۂ عفو رکھتے اور ان کی بھلائی چاہتے ہیں۔ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں

تمہارا مقام کیا ہے تو یہ دیکھو خدا کی مخلوق تمہیں کیسا سمجھتی ہے۔ اور یہ بھی تم لوگ ہی بتاؤ کہ تمہیں انبیاء اولیاء سے آخر اتنی دشمنی کیوں ہے؟ کہ ان کی وفات کے بعد بھی ظالموں نے ان کے مزارات کو تک نہیں بخشا، ایک طرف تو تم اللہ کے دوستوں سے دشمنی بھی رکھتے ہو اور خود کو مسلمان بھی کہتے ہو، یہ تم کیسے مسلمان ہو اور وہ کونسا ایسا زہر ہے جو تمہارے اندر سرایت کر کے تمہیں شرک و بدعت کا روگی بنا گیا جس کی وجہ سے تم انسان اور انسانیت کے دُشمن بن گئے ہو۔ اےئ اللہ کے بندو یہ شرک و بدعت کا شیطانی نسخہ ہے اسے خدارا ترک کر دو، اسی شرک و بدعت کے جذبے نے دنیا میں فساد اور دہشت کو جنم دیا ہے، شرک و بدعت کا معنیٰ کیا ہے تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے یہ کام اللہ کے دوستوں کا ہے وہ اللہ کے بندوں کو بتا دیں گے۔ تم صرف محنت سے حلال کی روٹی کما کر خود بھی کھاؤ اور اپنے اہل و عیال کو بھی لقمہ حلال کھلاؤ، اجتماعات میں بھیک کے ٹکڑے نہ کھاؤ، آج دنیا جل رہی ہے تو لوگ اسلام کو نشانہ بنا رہے ہیں یہ جو شرک و بدعت کا نسخہ ایجاد کر لیا گیا ہے اسی شرک و بدعت نے کئی ممالک کو تباہ کر کے بے گناہ انسانوں کا خون بہا کر انسانیت کا منہ کالا کر دیا ہے، خدارا سمجھ جاؤ سنبھل جاؤ!

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک

(علامہ اقبال)

منافقت کسے کہتے ہیں ؟

ظاہر و باطن کے تضاد کو منافقت کہتے ہیں ، دو رخہ پن کو منافقت کہتے ہیں ، نیت کچھ، عمل کچھ، کہنا کچھ، کرنا کچھ، یعنی قول و فعل میں تضاد کو منافقت کہتے ہیں ۔ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے: لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الصف ۶۱:۲) ’’وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ۔‘‘ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (البقرہ ۲:۴۴) ’’تم دوسروں کو نصیحت کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو‘‘؟ یہ منافقت ہے اور یہ منافقت تو کفر و شرک اور بدعت سے بھی بدتر ہے۔

حدیث پاک: نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے ایک قوم کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے پھر میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا اۓ جبرئیل یہ لوگ کون ہیں جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ آپ کی امت کے وہ خطیب لوگ ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے اسلئے یہ جہنمی ہو چکے ہیں پھر اُن جہنمیوں سے پوچھا گیا تم کون ہو انہوں نے کہا کہ ہم وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے تھے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے ۔ اۓ اللہ کے بندو! اب ذرا خود کی نیت اور عمل پر نظر ڈال کر پورے انصاف سے خود کا جائزہ لو گے تو تم میں اگر پوشیدہ خرافات موجود ہیں تو وہ ضرور ظاہر ہو جائیں گے واقعی اگر تم ہر طرح کی گندگی اور آلودگی سے پاک ہو تو تم مسلمان ہو ورنہ تم وہ ہو جو دوسرں کو نصیحت کرتے اور خود کو بھول جاتے ہو اور تمہارے اعمال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات و احکامات

کی تعمیل میں نہیں ہیں ۔ تم اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ اور ہو تو تمہیں کیا حق حاصل ہے کہ تم اسلام و ایمان کی بات کرو، دوسروں کو نصیحت کرو، کفر و شرک کے ڈنکے پیٹو یا کسی پر مشرک و بدعتی کے فتوے دو؟ حقیقت میں کیا تم اللہ اس کے رسول اللہ ﷺ کے وفادار غلاموں میں سے ہو؟ کیا تمہیں سیرتِ مصطفیٰ ﷺ پر مکمل عمل کی توفیق حاصل ہے؟ اگر ہے تو مبارک ہو تم یقیناً بہترین انسان ہی نہیں صاحب اسلام مسلمان بھی ہو ۔ اگر نہیں ہو! تو تم بدترین وہ منافق ہو جس سے قوم و ملت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے ۔ الغرض منافق اسے کہتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات کو چھپا کر کچھ کا کچھ پیش کر کے خود کو مسلمان ظاہر کرتا ہے مگر باطن میں قانونِ اسلام کا بدترین غدار ہوتا ہے ۔ حدیث پاک ہے اللہ کے رسول ﷺ فرمایا ’’جب لوگ اپنا علم اور عمل ضائع کریں اور زبان سے الفت کا اظہار اور دل میں منافقت و عداوت اور قطع رحمی کریں تو اللہ ان پر لعنت بھیجتا ہے خدا کرے وہ کانوں سے بہرے ہوں اور آنکھوں سے اندھے‘‘ (خوالہ تفسیر روح البیان)

تو معلوم ہوا کہ منافق پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بھی لعنت ہے جب اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ لعنت بھیج رہے ہیں تو کیا وہ دائرۂ اسلام میں شامل رہے گا؟ ہرگز نہیں ۔

الحاد کا معنٰی کیا ھے ؟

الحاد کا معنٰی ہے راہِ حق سے بھٹک جانا یا گمراہ ہو جانا، بدکار و بے لگام ہو جانا، قانونِ شریعت کے مطابق الحاد کا معنٰی ہے دین سے نکل کر بے دین ہو جانا، خدا نہیں اور دین بھی نہیں No god No religion: پر یقین رکھنا جسے ہندی میں

’’ناستک‘‘ کہتے ہیں۔اے اللہ کے بندو! آج کی ترقی یافتہ دنیا کا انسان مذہب بیزاری کا اظہار کررہا ہے، مذاہب کو Outdeted مان رہا ہے، آج لاکھوں کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جو یہ مانتے ہیں کہ اس زمین پر جتنا خون مذہبوں کے نام پر بہا ہے اتنا کسی بھی جنگ میں نہیں بہا، ملکوں کی آپسی عداوت سے اتنا انسانی خون نہیں بہا جتنا مذہبوں کے نام پر بہا ہے۔ لینن کے نظریات کے مطابق لوگ تیار ہورہے ہیں اور مذہب بیزاری کا ثبوت دے رہے ہیں، لاکھوں لوگ مذہبوں سے آزاد ہورہے ہیں، ان کا ماننا ہے کہ مذاہب انسان سے نفرت ودشمنی سکھاتے ہیں، سماجوں، قوموں کو بانٹتے ہیں اور اپنے ماننے والوں کے ہاتھوں میں مذہب نام کا ہتھیار دے دیتے ہیں، ان کی نظر میں یہ مذہب نام کا ہتھیار ’’نیوکلیر‘‘ بم سے زیادہ خطرناک ہے۔کل تک یہ کہا جاتا تھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ عیسائی رہتے ہیں دوسرے نمبر پر مسلمان اور تیسرے نمبر پر بدھ دھرم کے پیروکار آتے ہیں۔مگر آج کا جدید سروے یہ بتاتا ہے کہ پہلے نمبر پر عیسائی دوسرے نمبر پر مسلمان تیسرے نمبر پر وہ لوگ آگئے ہیں جو یہ مانتے ہیں کہ No god No religion: اور ان کے ساتھ ایک اور جماعت جڑگئی ہے جو یہ مانتی ہے کہ: No religion but god: یعنی پہلے گروہ کے عقیدے کے مطابق ’’نہ مذہب ہے نہ خدا‘‘ اور دوسرے گروہ کا عقیدہ ہے کہ ’’کوئی مذہب نہیں مگر خدا ہے۔‘‘ مذکورہ دونوں جماعتوں کے اتحاد کی اکثریت بدھ مذہب کو پیچھے چھوڑ کر تیسرے نمبر پر آچکی ہے۔معلوم ہوا کہ آج عیسائی اکثریت کے لحاظ سے پہلے نمبر پر ہیں، مسلمان دوسرے نمبر پر ہیں، نہ خدا نہ مذہب یا خدا ہے مگر مذہب نہیں کے پیروکار

تیسرے نمبر پر ہیں اور بدھ دھرم کے پیروکار چوتھے نمبر پر آگئے ہیں۔ بے مذہب بے خدا یا لادینی نظریات رکھنے والے اور بے مذہب خدا کے ماننے والوں کی اتحادی جماعت میں دنیا کے ہر مذہب کے افراد شامل ہیں عیسائی، مسلمان، ہندو، بدھ، یہودی اور کئی مذاہب کے افراد اس تیسرے نمبر کی جماعت میں شامل ہیں۔

اس جماعت کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم صرف انسان ہیں اور ہر انسان کو اپنی طبعی عمر بلا کسی قید کے جینے کا حق حاصل ہے، ان کا نظریہ ہے کہ انسانیت سے بڑا کوئی دین ہے نہ دھرم، اس جماعت کا کہنا ہے کہ جو انسانیت کا دشمن ہے وہ انسان کا دشمن ہے، ہمیں صرف آزادی کے ساتھ انسان بن کر جینا چاہئے۔اگر آپ کو یقین نہ ہو تو اس تیسرے نمبر کی جماعت میں کس کس مذہب کے لوگ شامل ہیں انٹرنیٹ پر دیکھ لیجئے پتہ چل جائے گا۔کتنے لوگ بے مذہب ہوچکے ہیں، کتنے اسلامی نام بھی بے مذہب نظام سے جڑ چکے ہیں، یہ مذہب بیزار لوگ کہیں بھی شادیاں کرلیتے ہیں، کہیں بھی گزر بسر کرلیتے ہیں۔ ان کو مذہبوں اور مذہبی رہنماؤں سے سخت نفرت ہے، یہ مذہب بیزار لوگ مذہبوں کو دقیانوسی خیالات کا مجموعہ مانتے ہیں۔آخر ایسا کیوں ہورہا ہے؟ یہ بھی انسان ہیں پڑھے لکھے اور ترقی یافتہ ہونے کے ساتھ ملکی قوانین، سماجی نظریات کے پابند تو ہوتے ہیں، مگر مذہبوں سے آزاد! آخر کیوں؟ کیونکہ کہیں نہ کہیں ہر مذہب میں انتہاء پسند نظریات والے یا کٹر پنتھی لوگ پائے جارہے ہیں ’’لا اکراہ فی الدین‘‘ ’’دین میں زور زبردستی نہیں‘‘ اس حکم کے خلاف کاروائیاں ہورہی ہیں، کہیں نہ کہیں ہر دین دھرم میں کچھ نہ کچھ ایسا ہورہا ہے جس سے لوگ بیزار

ہو رہے ہیں، دنیا کے بہت سے لوگ جن میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ترقی پسند لوگ بھی شامل ہیں انسان اور انسانیت پر ہو رہے مظالم دیکھ کر دکھی ہیں ان ظالم فسادی دہشت پسندوں کے ہاتھوں لاکھوں بے گناہ عورتوں بچوں کو قتل ہوتے اور ان کے بہتے خون کو دیکھ کر تڑپ رہے ہیں سسک رہے ہیں، ملکوں اور شہروں کو جلتے سلگتے دیکھ کر حیران و پریشان ہیں، فسادی دہشت پسندوں کے مظالم کے خلاف دنیا بھر میں جلوس اور ریلیاں نکال رہے ہیں اور سوال کر رہے ہیں کہ یہ کیسے مذاہب کے لوگ ہیں جو بے قصور انسانوں کو قتل کر رہے ہیں کیا ان کا مذہب ان کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

مگر جب ان کو کوئی جواب نہیں ملا تو مذہبوں کے پیرو کاروں کی بجائے ان لوگوں نے مذاہب کو ہی قصوروار ٹھہرا دیا جب کہ دنیا کا ہر مذہب آپسی بھائی چارگی سکھاتا ہے، امن و شانتی اور انسانیت کی بقاء کا پیغام دیتا ہے ظلم کے خلاف مظلوموں کی حمایت میں لڑنے اور ظالموں کو سزا دینے کا پیغام دیتا ہے۔ ہمیں بتائیے کہ دنیا کا ایسا کونسا مذہب ہے جو ان مظالم کی اجازت دیتا ہو؟ نہیں نا! معلوم ہوا کہ کہیں نہ کہیں مذہبوں میں مذہبی لیبل لگا کر کچھ ظالم وسفاک اور جابر لوگ بھی گھس آئے ہیں جو مذہبی اصولوں کو تہس نہس کر کے مذہبوں کو بدنام اور انسانیت کو شرمسار کر رہے ہیں یہ لوگ ہسپتالوں اسکولوں اور ان میں پڑھنے والے چھوٹے چھوٹے بے گناہ بچوں کو بھی نہیں بخش رہے ہیں، آخر کیوں؟ خصوصاً مذہب اسلام جس کا معنیٰ ہی امن وسلامتی ہے، اس دائرۂ سلامتی میں آخر انسان سلامت کیوں نہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے کہ اسلام شرمسار ہو رہا ہے، مسلمان مسمار و بدنام ہو رہا ہے؟

ائے بھائیو! اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے۔ جس کا خلاصہ علامہ اقبال نے کر دیا تھا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اگر علامہ اقبال کے اس پیغام پر یہ امت عمل کرتی تو آج نہ اسلام کا یہ حال ہوتا نہ اس امت کو زوال آتا۔ حدیث قدسی: ''**لولاک لما خلقت الکون**'' یعنی ائے محبوب ﷺ آپ نہ پیدا کرتا تو میں اس عالم کو پیدا نہ فرماتا۔ ائے بھائیو! ہم اللہ کو ماننے کے نام پر اللہ کے محبوب ﷺ کی سیرت کو بھلا چکے ہیں، آپ ﷺ کی تعلیمات کے ساتھ آپ ﷺ کے پیغامات کو بھلا چکے ہیں، آپ ﷺ کے اخلاق اور کردار کو بھلا کر ہم آپ ﷺ کے غدار ہو چکے ہیں، آپ کے دین کی آڑ میں ہم اپنے مفاد کے نظریات پیش کر رہے ہیں۔ ہم اللہ کے محبوب ﷺ کے غدار ہو چکے ہیں، آپ کے دین کو اپنے مفاد کے لئے بیچ رہے ہیں، بینک بیلنس بنا رہے ہیں، قوم کے رہبر بنکر قوم کو لوٹ رہے ہیں، اپنی اپنی جماعتوں کو ترقی دینے کے نام پر دین کے ٹکڑے کر چکے ہیں، منافرت پھیلا رہے ہیں، فتوے بازی کر رہے ہیں، آخر اس قوم کا کیا حال ہوگا؟ کیا انجام ہوگا؟ جو اپنی ہی قوم کے داعی کے غدار ہیں۔ ہم کہیں نہ کہیں نبی کریم ﷺ سے وفاداری کرنے کے بجائے غداری کر رہے ہیں، اس غداری کا انجام ہے جو یہ قوم اور قوم کے بے گناہ لوگ بھگت رہے ہیں۔ کاش یہ قوم اللہ کے محبوب ﷺ کی وفادار ہوتی تو آج اس امت کا یہ حشر ہرگز نہ ہوتا۔ حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جب کسی قوم میں کھوٹ پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کے

دلوں میں غیر کا رعب پیدا کر دیتا ہے اور جب ان میں زنا عام ہو جائے تو ان پر موت بکثرت واقع ہوگی اور جب کم تولنے اور کم بھرنے لگیں تو ان میں رزق کی کمی واقع ہوگی اور جب ناحق فیصلے کیے جائیں گے تو ان میں خونریزی ہوگی اور جب وعدہ خلافی کا مرض ہوگا تو ان پر دشمن مسلط ہوگا۔ (حوالہ تفسیر روح البیان)

جہاد کا معنٰی کیا ہے ؟

جہاد کا معنٰی ہے جد وجہد کرنا، کوشش کرنا، محنت کرنا اور قانونِ شریعت کے مطابق اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا۔ اپنے محبوب اشیاء کو اللہ کی راہ میں صرف کرنا یا قربان کرنا ہے۔ جہاد کا معنٰی فکر ونیت، قول وفعل، زبان وقلم، مال اور دولت کے ذریعہ انسانیت کی فلاح و بہبودی کے کام کرنا ہے۔ جہاد کا معنٰی اقتدار، کرسی، منصب اور مرتبہ حاصل کرنا نہیں، اگر معرکہ پیش آئے تو مظلوموں کی حمایت میں ظالموں کے خلاف تلوار اُٹھانا بھی ہے، جس سے انسان اور انسانیت کو نفع وتحفظ فراہم ہو اور ہر انسان کو قانونِ الٰہی کے مطابق جینے کا حق حاصل ہو۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ اکرم سے فرمایا کہ میں تمہیں وہ عمل نہ بتادوں جو نماز روزہ اور صدقہ سے افضل ہو، صحابہ اکرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (بیشک) بتایئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ آپس میں (یعنی عوام الناس میں) صلح وصفائی کراؤ۔ اس طرح کا ہر وہ کام جو صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو وہ جہاد میں شامل ہے۔ ایسی ہی بہترین باتیں تقریباً ہر مذہب میں ملتی ہیں ہر مذہب کے رہنماؤں نے ایسے ہی پیغام دیئے ہیں تا کہ انسانیت پھلے پھولے اور ہر انسان اس دنیا میں امن اور چین سے جی سکے۔ خصوصاً جہاد کے تعلق سے نبی

کریم ﷺ نے فرمایا ''رجعنا من الجهاد الاصغر الیٰ الجهاد الاكبر'' یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔'' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی اور بڑا جہاد ہونے والا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اب ہمیں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے جو انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ معلوم ہوا کہ جہادِ تلوار چھوٹا جہاد ہے اور نفس کے خلاف جہاد کرنا بڑا جہاد ہے۔ افسوس صد افسوس آج کے یہ جہادی لوگ چھوٹے جہادِ تلوار کو کیوں پسند کرتے ہیں جبکہ نبی کریم ﷺ نے انہیں خود اپنے نفس کے خلاف بڑا جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا ظالم حکمران کے سامنے حق بات کرنا بھی جہاد ہے، نیز ارشاد فرماتے ہیں: ''**لا يمنعن احدكم هيبته احدان يقول اويقوم بالحق**'' تجھے کسی کی ہیبت یا رعب حق بات کرنے سے نہ روکے خواہ وہ کیسے ہی (لوگ) کیوں نہ ہوں۔

مسافروں، اسکولوں کے چھوٹے بچوں، ہسپتال کے مریضوں، عبادت گاہوں اور بے گناہ لوگوں کو گھات لگا کر دھوکے سے بموں سے اڑا دینا کونسا جہاد ہے؟ یہ جہاد نہیں ظلم ہے بربریت ہے یہ خونی کھیل کھیلنا انسانوں کا نہیں شیطانوں کا کام ہے، یہ اسلام کے نام پر شرپسند لوگوں کا لگایا ہوا ایک بدنما داغ ہے۔ اسی طرح بسوں، ٹرینوں اور جہازوں میں بم رکھ کر اڑا دینا کیا یہ جہاد ہے؟ ہرگز نہیں، یہ ظلم ہے بربریت ہے اس چیز کی اجازت دنیا کا کوئی بھی مذہب نہیں دے سکتا تو پھر اسلام کس طرح دے سکتا ہے؟ دنیا کے کونے کونے اور ہر ملک میں مسلمان رہتے ہیں کیا کسی صحیح العقیدہ انسانیت نواز انسانیت دوست عالم نے کسی

کے بھی خلاف جہاد کا فتویٰ دیا ہے؟ جب انگریز ہندوستان پر ظلم وستم کر کے بے گناہ انسانوں کا قتل کر رہے تھے اور پورے ہندوستان کو جلیان والا باغ بنانے پر تل گئے تھے تو تب ہندوستان کے علماء نے ظالم انگریزوں کے خلاف مظلوموں کی حمایت میں لڑنے کا فتویٰ دیا تھا۔ ہزاروں علماء خود اس لڑائی میں لوگوں کے ساتھ شریک ہو کر شہید بھی ہوئے یہ وقت کا تقاضہ تھا انسانیت کی بقا کے لئے وہ لڑے اور شہید ہوئے کیا یہ جرم ہے؟ نہیں کیونکہ اللہ ربّ العزت نے قرآن میں بارہا فرمایا ہے کہ ’’ اللہ ظلم اور ظالموں کو پسند نہیں فرماتا‘‘ اور انہیں ان کے ظلم کے تحت (دنیا وآخرت میں) سخت سزا دینے کا اعلان کیا ہے۔ فساد اور دہشت کی مذمت میں بھی اللہ نے فرمادیا ہے’’ فساد اور دہشت بپا کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔‘‘ پھر اپنے بندوں کو حکم دے رہا ہے کہ ’’ اے لوگو! زمین پر فساد (سے) دہشت بپا نہ کرو زمین کو ظلم وفساد سے پاک رکھو‘‘ نیز فرمایا کہ ’’ کسی کو ناحق قتل نہ کرو۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبۡنَا عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَنَّهٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَلَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا بِالۡبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ فِى الۡاَرۡضِ لَمُسۡرِفُوۡنَ ﴿۳۲﴾ (المائدہ ۵:۳۲)

ترجمہ: ’’ اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر (نازل کی گئی تورات میں یہ حکم) لکھ دیا (تھا) کہ جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے

یا زمین میں فساد انگیزی (کی سزا) کے بغیر (ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا (یعنی اس نے حیاتِ انسانی کا اجتماعی نظام بچا لیا) اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے پھر (بھی) اس کے بعد ان میں سے اکثر لوگ یقیناً زمین میں حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔‘‘

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کا منادی ندا دے گا وہ ظلم کرنے والے آج کہاں ہیں انہیں ایک جگہ پر جمع کیا جائے گا یہاں تک کہ کسی نے کسی پر قلم یا دوات کی مقدار کے مطابق بھی ظلم کیا ہوگا تو اسے بھی حاضر کیا جائے گا پھر ان تمام ظالموں کو جمع کر کے جہنم میں داخل کیا جائے گا (حوالہ تفسیر روح البیان)

ہمارے نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا اسلام تو سراپا امن وسلامتی اور رحمت ہے، انسان تو انسان جانوروں پر بھی شفیق ومہربان ہے۔ بخاری شریف میں ایک عورت کا واقعہ مذکور ہے کہ: ’’ ایک عورت نے بلی کو قید میں بھوکا پیاسا رکھا جس کی وجہ سے وہ بلی بھوک پیاس سے تڑپ کر مرگئی اس سزا کی پاداش میں وہ عورت جہنمی ہوگئی۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے پر بھی ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا بیشک ہر تر جگر والے جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے پر اجر وثواب ہے۔‘‘ اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا يَنۡهٰٮكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيۡنَ قٰتَلُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَاَخۡرَجُوۡكُمۡ

مِّنۡ دِيَارِكُمۡ وَظٰهَرُوۡا عَلٰۤى اِخۡرَاجِكُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ‌ ۚ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۞ (الممتحنہ ۶۰:۹)

''اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف (کا سلوک) کرنے سے منع نہیں فرماتا جو (لوگ) دین (کے مظلوموں کی حمایت) میں تمہارے ساتھ لڑائی میں شریک نہ ہوسکے۔''

نیز ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ‌ ۖ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا‌ ؕ اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى‌ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۞ (المائدہ ۵:۸)

''اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر ثابت قدم رہو، اور انصاف کے ساتھ گواہی دو (یادرکھو) تم کو کسی بھی قوم کی عداوت ان کے ساتھ بے انصافی کرنے پر نہ اُکسائے۔ انصاف کیا کرو (کیونکہ یہ) انصاف ہی تقویٰ کا معیار ہے، اور اللہ کے فرمانبردار رہو، بیشک اللہ تمہارے کردار سے باخبر ہے۔''

اسلام کے علاوہ دیگر قوموں کے عقائد کے تعلق سے اللہ نے فرمایا:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدۡوًاۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ‌ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمۡ ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمۡ مَّرۡجِعُهُمۡ فَيُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۞ (الانعام ۶:۱۰۸)

''اے مسلمانو! انہیں گالی مت دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ظلم وزیادتی سے اللہ کی شان میں گستاخی کر بیٹھیں، اس طرح ہر قوم کے لئے ہم نے ان کے طرزِ عمل کو خوشنما بنا رکھا ہے، آخر کار سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر آنا ہے، اس وقت ان کے اعمال کا حساب ہوجائے گا۔''

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا: قولہ ﷺ: ''من قتل معاهد الم يرح رائحة الجنّة'' (بخاری، الصحیح) ''اگر کوئی مسلمان ایک معاہدہ کے تحت رہائش پزیر غیر مسلم کو قتل کردے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا'' نیز ارشاد فرماتے ہیں جو کسی حاکم کو ظلم کا مشورہ دیتا ہے یا اس کو ظلم کے راستے کی طرف راغب کرتا ہے تو وہ قیامت میں ہامان کے ساتھ اُٹھے گا اور سب سے زیادہ عذاب اس پر اور اس کے حاکم پر ہوگا۔

اے اللہ کے بندو! ذرا غور کرو کہ اللہ کے رسول تمہیں کیا حکم دے رہے ہیں، مسلم ممالک کے حکمرانو! غور کرو کہ تمہارے رسول ﷺ تمہیں کیا حکم دے رہے ہیں، اگر تم کسی بے گناہ غیر مسلم کا قتل کرتے ہو تو تم جنت تو کیا جنت کی خوشبو سے بھی دور ہو جاؤ گے۔ اے جنت کے دعوے دارو! اگر تمہیں جنت نہیں ملی تو تم کہاں جاؤ گے؟ بلاشبہ جہنم میں جاؤ گے، معلوم ہوا کہ بے قصور غیر مسلم کا قتل یا کسی بھی بے قصور انسان کا قتل تمہیں جہنمی بنا دے گا۔ اب بتاؤ کس حکم کے ساتھ جہاد کی آڑ میں تم بے گناہوں کا قتل کرتے ہو؟ اور خود کو جنتی کہتے ہو؟ نیز نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: الّامن ظلم معاهدا، او انتقصه، او كلفه فوق طاقته،

او اخذ منه شياء بغير طيب نفس، فان احجيجه يوم القيامة. (ابوداود، السنن)

”جس نے کسی (غیر مسلم) جو ذمی کی حیثیت سے تمہارے درمیان کسی معاہدہ کے تحت رہا اس پر اگر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا اور اس کی خواہش کے بغیر اس سے کوئی چیز لے لی قیامت کے دن اس کی جانب سے (اللہ کی بارگاہ میں) میں دعویٰ کروں گا۔“ اے خود کو مسلمان کہنے والو، اے اللہ کے بندو، اور اے غیر مسلم دانشورو! ذرا غور کرو اور بتاؤ کہ اسلام اور اسلام کے نبی ﷺ سراپا رحمت ہیں یا نہیں؟ کہاں حق تلفی کا حکم دیا جا رہا ہے، کہاں غیر مسلموں سے غیر انسانی سلوک کی اجازت دی جا رہی ہے؟ اے بھائیو! یہ ہے حقیقی اسلامی احکام، بتاؤ کیا یہ احکام عالمِ انسانیت کے خلاف ہیں؟ نیز نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جس کسی نے کسی غیر مسلم اہل ذمی (یعنی مسلمانوں کی ذمہ داری میں رہنے والے) کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی۔ (طبرانی)

اے فسادی دہشت پسندو بتاؤ! تم کس طرح مسلمان ہو سکتے ہو؟ تم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے لوگ مسلمانوں کا ہی بے دریغ خون بہاتے ہو، دھوکے سے بے گناہ لوگوں کو بموں سے اُڑا دینا کیا یہی تمہارا اسلام ہے؟ نہیں تم مسلمان نہیں ہو جب ظلم و بربریت کرنا انسان اور انسانیت کے خون سے ہولی کھیلنا ہی تمہارا مذہب ہے تو تم اہلِ اسلام کس طرح ہو سکتے ہو؟ نبی کریم ﷺ نے یہاں تک فرما دیا کہ: تم اپنے دشمن سے لڑنے کی تمنا نہ کرو اگر وہ تم پر حملہ آور ہوتا ہے تو (صبر کے ساتھ) ثابت قدم رہو۔ (صحیح بخاری)

اللہ اکبر یہ ہے ہمارے رسول ﷺ کا حکم کہ تم اپنے سخت دشمن پر بھی کبھی حملہ کرنے کی پہل نہ کرو اور نہ ارادہ رکھو ہاں اگر وہ تم پر جبراً حملہ آور ہو تو ثابت قدم رہو۔ نیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص مشرق میں ناحق قتل کر دیا جائے اور اس کے قتل پر کوئی مغرب میں راضی ہے تو سمجھو کہ یہ بھی قاتل کے قتل میں برابر کا شریک ہے۔ اے بھائیو! یہ ہے ہمارے آقائے دو جہاں ﷺ کا پیغام۔

اے بھائیو! غور کر کے بتاؤ کہاں اسلام نے جنگ میں پہل کرنے کی اجازت دی ہے یا کہاں کسی غیر مسلم پر حملے کی اجازت دی ہے؟ اگر نہیں تو بے گناہوں کا خون کیوں بہاتے ہو؟ دنیا کے کئی ایسے مذاہب ہیں جن میں جنگوں کے تذکرے ملتے ہیں، حق و باطل، ستیہ اور استیہ کے درمیان خون ریز جنگوں کے واقعات ملتے ہیں، یہ جنگیں اگر ہوئی ہیں تو مظلوموں کی حمایت میں ہوئی ہیں، یہ جنگیں ہوئی ہیں تو ظالموں کے ظلم و بربریت کے خلاف ہوئی ہیں، انسانیت کے تحفظ کے لئے مجبور و بے بس نادار لوگوں کی حمایت میں ہوئی ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب بے قصور بے گناہوں کے خلاف جنگوں کی اجازت نہیں دے سکتا تو اسلام کیسے دے سکتا ہے؟ جب کہ اسلام کا معنیٰ ہی امن و سلامتی ہے۔ اسی طرح ظالموں کے ظلم و بربریت کے خلاف مذہبِ اسلام میں بھی جنگیں ہوئی ہیں، ان جنگوں کے قانون تھے بے گناہوں کو قتل نہ کیا جائے بلکہ جنگ کے بجائے پہلے صلح کی کوشش کی جائے اگر ظالم و سفاک لوگ صلح کو نہ مان کر جنگ پر ہی آمادہ ہوں تو جنگ میں مسلمان پہل نہ کرے اور نہ ہی پہلے حملہ کرنے کا ارادہ رکھے، اگر ظالم دشمن جبراً جنگ کر رہا ہو تو ثابت قدمی کے ساتھ مظلوموں کی حمایت اور اپنے دفاع

میں ان کا مقابلہ کریں لیکن بے گناہ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے، نہ کھیتیوں کو برباد کیا جائے، جنگ میں مرنے والے مخالفین کی لاشوں کی بے حرمتی نہ کی جائے، جنگی قیدیوں سے بھی رحم دلی کے ساتھ بہترین سلوک کیا جائے بلکہ ان قیدیوں کو بھی اذیت نہ پہنچائی جائے وغیرہ وغیرہ۔ اب ان احکامات کی روشنی میں غور کریں کیا آج ایسی جنگیں ہو رہی ہیں کتنے بے قصور کتنے بے گناہ مارے جا رہے ہیں کبھی دین دھرم کے نام پر کبھی ظلم و بربریت کو مٹانے کے نام پر کتنے بے قصور لوگوں کو قتل کر کے انسانیت کو شرمسار کیا جا رہا ہے، آج یہ کیسا دور آیا ہے خدا محفوظ رکھے ظالموں کے ظلم سے، اے اللہ کے بندو! انسان آخر انسان ہے کسی بھی مذہب کا کیوں نہ ہو اس کو جینے دو اور جیو! اللہ کی زمین پر ناحق خون خرابہ نہ کرو۔ اے اللہ کی زمین پر فساد سے دہشت بپا کرنے والو، کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ظلم و بربریت سے توبہ کر کے انسان بن کر جی سکو، جنت یا جہنم کسی انسان کی ملکیت نہیں بلکہ اللہ کی ملکیت ہے وہ جسے چاہے بخش دے یا سزا دے یہ اس کا اختیار ہے، یہاں کسی عام انسان کو کیا حق حاصل ہے کہ کسی کو بھی جنتی یا جہنمی ہونے کی سند دیتا پھرے؟ جب کہ ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے ہر ایک کو اللہ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا جواب دینا ہے اور وہ اللہ کا معاملہ ہے تم کون ہوتے ہو اس کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لیکر سزا دینے والے؟ تم اپنے اعمال کی فکر کرو تم کو بھی ایک دن اسی کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حق تعالیٰ کے سامنے اللہ کا مجرم بن کے جانا آسان ہے بہ نسبت ایسے گناہ کے ساتھ جانا جس کا تعلق اللہ کے بندوں کے ساتھ ہو۔

کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ میں شرک کے سوا ہر گناہ معاف کر سکتا ہوں مگر میرے بندوں پر کئے گئے ظلم کا گناہ ہرگز معاف نہیں کر سکتا جب تک وہ بندہ جس پر ظلم ہوا ہو معاف نہ کرے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان

فتح بیت المقدس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عبرت انگیز فرمان جاری فرمایا جو ساری کائنات کے لئے روشن سبق ہے ملاحظہ فرمایئے: ''فرماتے ہیں کہ اللہ کا بندہ عمر جو امیر المؤمنین ہے یروشلم کے باشندوں کو امان بخشی ہے اور ساتھ ہی ان کے جان و مال، ان کے عبادت گاہوں اور صلیبی گرجا گھروں کے لئے بھی امان ہے۔ ان کی ساری ملت کے افراد خواہ تندرست ہوں یا بیمار سب کو امان ہے، ان کی عبادت گاہیں رہائش کے لئے استعمال نہ کی جائیں، نہ انہیں مسمار کیا جائے، عبادت گاہوں اور ان سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کو نقصان نہ پہنچایا جائے، صلیبوں کو اور ان کے اموال کو نقصان نہ پہنچایا جائے، نہ ان کے دین میں کوئی جبر و اکراہ کیا جائے، نہ ان لوگوں میں سے کسی کو آزار پہنچایا جائے۔ لہٰذا سب کو امان ہے۔'' (تاریخ طبری)

اے اللہ کے بندو! یہ ہیں ان حضرات قدسیہ کے احکامات، یہ ہے ان حضرات قدسیہ کا اسلام اور ایمان! ذرا غور کرو تم کیا کر رہے ہو؟ انبیاء کرام، صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کے مزارات کو بموں سے اڑا رہے ہو؟ تمہارا یہ کیسا اسلام ہے اور تم کیسے مسلمان ہو؟ کیا تم واقعی انسانیت کے دشمن نہیں ہو؟ یہ جہاد کب واجب ہوتا ہے؟ انتہائی مجبوری میں یا جب ہزاروں کوششوں کے باوجود صلح کی کوئی صورت

ہی نہ نکلے یا ظالم اور سفاک تم پر جبراً حملہ آور ہوتے ہیں، ورنہ آج کے زمانے میں تو تمام ملکوں کی سرحدیں محفوظ ہو چکی ہیں ملکی عداوتیں نہ رہیں جابرانہ تسلط کے زمانے چلے گئے آج ہر ملک محفوظ ہے تو پھر یہ لڑائی کیوں؟ ہر ملک کے باشندے کو اپنے ملک میں امن اور چین سے جینے کا حق حاصل ہے، کسی بھی ملک کے بے قصور باشندوں کو بموں کے ذریعے موت کے گھاٹ اُتار دینا یہ جہاد نہیں بلکہ یہ ظلم سراسر ظلم و بربریت ہے، اگر دین دھرم کے نام پر یہی خونی کھیل کھیلا جاتا رہے گا اور بے گناہوں کا خون بہایا جاتا رہے گا تو وہ دن دور نہیں کہ:

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں!

☆☆☆

باب چہارم

آج کل کچھ قوموں کے افراد اپنی اپنی زبانوں میں قرآن کے تراجم پڑھ کر دین اسلام اور قرآن پر انگشت نمائی کر رہے ہیں اور کچھ آیات قرآنی پر اعتراض کر کے ان کو قرآن سے منسوخ کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں، خصوصاً وہ چوبیس آیات جن میں جہاد کا ذکر آیا ہے اس کے علاوہ وہ کچھ عربی الفاظ مثلاً کفر، کافر، شرک اور مشرک وغیرہ کو گالی کی طرح تصور کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں غلط فہمی پیدا ہونے کے امکان نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ لہٰذا ائے منصف مزاج دوستو! عالمی برادری کے ذی شعور بھائیو! آیئے ہم ان چوبیس آیات یا احکامات کی مانند احکامات کو دوسری قوموں کی ان کتابوں میں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کو وہ اپنے مذہبوں کی الہامی کتابیں تسلیم کرتے ہیں۔ آیئے حضرات اب ہم ان چوبیس آیات جہاد کو سمجھنے سے پہلے عربوں کی مختصر تاریخ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ مذکورہ آیت کے معنٰی، حالات، پس منظر اور ان آیات کی شان نزول کی حقیقت تک پہنچنا قارئین کرام کے لئے سہل ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس وقت کے عربوں کا مزاج کیسا تھا، ان کی فطرتیں کیسی تھیں اور قرآن میں جہاد کا حکم کس قسم کے لوگوں کے خلاف آیا ہے ملاحظہ فرمایئے!

عربوں کی تاریخ

جزیرہ نما عرب ایک مستطیل قسم کا جزیرہ ہے اور یہ یوروپ اور ایشیاء اور افریقہ کے مرکز میں واقع ہے۔ خلیج فارس، بحرۂ عمان، بحرۂ عرب اور بحرۂ قلزم میں گھرا ہوا ہے۔ اس کے مشرق مغرب اور جنوب میں تینوں طرف پانی ہے، مشرق میں خلیج فارس اور بحرۂ عمان مغرب میں بحیرۂ قلزم، نہر سوئز اور جنوب میں بحیرۂ عرب پھیلے ہوئے ہیں۔

عرب، جزیرہ اور جزیرہ نما میں فرق نہیں سمجھتے تھے اس لئے وہ اس جزیرہ نما کو جزیرۃ العرب کہتے تھے جس کا ایک حصہ خشکی سے ملا ہوا تھا، اس ملک کے پانچ حصے ہیں یمن، حجاز، نجد، تہامہ اور یمامہ۔ ویسے عبرانی مورخوں نے عرب کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا حضر اور دَبر حضر شہری علاقہ اور دَبر صحرا کا علاقہ۔ جزیرہ نما عرب کا رقبہ (۱۲) لاکھ مربع میل ہے جس میں (۴) لاکھ مربع میل خالص ریگستان ہے جنوب مغرب میں بحیرۂ عرب اور بحیرۂ قلزم کے ساحل کے قریب یمن کا حصہ واقع ہے اور یمن میں ایک مقام احقاف ہے جہاں قوم عاد آباد تھی۔

عرب قوم اس دنیا کی بیحد پرانی قوم ہے۔ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جب دنیا ازسرنو آباد ہوئی تو زمین کا یہ حصہ سب سے پہلے آباد ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے ”سام“ باپ سے الگ ہو کر اس علاقہ میں آئے تھے اور یہیں بس گئے اور انہیں کی اولاد یہاں پر آباد ہوئی۔ یہ ۳۰۰۰ ق م کا زمانہ بتایا جاتا ہے۔ سام کی اولاد میں تین طبقے ہوئے، عرب عاریہ، عرب مستعربہ اور عرب بائدہ۔

عرب بائدہ سب سے پہلی اور قدیم ترین نسل ہے اور اب اس کا نام

ونشان بھی مٹ چکا ہے، یہ نسل سام کے ایک بیٹے لاؔذو سے چلی تھی عرب بائدہ کے سات قبیلے تھے۔ عاد، ھود، ثمود، صحار، دبار، طسم، جدیس۔ یہ لوگ عمان، بحرین اور یمامہ میں آباد تھے مگر یہ قبیلے غیض وغضب والے تھے غیر مہذب اور بدکار تھے۔ ان ساتوں میں قوم عاد اور ثمود زیادہ مشہور ہوئی جن کا سلسلہ عاد بن خوص بن ارام بن سام بن نوح علیہ السلام سے جا کر ملتا ہے ان لوگوں کی فتنہ انگیزی، شرپسندی اور خونخواری کی بناء پر یمن کے بادشاہ حمیر بن عبد شمس نے مار کر ان کو ملک سے نکال دیا اور یہ لوگ وہاں سے آ کر حجاز میں موضع حجر میں بس گئے۔ قوم ثمود پر حضرت صالح علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے نبی بنکر آئے اور عاد قوم پر ہود علیہ السلام۔ لیکن یہ قومیں اپنی انتہائی طاقت اور غرور وفخر میں مبتلا ہو کر ہر کسی کو معمولی اور اپنے سے کمتر سمجھتی تھیں نیکی، پارسائی، سچائی اور انکساری سے کوسوں دور تھیں انہوں نے اپنے مصلحین کو زدوکوب کیا انتہائی تکلیف پہنچائی اور اسی ظلم وستم اور غرور ونخوت میں تباہ ہوگئے۔ جدیس طسم اور دبار آپس میں لڑتے بھڑتے تھے اور ایک نے دوسرے کو ہلاک کرنے کا کام انجام دیا، عاد اپنی قوم کا ایک ظالم اور طاقتور بادشاہ تھا اس کے تین بیٹے ہوئے شداد، شدید اور ارم۔ ان میں شداد وہ ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور جنت بھی بنائی تھی۔ ان قوموں کا اور ان کی خدائی قانون سے بغاوت اور پھر ان کی ہلاکت کا ذکر توریت اور قرآن دونوں میں موجود ہے۔

عرب بائدہ: کی آخری کڑی قوم ثمود تھی اور اس کے تباہ ہونے کے بعد اس قوم کا نام ونشان مٹ گیا۔

عرب مستعربہ: حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد

میں سے تھے ان کو مستعربہ اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام عرب نہیں تھے وہ دراصل عبرانی تھے ان کی زبان بھی عبرانی ہی تھی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم پر اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور بچے اسماعیل علیہ السلام کو عرب میں لاکر چھوڑا تھا یہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام لے بڑھے، جوان ہوئے اور شادی ہوئی اور قبیلہ جرہم جوان کے بچپن میں وہاں آچکا تھا، اس کے علاوہ بہت سے قبیلے آباد ہوئے یہ سب عرب مستعربہ کہلائے۔

عرب عاربہ : قحطان بن عابر کی اولاد میں سے ہوئے یہ لوگ یمن میں آباد تھے اور اسی میں زیادہ بادشاہ بھی ہوئے ہیں، اس قوم کا سلسلہ اوپر جاکر حضرت نوح علیہ السلام سے مل جاتا ہے یہ لوگ جوانمردی، بہادری، جودوسخا اور بخشش میں بے مثال تھے آل ثمود کی تباہی کے بعد عرب میں قحطان نسل آئی، قحطان کا سلسلۂ نسب بھی اوپر جاکر حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہے، قحطان بن عابر بن شالح بن ارفخشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ قحطان کے ایک بیٹے کا نام یعرب تھا یہ بڑا بہادر اور طاقتور تھا نیز بہت فصیح و بلیغ زبان بولتا تھا اس نے تمام کمزور قوموں کو مٹادیا اور عرب کا حاکم خود بن گیا۔ یمن بھی یعرب نے ہی بسایا تھا بعض مورخین کا خیال ہے کہ عربی زبان دراصل یعرب ہی نے سب سے پہلے شروع کی اور عربی زبان کا موجد وہی ہے، یعرب کے بعد اس کا بیٹا یشجب بادشاہ بنا پھر یشجب کا بیٹا عبدشمس (لقب سبا) بادشاہ ہوا۔ (عبدشمس کی اولاد میں حمیری، ازدی، کہلان، عمرو اشقر اور عاملہ قبیلے ہوئے) عبدشمس کے بعد عبدالمدان بن لغیلہ پھر عبدالمسیح بن مغاض کے بعد عمرو بن الحرث بن عمرو بن عدنان تک یہ

سلسلہ پہنچا یہی عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایک پوتے تھے عدنان کے پوتے فہر بن مالک تھے اور یہ فہر بن مالک خاندان قریش کے جداعلیٰ سمجھے جاتے ہیں اس خاندان میں آگے جاکر ایک نامور شخصیت قصیٰ بن کلاب کی گزری جن کے فرزند عبدمناف تھے، اب حضرت محمد ﷺ کا شجرہ سمجھنے میں آسانی ہوگی محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرّہ بن لویّ بن غالب بن فہر بن مالک بن نصر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن بن نزار بن معد بن عدنان جو تین پشت کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پوتے ہیں۔

عرب کی تاریخ کے بعد انسانی زندگی پر رونما ہونے والی کیفیات کو سمجھنے کے لئے عرب کے جغرافیائی پس منظر کو بھی سمجھتے چلیں۔۔۔۔!

اسی ملک کا تہذیب و تمدن رسم و رواج پہناوا غذا کھیل کود شوق اور انسانی مزاج کا مطالعہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ وہاں کے جغرافیائی حالات کیا ہیں اور شروع سے کیا رہے ہیں اقتصادی طور پر وہ ملک کیسا رہا ہے سرسبز ہے یا پہاڑی ریگستان ہے یا سمندر کا ساحل زمین بنجر ہے یا زرخیز؟ جب ہمیں یہ تمام باتیں معلوم ہوجاتی ہیں تو پھر ہم بغیر کسی رکاوٹ کے اس ملک کی ہر بات جان سکتے ہیں۔

جزیرۂ نما عرب اس لحاظ سے ایک نہایت ہی مصائب انگیز ملک تھا آب و ہوا خشک، زمین انتہائی پُر از شور کھاری اور نمکین بے آب و گیاہ ریگستان میں ریت کے طوفان، پانی عنقا، سرسبزی سے محروم اونٹ اور کھجور پر زندگی کا دارومدار

بقول پروفیسر فلپ کے، حتّی، سخت کوشی، محکم گری، قوت تحمل، بھوک، بیچارگی پانی وغذا کی جستجو میں خانہ بدوشی اور راستے میں میلوں میلوں میں پھیلے ریگستان۔ایک انسان جب اس حال میں ساری زندگی گزارے گا تو سماجی اعتبار سے وہ ذی شعور نہیں ہوگا، اور جب شعورِ انسانی سے بے بہرہ ہوگا تو پھر مفادِ عامہ، نظم وضبط آپس کی محبت، حاکم کا احترام نہیں ہوگا چھینا جھپٹی ہوگی، غصہ خفگی اور شکایت ہوگی انسانوں سے بھی اور اس خدا سے بھی جس نے اسے ایسے حالات سے زندگی بھر کے لئے دوچار کردیا۔معاشی بدحالی کا اثر سماجی زندگی اور آپس کے تعلقات پر بھی ضرور پڑتا ہے۔عرب عوام اقتصادی طور پر زبوں حال تھے پوری زندگی (ماضی، حال، مستقبل) کی خستہ حالی نے انھیں تندخو غصہ ور اور ظالم وضدی بنا دیا تھا، وسائل زندگی کی کمی نے انھیں لوٹ مار کی طرف ڈال دیا۔لوٹ مار کے لئے ہتھیار کی ضرورت ہوتی ہے اور ہتھیار چلانے کے لئے ہمت و بہادری کی، اس بات کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں نے بچوں کو ہتھیار چلانا سکھایا اور رفتہ رفتہ ان بچوں کے کھیل ہی تلوار بازی، نیزہ بازی، تیراندازی بن گئے، لڑنا جھگڑنا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی۔لڑائی میں زبان کے لگاتار استعمال نے انھیں زبان دراز، بدگو، فحش گو بنا دیا اور جب زبان بگڑی تو پھر اعمال اور افعال کیسے سدھرے رہتے وہ بیہودہ، بداخلاق، بدتہذیب اور ظالم بن گئے ضدی اور سرکش بن گئے جنگ جو اور جھگڑالو بن گئے کھیل اور تفریح کے نام پر تلواریں چلنے لگیں، بات معمولی سی ہوتی مگر بھائی بھائی پر نیزہ تان کر کھڑا ہو جاتا۔یہ چیز رفتہ رفتہ بڑھی تو دو خاندانوں میں جھگڑا پیدا ہوا، مزاج کی سختی اور تندخوئی نے اس جھگڑے کو ہوا دی تو یہ قبیلوں کی دائمی جنگ

اپنے انتہاء کو پہنچی۔

چونکہ عرب ریگستانی علاقہ ہے اس لئے سفر دن میں ممکن نہیں تھا اور رات کو تنہا سفر کرنا خطرناک تھا اس لئے گروہ بنا کر سفر کرنے کا رواج پڑا اور اس لگاتار عمل نے قبیلے کو جنم دیا، ایک گروہ ایک قبیلہ بن گیا گروہ کا امیر یا امیر کارواں کو قبیلہ کا سردار کہا گیا اور اکثر اسی سردار کے نام پر قبیلہ پکارا جانے لگا ان قبیلوں کی جنگوں نے سگے بھائیوں میں نفرت وبغض، حسد وکینہ پیدا کردیا وہ لوگ آپس میں ہی کئی کئی سال تک لڑتے تھے۔انسان جس عادت کو اختیار کرلیتا ہے وہ رفتہ رفتہ بڑھتی جاتی ہے عربوں میں لڑنے کی عادت اتنی بڑھ گئی کہ باپ بیٹے کو وصیت کر کے جاتا کہ وہ اس جنگ کو جاری رکھے اور بدلہ ضرور لے یوں یہ جنگیں صدیوں تک چلیں اور دادا، پردادا، سگڑ دادا کے بدلے (انتقام) پوتے پڑپوتے بھی نہ لے سکے جب دلوں میں نفرت اور کینہ ہو تو انسان بدلہ لینے کا سلسلہ کبھی ختم نہیں کرسکتا۔یہاں پہلے ہی بتایا جاچکا ہے کہ عربوں کے جغرافیائی حالات نے انھیں غربت وافلاس اور اقتصادی ناہمواری دی تھی جس کی بناء پر وہ جھگڑالو بنے تھے صدیوں صدیوں تک یہی حالات رہے تو مزاجوں میں شدت پیدا ہوتی چلی گئی اور وہ سارے زمانے سے ناراض رہنے لگے یہ جھگڑالو مزاج کی انتہاء ہوتی ہے اور عرب بھی مزاج کی اس انتہاء کو پہنچ چکے تھے، نیکی، نرمی فراخدلی، محبت، مروت، انکساری وعجز، قربانی اور بلند حوصلگی یہ لفظ ان کے لئے اب بالکل نافہم ہو چکے تھے دراصل جانوروں کو سدھارنا مشکل کام نہیں ہے لیکن اگر انسان حیوانوں والی خصلتیں اپنا لے تو اسے سدھارنا بے حد مشکل کام ہے۔

ان مسلسل جنگوں سے عربوں میں بے مثال جراءت وہمت تو پیدا ہوگئی ہتھیار چلانے میں ان کے ہاتھ مشاق تو ہوگئے مگر خانہ جنگی سے قومیں سنورا نہیں کرتیں بلکہ اپنی بنیادیں خود کھوکھلی کرتی ہیں ایک برائی دس برائیوں کو جنم دیتی ہے عرب بھی شراب، جوا، چوری، ڈاکہ، زنا گالی گفتار میں طاق ہو چکے تھے اور اس کا انتہائی افسوسناک پہلو یہ تھا کہ وہ اپنی ان خامیوں خرابیوں اور برائیوں پر فخر بھی کرتے تھے ذہین تھے مگر اپنے اشعار اور تحریر سے عورت کو ننگا کر کے خوش ہوتے تھے، بہادر تھے مگر بھائی بھائی کا گلا کاٹ کر پھولے نہ ساتے تھے جاہل تھے، اس لئے ذہانت اور بہادری کے صحیح مصرف سے بے خبر تھے ایک عورت کو محبوبہ بنا کر گلی گلی اس کے چرچے کرتے تھے اسے حاصل کرنے کے لئے خون بہاتے تھے اور جب وہ مل جاتی تو لونڈی بنا کر رکھتے تھے اسے مارتے پیٹتے اور جب چاہے گھر سے نکال دیتے باپ مرتا تو اس کی بیویاں بیٹوں کو وراثت میں ملتی تھیں۔

جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کا ضمیر اُسے ٹوکتا ہے ضمیر کی آواز پر چاہے وہ کان نہ دھرے اور سخت دل بنا رہے لیکن ضمیر اسے ہر گناہ پر جھنجھوڑتا رہتا ہے، اور بار بار یہ احساس دلاتا رہتا ہے کہ وہ ایک غلط کام کا مرتکب ہو رہا ہے یہ چیز انسان کو توہم پرست بناتی ہے اور اس کا دماغ ہر وقت آسیب، بھوت پریت، جادو ٹونا اور خبیث ارواح کو اپنے چاروں طرف منڈلاتے ہوئے دیکھتا ہے دراصل یہ اس کے وہ گناہ ہوتے ہیں جو اس کے خیالات کی دنیا میں متشکل ہو کر اسے ڈراتے ہیں اور انھیں بھگانے کے لئے وہ ایسے لوگوں کی طرف دوڑتا ہے جو اس کی دانست میں اس کے مقابلے میں نیک اور اچھے اعمال کے مالک ہوتے ہیں یہیں سے عمل

عملیات تعویز گنڈے شروع ہوتے ہیں۔

عربوں کو بھی ہر جگہ گھر میں باہر جنگل میں ویرانے میں اپنی ذات کا وہ اندھیرا نظر آتا تھا جس میں وہ بھٹک رہے تھے اور اس اندھیرے میں ان کے گناہ انھیں خوفزدہ کرتے تھے ان باتوں سے گھبرا کر وہ چاند سورج اور ستاروں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر روشنی مانگتے تھے مگر یہ تو جہالت کا اندھیرا تھا بے جان چیزیں اُنھیں روشنی کہاں سے دیتیں جہالت انسانی احساس اور شعور کو مٹا دیتی ہے، عرب بھی قطعی طور پر بے حس اور بے شعور قوم بن چکی تھی ان کے پاس مستقبل کا کوئی تصور نہیں تھا جو کچھ تھا وہ آج تھا اور ''آج'' انتہائی تکلیف دہ تھا نتیجہ میں جو طاقتور تھے وہ ظالم تھے اور جو کمزور تھے وہ بے سہارا تھے خود غرضی اور عدم مساوات نے انسانوں کے ہاتھوں انسان کو ذلیل کر رکھا تھا اس تاریک عہد میں صرف دشمنی ہی ایسا فرض تھا جو مع سود ادا کرنا پڑتا تھا۔ یوں تو سارا عرب ہی ان حالات سے دو چار تھا لیکن اسی عرب میں یثرب کا علاقہ نسبتاً الگ طرح کے حالات رکھتا تھا۔ مکہ معظّمہ سے شمال میں ۲۷۰ میل دور یثرب تھا جو اب مدینہ کہلاتا ہے، یہ مکہ کی طرح بے آب و گیا اور خشک ریگستان نہیں تھا بلکہ یہاں کاشت بھی ہوتی تھی اور پھل دار درخت بھی موجود تھے اور موسم بھی مقابلتاً بہتر تھا بعض تاریخی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شہر حضرت عیسیٰ مسیح کی پیدائش سے سولہ سو برس پہلے آباد ہوا تھا اور اس کے سب سے پہلے باشندے عمالیق تھے، پھر قحطانی نسل کی ایک شاخ یہاں پہنچی اور اس سے دو قبیلے بنے اوس اور خزرج یہ دو بھائیوں کی اولاد تھے ۵۸۶ ق م میں بنی اسرائیل پر بخت نصر نے ظلم کیا یروشلم تباہ و تاراج کر کے

یہودیوں کو نکال باہر کیا تو بنی اسرائیل لٹ لٹا کر حجاز آبسے، یثرب کے رہنے والوں کو اس طرح ایک نئی قوم سے متعارف ہونے کا موقع ملا اور کچھ نئی باتیں بھی معلوم ہوئیں۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم سے ہٹ چکے تھے لیکن ایک نبی یا پیغمبر کا تصور ضرور رکھتے تھے۔ تیسری اور چوتھی صدی عیسوی میں عیسائی قوم عرب پہنچی یہ عربوں کے مقابلے نرم خو اور منکسر مزاج تھے جبکہ عرب جنگ جو اور خونی جھگڑالو تھے۔ عیسائیوں نے اپنے مذہب کا پیغام ان کو پہنچایا اور عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا سلسلہ شروع کیا اور عربوں کو بدلنا چاہا لیکن صدیوں کی برائیوں سے اجتناب عربوں کو نہ بھایا آخر عیسائیوں نے جنگ کی ان کی پشت پناہی رومی حکومت نے کی اور اس نتیجے میں عرب کے سرحدی علاقے عیسائی ہوگئے۔ عیسائیوں کے ہاں بھی پیغمبروں کا ذکر تھا ان کی تعلیمات تھیں اور آنے والے ایک نبی کا ذکر موجود تھا، غرض یثرب کے عربوں میں کچھ یہودی ہو چکے تھے اور کچھ عیسائی اور دونوں جگہ خدا اور رسول اور رسالت کا تصور موجود تھا اور وہ لوگ جو اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے تھے انھیں بھی کسی نہ کسی حد تک یہ معلوم تھا کہ دنیا میں وقتاً فوقتاً نبی اور پیغمبر انسانوں کی اصلاح کے لئے آتے رہے ہیں اور اب بھی ایک نبی کی آمد متوقع ہے۔

جب کہ اہل مکہ کے نزدیک رسالت اور رسول کا خیال بالکل اجنبی تھا اور قبیلۂ قریش کے لئے تو بدمزہ بھی کیونکہ وہ کعبہ کے موروثی مالک سمجھے جاتے تھے اور متولی تھے اور کعبہ میں رکھے بتوں کی پرستش سارا عرب کرتا تھا اس طرح جو اقتدار و اختیار اہل قریش کو حاصل تھا وہ اس کو جان کے بدلے بھی دینے کو تیار نہیں

تھے اور اس اقتدار اور فخر و غرور کو کھونا ان کے لئے زندگی اور موت کا سوال تھا۔ لیکن جو چیز انسانی ہاتھوں سے بنے گی وہ انسانی ہاتھوں ہی سے ٹوٹے گی اور اس انتہائی تاریک رات کی بھی سحر ہوئی یعنی ۵۷۰ء میں عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے گھر محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، حضرت محمد ﷺ کے والد آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے عرب کے دستور کے مطابق آپ ﷺ دو سال تک ایک دایہ کے پاس رہے جن کا نام حلیمہ سعدیہ تھا دو سال کے بعد ماں حضرت آمنہ کے پاس واپس تشریف لے آئے جب آپ ﷺ چھ سال کے ہوئے تو حضرت آمنہ آپ ﷺ کو لیکر مدینہ گئیں اور واپسی میں ۵۷۶ء میں مقام ابوا کے پاس انتقال کر گئیں۔ آپ ﷺ دادا کے بے حد لاڈلے تھے کیونکہ انھیں یہ پوتا بیٹے کے بدل میں ملا تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ دادا کی سرپرستی میں آگئے آٹھ سال کی عمر میں دادا بھی گزر گئے، اب آپ ﷺ کے چچا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب نے آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت اپنی نگرانی میں شروع کروائی، وہ تاجر تھے اور اکثر آپ ﷺ کو بھی اپنے ساتھ شام اور یمن لے جاتے اِدھر اُدھر آنے جانے سے آپ ﷺ کو ایک خاموش تعلیم بھی مل رہی تھی مختلف لوگوں سے ملنے کا موقع ملتا تھا آپ ﷺ کو عرب کے حالات بچپن ہی سے غیر مانوس لگتے تھے اور آپ ﷺ اپنے اس وقت کے سماج سے ناخوش رہتے تھے لیکن کم عمر تھے اس لئے ابھی کچھ کر نہیں سکتے تھے لیکن اتنا ضرور کیا کہ اپنی ذات کو ان فرسودہ غیر مہذب اور غیر انسانی رسم و رواج اور عادتوں سے بچائے رکھا آپ ﷺ اکثر تنہائی میں بیٹھے یہی سوچتے رہتے کہ یہ لوگ اس قدر برائیوں میں کس طرح گھر گئے کہ بھلائی

اور برائی کی تمیز بھی بھول گئے پندرہ سال کی عمر میں آپ ﷺ پہلی بار جنگ میں شریک ہوئے میلۂ عکاظ میں کسی معمولی سی بات پر حسب سابق قبیلہ قیس اور قبیلہ کنانہ میں ٹھن گئی اور ان کی وجہ سے خاندان ہوازن اور خاندان قریش میں چل گئی بات بڑھی تو تیر اور تلوار نکل آئے اور اسی جنگ میں آپ ﷺ شریک ہوئے آپ ﷺ کم سن تھے اس لئے آپ ﷺ کا کام صرف اتنا تھا کہ اپنے چچاؤں کو تیر دیتے رہیں آپ ﷺ اس جنگ وجدل سے خوش نہیں تھے جس میں ایک بھائی دوسرے بھائی کے سینہ پر تیر آزما رہا تھا۔ آپ ﷺ کے مزاج کی نرمی، خوش خلقی، درگزر اور معاف کرنے کی عادت، امانت داری، غریب پروری، عورت کی عزت کرنا عرب والوں کے لئے بالکل انوکھی چیز تھی وہ آپ ﷺ کے اوصاف دیکھتے اور حیران رہ جاتے۔ ہر انسان میں نیکی کا جزء کم یا زیادہ ہوتا ضرور ہے اس لئے عرب کے لوگوں کو آپ ﷺ کا مزاج اور عادات اچھے تو لگتے تھے لیکن ان اوصاف کو خود اختیار کرنے کی سوچتے تو گڑ بڑا جاتے کیونکہ خاندان اور سماج کی عداوتوں نفرتوں اور فخر وغرور کے محل لرزنے لگتے اور پھر اپنی جگہ جم جاتے البتہ زبان سے ہر کوئی آپ ﷺ کی تعریف کرتا اور آپ ﷺ کے اخلاق کے گن گاتا۔

حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس میں اول کوئی اخلاقی کمزوری نہیں تھی دوسرے عبادت وریاضت اور تیسرے لگاتار نیک عمل ان سب اوصاف نے مل کر آپ ﷺ کو روحانی عروج کی اس انتہائی منزل پر پہنچادیا جہاں خالق ومخلوق میں رسمی سا پردہ رہ جاتا ہے دنیا کے اسرار اور رموز بندے پر منکشف ہوجاتے ہیں بھلائی اور برائی کے پیمانے اسے معلوم ہوجاتے ہیں اور سینہ علم کے مقدس نور

سے روشن ہوجاتا ہے شریعت میں اسی منزل کو نبوت کا نام دیا گیا ہے۔

۳۵ سال کی عمر (۶۰۵ء) میں حضرت محمد ﷺ اس منزل تک پہنچ چکے تھے اور ان برائیوں کی کھوج لگا چکے تھے جن میں اہل عرب پھنسے ہوئے تھے۔ لہٰذا انھیں دُور کرنے کا عزم لیکر آپ ﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے ایک بات جو ہر انسان کے لئے قابل تقلید ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نے اصلاح کا کام سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع کیا آج کے علماء اور مصلح اس بات پر غور کریں کہ سنت محمدی ﷺ یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے اپنے گھر اور خاندان کو سدھارو پھر اوروں کو پہنچاؤ۔

غرض پھر آپ ﷺ کی آواز ریگستان کے ہر چہار طرف گونج اُٹھی کہ اہل عرب آؤ میں تمہیں ایمان کی دعوت دیتا ہوں، نیکی اور پاکیزگی کی طرف بلاتا ہوں، نیک اعمال کی تلقین کرتا ہوں، محبت اور اخوت کا درس دیتا ہوں، اہل مکہ نے جب یہ پیغام حق سنا تو دو چار لوگوں کے سوا سبھی نے ہنسی مذاق میں بات اڑا دی وہ لوگ اچھی بات سننے کے روادار نہیں تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (آپ ﷺ کی شریک حیات جن کی عمر آپ ﷺ سے شادی کے وقت ۴۰ سال تھی جب کہ حضرت محمد ﷺ صرف ۲۵ سال کے تھے) آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو اپنے وقت کے نیک عالم تھے انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کو وہ منصب ملا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کو ملا تھا لیکن آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو اپنے میں سے نکال دے گی کیونکہ ہر نیک انسان اور نبی کے ساتھ یہی ہوا ہے اس طرح ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دی۔

اور وہی ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی قوم آپ ﷺ کی ہر نصیحت ہر پیغام

اور ہر اچھی بات پر بد دماغوں کی طرح ہنسی بنالی حق کو جھٹلایا اور آخر کار آپ ﷺ کو ستانے اور مارنے پر کمر بستہ ہوگئی لیکن عربوں کی قدیم روایات کے خلاف آپ ﷺ کے ہاں بدلہ لینے کا کوئی تصور نہیں تھا اور پھر آپ ﷺ تو ان خونخوار اور بگڑے لوگوں کو سدھارنے اور سنوارنے ہی کے لئے اُٹھے تھے اس لئے ان کا ہر ستم گوارا کیا آپ ﷺ کی حلم برداری نرمی اور درگزر کا اس واقعہ سے اندازہ ہوگا، ایک دن کوہ صفاہ کے قریب آپ ﷺ بیٹھے ذکر وفکر کے ساتھ خدا کے تصور میں گم تھے کہ ادھر سے ابو جہل (جو نبی کریم ﷺ کا چچا تھا) کا گزر ہوا آپ ﷺ کو تنہا پایا تو پہلے اس نے آپ ﷺ کو گالیاں دیں آپ ﷺ خاموش رہے پھر بیہودہ باتیں اور حرکتیں کیں آوازیں دے کر نام لیکر برا بھلا کہتا رہا مگر آپ ﷺ پھر بھی خاموش سنتے رہے آخر کار اس سے نہ رہا گیا تو اس نے ایک بڑا سا پتھر اُٹھا کر آپ ﷺ کو مارا جو آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر لگا اور خون بہنے لگا جس سے آپ ﷺ کا چہرۂ انور تر ہوگیا آپ ﷺ نے نگاہ اُٹھا کر اسے دیکھا اور کوئی جواب دیئے بغیر اپنے گھر کی طرف چل پڑے، گھر والے آپ ﷺ کو اس حال میں دیکھ کر گھبرا گئے اور ابو جہل کو برا بھلا کہنے لگے تو آپ ﷺ نے انھیں منع فرمایا مگر شام تک یہ خبر مکہ بھر میں پھیل گئی، آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے مگر آپ ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے یہ خبر سن کر غصہ سے آگ بگولہ ہوگئے اور عرب کے روایتی انداز پر ابو جہل سے بھتیجے کا بدلہ لینے پہنچ گئے وہ اس وقت قریش کے سرداروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کمان اتنی زور سے ابو جہل کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور کہا کہ آج

سے میں بھی محمد ﷺ دین پر ہوں، ہے کوئی مائی کا لال جو مجھے روک سکے، پھر خوش خوش آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے کہا کہ ”بھتیجے! خوش ہو جاؤ میں نے ابو جہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے“ یہ سنکر آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ ”چچا میں تو اس وقت خوش ہوں گا جب آپ میری بتائی نیک اور سیدھی راہ قبول کر کے ایمان لے آئیں گے مجھے ابو جہل سے کوئی شکوہ نہیں وہ بے خبر ہے کہ نیکی کیا ہے؟ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حیران رہ گئے اس صبر پر، اس معاف کرنے کی انوکھی ادا پر، اس نرمی پر دل نے آواز دی کہ جو شخص اتنا حلیم اور نیک ہو وہ یقیناً سچا ہے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ رفتہ رفتہ آپ ﷺ کا حلقہ بڑھنے لگا لیکن اس کے ساتھ اذیتیں بھی بڑھنے لگیں عرب کے کونے کونے سے آپ ﷺ کی مخالفت ہونے لگی لیکن جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے انھوں نے ہر تکلیف اور اذیتیں برداشت کیں لیکن آپ ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اول بات یہ کہ نبی پاک ﷺ خود اپنی قوم کے لئے سادگی اخلاق اور نیکی کا پیکر بنے ان کے دکھ درد میں بذات خود شریک ہوئے اور دوسری بات یہ کہ ہر انسان اپنے توہمات کی دنیا سے باہر نکلتے ہوئے تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن جب ایک دفعہ باہر نکل آتا ہے تو اسے حیرت ہوتی ہے کہ وہ اس تاریکی میں اب تک کیسے رہا؟ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ نیکی اور اخلاق کی راہ پر چلانے والا خود بھی نیک اور با اخلاق ہو اور جن اُصولوں کا پرچار کرے پہلے خود ان پر چلے اور اپنی ذات اور بات کے اثرات براہ راست عوام پر ڈالے دیر یا سویر کامیابی ضرور ملے گی۔

یوں تو سارا عرب ہی جہالت اور بے ہودگی میں مبتلا تھا لیکن مکہ ان تمام

مکروہات کا گڑھ تھا اسی لئے نبوت کے ابتدائی تین سالوں میں مکے کے صرف چالیس لوگ مسلمان ہوئے ، زیادہ تعداد انھیں کی تھی جو اپنی ضد اور ہٹ پر قائم تھے مکہ والوں کی اس سخت دلی اور سرد مہری پر رسول اللہ ﷺ اکثر دل گرفتہ ہوجاتے تھے لیکن آپ ﷺ کا عزم اپنی جگہ پختہ تھا اور آپ ﷺ لگاتار اسی کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح یہ قوم سنور جائے ، اسی زمانہ میں مدینہ سے سات آدمیوں کا ایک قافلہ حج وزیارت کے لئے آیا ان لوگوں نے مکہ سے باہر پڑاؤ ڈالا ان میں ایک صاحب تھے جن کا نام سوید بن صامت تھا اور ان کو اپنے علم و حکمت پر بڑا ناز تھا آپ ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ سے ایک قافلہ آیا ہوا ہے تو آپ فوراً ان کے پڑاؤ پر پہنچے اور سوید بن صامت سے کہا کہ میں ایک نیک اور قیمتی امانت تمھیں دینا چاہتا ہوں انھوں نے جواباً کہا کہ میں بھی حکمت لقمان آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں یہ کہا اور اپنے کچھ اشعار سنائے ، ان کے سنجیدہ اور عالمانہ شعروں کی رسول اللہ ﷺ نے تعریف کی اور پھر ان کو قرآن کی چند آیات سنائیں اور پوچھا کہ یہ کیسا لگا ، سوید نے ان آیات میں وہ علم پایا جس کی کھوج میں وہ رہا کرتے تھے انھوں نے فوراً آپ ﷺ کی صداقت کی گواہی دی اور اپنے چھ ساتھیوں سمیت ایمان لے آئے اسی طرح مدینہ سے جو قافلے مکہ آتے تھے آپ ﷺ کی نصیحت پر برائیوں سے توبہ کر کے نیکی کی راہ پر راغب ہوجاتے مدینہ کے اکثر لوگ آپ ﷺ کی سیرت اخلاق ، صبر اور عبادت سے متاثر ہوکر مسلمان ہوتے اور مدینہ جا کر کہتے کہ یقین جانو یہ وہی رسول ہیں جس کی نسبت ہمیں یہود ڈرایا کرتے تھے کہ تمھیں ٹھیک کرنے کو ایک نبی آنے والا ہے بس جلدی کرو اور

اس نبی کے ساتھ ہوجاؤ ، یہ قبیلہ خزرج کے لوگ تھے مدینہ کے ہر گھر میں رسول اللہ کی تعلیمات کا چرچا رہتا تھا لیکن ان تعلیمات کا مذاق کسی نے نہ اُڑایا ، جی چاہا قبول کرلیا اور دل نے نہ مانا تو خاموش رہے ، مدینہ والوں کے اس بڑھاوے پر مکّے کے لوگ اور زیادہ مشتعل ہوگئے ۔

آخر کار جب مکہ والوں نے اذیت کوشی میں انتہا کردی تو مدینہ سے ایک وفد آیا اور رسول اللہ سے کہا کہ اہل مکہ کی زیادتیاں بڑھتی جارہی ہیں آپ ہمارے ساتھ مدینہ چلئے رسول اللہ ﷺ بھی اس صورت حال کو دیکھ رہے تھے مگر آپ ﷺ کو اپنی تکلیف سے زیادہ ان لوگوں کا خیال تھا جو مکہ میں آپ ﷺ کا ساتھ دینے کی بناء پر ظلم وستم سہہ رہے تھے آخر آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ مکّے والے مسلمان مدینہ پہنچ جائیں اور یوں رفتہ رفتہ مکّے کے مسلمان مدینہ میں جمع ہونے لگے مکہ والوں نے راستے میں ان کا سامان لوٹنا شروع کردیا اور آخر کار نبی پاک ﷺ کو قتل کرنے کی ناپاک سازش کرلی تب آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور ورقہ بن نوفل کی کہی بات سچ ثابت ہوئی ۶۲۲ء کو اللہ کے رسول ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی اور اس طرح مکّے میں پیدا ہونے والے نبی کریم ﷺ نے مدینہ کو اپنا وطن بنالیا اور انصار مدینہ نے مہاجرین کو اپنے اخلاص ومحبت کے علاوہ اپنے مال ودولت ، جائیداد، تجارت اور اپنے مویشیوں میں بھی اپنے ساتھ شریک کرلیا تھا اور اس طرح انسانی محبت اور آپسی بھائی چارگی کا ایک انوکھا نمونہ پیش کیا ۔ رسول اللہ ﷺ کو مکہ کے مقابلہ میں مدینہ میں ہر قسم کی کامیابی ملی کیونکہ اول مدینہ کے لوگوں میں شہری شعور تھا ۔ دوسرے ان کی زندگی

میں مصائب کم تھے کھیتی باڑی ان کا اچھا سرمایا تھا اور تیسری بات یہ کہ کئی صدیوں سے وہ ایسی قوموں کے درمیان رہتے آئے تھے جو اپنے پیغمبروں کی زندگی اور ان کی تعلیمات پر فخر کرتی تھیں۔ چوتھی بات ان لوگوں کے پاس علم بھی تھا اور مذہبی کتاب بھی جن میں جگہ جگہ نیک اور سیدھی راہ پر چلنے کا ذکر ہے پانچویں وجہ یہ کہ مکے والے مدینہ کے لوگوں کو اپنے سے کم تر سمجھتے تھے اور جب اللہ کے رسول ﷺ نے سب کو برابری کا درجہ دیا اور مدنی لوگوں کو جیسے ہی اس بات کا علم ہوا وہ بہت تیزی سے اس نبی ﷺ کے حلقے میں آگئے جس نے ان سماجی طور پر بلند کر دیا تھا اور وہ مکہ والوں کے سامنے سر اٹھا کر چل سکتے تھے۔ غرض ۵۹۵ء سے لیکر ۶۳۰ء تک کے عرصہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے اہل عرب کی کایا پلٹ دی اور وہ خونخوار ضدی سرکش قوم صلح جوئی اور باہمی محبت کی برادری کا تصور لئے دنیا کے پردے پر ابھری۔

اللہ کے رسول ﷺ کا سب سے پہلا ارشاد یہ تھا کہ سب انسان برابر ہیں نہ کوئی آقا ہے نہ غلام اور تم میں زیادہ نیک اور اللہ کا مقرب بندہ وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں اور فرمایا بدلہ لینے والے کے مقابلے میں معاف کر دینے والا زیادہ بلند انسان ہوتا ہے اور جب نبی پاک ﷺ نے محسوس کیا کہ عرب میں ایک ایسا نظام زندگی جاری ہو چکا ہے جس میں امن وسکون، اخوت محبت اور سماجی برابری ہے تو آپ ﷺ نے سمجھا کہ جس کام کے لئے اللہ نے آپ ﷺ کو منتخب کیا تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔ ۶۳۲ء میں آپ ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا۔ (از کتاب گگن مذاہب عالم نمبر)

اے عالمی برادری کے منصف مزاج دوستو بھائیو! اے ہر مذہب کے منصف مزاج رہنماؤ مذکورہ تاریخ کی روشنی میں اہل عرب کے مزاج کو آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ تو محسنِ انسانیت بنکر پیغام رحمت اخوت آپسی بھائی چارگی جذبۂ عفو درگذر کے ساتھ انسان اور انسانیت کی خدمت کی دعوت روپ رنگ نسلی بھید بھاؤ کے مٹانے کی دعوت دی تو اُس وقت کے جاہل عربوں کے قبائل نے اور کچھ مکار قوموں نے آپ کے خلاف پچیس یا ستائیس مرتبہ ہزاروں کی تعداد میں مصلح افواج کے ساتھ جنگ چھیڑ دی اور جنگیں ہو بھی گئیں آپ ﷺ مظلوموں اور کمزوروں کی حمایت میں دفاعی جنگ میں بھی شریک رہے۔ اب آپ خود غور کیجئے جو نبی کریم ﷺ رحمت عالم اور محسنِ انسانیت بنکر کیا وہ کسی کے ساتھ ناحق جنگ کر سکتے تھے؟ ہرگز نہیں! جب کہ طاقتور ظالم ناحق جنگ چھیڑتے رہے اور اگر اللہ اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دینے کے لئے حق پرستوں کی تائید میں اگر آیات جہاد نازل کرتا ہے تو غلط کیوں لگتا ہے؟ اگر دیگر مذاہب کا خدا اگر ان کی کتابوں میں ان کی تائید میں جہاد کا یا مظلوموں کی حمایت میں لڑنے کا حکم دیتا ہے تو صحیح اور قرآن میں کچھ آیات وہ بھی انسانیت کے دُشمن اور ظالموں کے خلاف لڑنے کے لئے نازل ہوئی ہیں تو غلط کیوں لگتا ہے؟۔

لہٰذا آیئے! ہم کتاب ’’ آیات جہاد کا قرآنی مفہوم‘‘ کے کچھ مضامین کی مدد سے ہم مفہوم جہاد اور موقع ومحل پر روشنی ڈالتے چلیں ملاحظہ فرمایئے:

وہ چوبیس آیات جن میں جہاد کا ذکر ہے، آئیے! ان احکامات کے پس منظر اور معنیٰ کو سمجھنے

کی کوشش کرتے ہیں!

نوٹ: آیات قرآن اور ہندو مذہبی کتابوں کے حوالے کتاب آیات جہاد کا قرآنی مفہوم سے اخذ کئے گئے ہیں۔

آیت نمبر ﴿ ۱ ﴾

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ (التوبۃ ۹:۵، پارہ ۱۰)

ترجمہ: پھر جب محترم مہینے گزر جائیں تو (ظالم) باطل پرستوں سے اگر معرکہ پیش آئے تو انہیں مارو (مگر بہتر ہے انہیں زندہ) پکڑو اور قید کرلو ہر (اس) جگہ ان کی تاک میں بیٹھو (جہاں سے وہ حملہ آور ہوسکتے ہیں) پھر اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ٥۔

تجزیہ: اۓ اللہ کے بندو! اس آیت کے حکم کو ذرا سمجھنے کی کوشش کرو، اللہ ﷻ فرما رہا ہے کہ جب محترم مہینوں (یعنی شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور رجب المرجب) میں مکہ کے باطل پرست لوگ ایک اللہ کے ماننے والوں پر اگر ظلم کرتے ہیں تو تم صبر و استقامت کے ساتھ اللہ پر یقین رکھو ان حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کے بعد اگر وہ ظالم لوگ تم پر ظلم و ستم کرتے ہیں یا جبراً حملہ آور ہوتے ہیں تو جہاں سے ان کے حملہ کرنے کا اندیشہ ہے اس مقام پر ہمیشہ چوکنّا رہو اگر غفلت برتو گے تو وہ ظالم تمہیں قتل کردیں گے۔ لہٰذا اپنے دفاع کے لئے

جوابی کاروائی میں تم بھی ان سے لڑو، مگر ان کو قتل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ انہیں زندہ پکڑ کر قید کرلو جب وہ قیدی بن کر تمہارے قبضہ میں آجائیں تو ان کو حق و صداقت اور انسانی بھائی چارے کی دعوت دو، ظلم و بربریت ترک کرنے، ایک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو ماننے کی دعوت دو اور قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک ایسا روا رکھو کہ وہ تمہارے اخلاق و کردار کے باعث تمہارے دین سے متاثر ہو کر خود وہ اپنی خوشی سے یعنی بنا زور زبردستی کے تمہارا دینِ اسلام قبول کر کے جنگ سے باز آئیں اور ظلم بربریت سے توبہ کر کے صدق دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آتے ہیں اور جنگ وجدال، خرافات و گناہوں میں ملوث رہنے کی بجائے نماز قائم کرتے ہوئے غرباء و یتیموں کی مدد کے لئے زکوٰۃ دیتے ہیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو یعنی پچھلی عداوت بھول جاؤ۔ بیشک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ بھی ارشاد فرماتے ہیں اگر تمہارا ظالم (ظلم سے باز آتا ہے) تو اسے معاف کردو اور صلۂ رحمی اختیار کرو جس نے تم سے رشتے توڑ لئے اور تمہیں (تمہارے حق سے) محروم رکھا بدلے میں تم اس کو اور عطا کرو کیونکہ اللہ عفو و درگذر مروّت اور احسان کو پسند فرماتا ہے، اگر تم زرّہ برابر بھی نیکی یا بدی کرتے ہو اللہ اسے بھی جانتا ہے۔ (التاویلاتِ نجمیہ)

زرا غور کیجئے! کہ اللہ انہیں خود معاف فرما کر اپنے ماننے والوں کو حکم دے رہا ہے کہ ان کے پچھلے گناہوں اور ان کے ظلم و زیادتی پر ان کی گرفت نہ کرو نہ ان کے خلاف دلوں میں کوئی بغض رکھو۔

اب از روئے انصاف بتائیے کہ اس آیتِ پاک میں کہاں بے گناہوں

کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے؟ یا بے گناہوں کے قتل کی اجازت دی گئی ہے؟ ہم ہر مذہب کے بھائیوں سے ایک سوال کرتے ہیں کہ ایسے حالات میں اگر دنیا کا کوئی بھی دھرم یا مذہب ہوتا تو کیا وہ اپنے ماننے والوں کو ظلم و بربریت کا شکار ہونے اور خاموشی سے قتل ہو جانے کا حکم دیتا؟ اللہ صرف مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ اللہ تو ساری دنیا کی ہر قوم اور ہر مخلوق کا ہے، کیا اسے اپنی مخلوق پیاری نہیں ہے؟ جو بے گناہوں پر ظلم و زیادتی کا حکم دے گا؟ ہرگز نہیں! اور تو اور اللہ کے رسول ﷺ نے تمام نسل انسانی کی جان و مال، عزت اور حرمت کی حفاظت فراہم کرتے ہوئے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ دِمَـاءَ کُـمْ وَاَمْـوَالَـکُـمْ وَاَعْـرَاضَـکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ، کَحُرْمَۃِ یَومِکُمْ ھٰذَا، فِیْ شَھْرِکُم ھَذا، فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذا، اِلیٰ یَومِ تَلقَوْنَ رَبَّکُم۔ (بخاری و مسلم)

’’بیشک تمہارے (لئے) خون خرابہ اور تمہارے (لئے ناحق) مال اور تمہارے (لوگوں کی) عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں (مقرر کی گئی) ہے۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملوگے۔‘‘

لہٰذا کسی بھی انسان کو ناحق قتل کرنا، اس کا مال لوٹنا اور اس کی عزت پر حملہ کرنا یا اس کی تذلیل کرنا یقیناً حرام ہے۔ اس حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے صرف مسلمانوں کے جان کی قیمت نہیں بلکہ تمام انسانوں کے جان و مال اور عزت کی قدر و قیمت بتائی ہے اور یہ بھی ارشاد فرما دیا ہے کہ قتل و غارتگری حرام ہے۔ مذکورہ

آیت اور فرمان نبوی ﷺ سے یہ واضح ہو گیا کہ ناحق قتل انسانی، خون خرابہ حرام ہے۔

کسی صوفی کا قول ہے انسانیت کی بنیاد اخلاق پر قائم ہے اور اخلاق کی بنیاد رحم دلی پر قائم ہے اور برائی کو برائی سے نہیں بلکہ بھلائی سے ختم کیا جا سکتا ہے اور جو آیت مذکورہ میں حکم دیا گیا ہے وہ تو ظلم و ستم اور بربریت کے ظالمانہ ماحول سے دفاع یعنی Defence کے لئے ہے نہ کہ ظلم و بربریت کے لئے اور آج دنیا میں فسادی دہشت پسندوں نے جو خون خرابہ پھیلا رکھا ہے جس کے خلاف تمام ممالک کے لوگ مذمت کر رہے ہیں کہ آخر یہ کیا ہے؟ اور کس لئے ہے؟ لہٰذا اُس وقت بھی ظالم حق یا ستیہ اور انسانیت کے دشمنوں نے حق یا ستیہ کے خلاف اپنے فوجیں بنا رکھی تھی اور ان کے ساتھ حق یا ستیہ پر عمل کرنے والے بے گناہ لوگوں پر حملہ آور ہو رہے تھے، تب مذکورہ آیت میں اللہ نے ستیہ یا حق پرستوں کو ظالموں کے ظلم کے خلاف اپنے اور مظلوموں کے دفاع میں لڑنے کی اجازت دی ہے اور اس کے ساتھ یہ حکم بھی دے دیا کہ تم اس طریقے سے دفاع کرو کہ وہ ہتھیار ڈال دیں یا جنگ سے باز آجائیں (تاکہ قتل کی نوبت نہ آنے پائے) تو تم ان کو خود قید کر لو اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ تمہاری قید میں آجائیں تو ان کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک سے پیش آؤ تاکہ وہ تمہارے حسن کردار اور اسلام سے متاثر ہو کر حق کو قبول کر کے اسلام لے آئیں ظلم و ستم سے توبہ کر کے انسانیت وسچائی کی راہ پر آجائیں کیونکہ کسی کو اخلاق میں شکست دینا جنگ میں شکست دینے سے بڑی کامیابی ہے۔ مذکورہ آیت کی تشریح تو ہم نے کر دی کہ اللہ نے ایسے بدترین حالات میں بھی کس سلیقے اور اصولوں کے ساتھ دشمن حق کے خلاف لڑنے

کا حکم دیا ہے۔ کچھ ایسے ہی حالات میں ہم ویدوں کے احکامات کا جائزہ لینے کے لئے کتاب ''آیات جہاد کا قرآنی مفہوم'' سے مدد لیتے ہیں ملاحظہ فرمائیں!

اتھروید: (۴۔۸۔۵) میں بھگوان حکم دیتا ہے کہ:

اے بہادر، دوڑو، بھاگو، بڑھو اپنے بادشاھوں کے حکم سے دُشمن کا خاتمہ کردو جیسے بھیڑیا بھیڑ کو پیس ڈالتا ھے، تم دشمن کو پیس ڈالو، وہ خطرناک (ظالم وسفاک) دشمن تم سے زندہ بچ کر نہ جائے ان کی جانوں کو اپنے ملک میں کاٹ لو۔

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: اب ازروئے انصاف بتائیں کہ بھگوان یہ حکم کس کے خلاف دے رہا ہے؟ کیا بے گناہ لوگوں کے قتل کا حکم دے رہا ہے؟ نہیں یہ حکم جن کے خلاف دیا گیا ہے یقیناً وہ لوگ انسانیت یا مانوتا، ستیہ اور شانتی کے دشمن رہے ہوں گے، بے گناہ ستیہ کے پرستاروں پر ظلم وستم کر کے ان کو قتل کرنے والے رہے ہوں گے تو بھگوان نے جن کو بھی یہ حکم دیا ہے وہ غلط نہیں ہے۔ غور کرو! بھگوان ستیہ وادی لوگوں کو بہادر کہہ کر ان کا حوصلہ بڑھا رہا ہے کہ دوڑو، بھاگو، بڑھو اپنے بادشاہ کے حکم کا پالن کرو جیسا بھیڑیا بھیڑ پر حملہ کرتا ہے ویسے ہی تم بھی ان ستیہ کے دشمنوں پر حملہ کرو اور تمام ظالموں کا خاتمہ کر دو یہاں تک کے ان میں سے ایک بھی تمہارے ہاتھوں زندہ بچ کر جانے نہ پائے۔ اگر یہ حکم انسانیت کے

دشمنوں یا ظالموں کے خلاف ہے تو غلط کہاں ہے؟ مذکورہ آیت میں اگر ایسا ہی حکم اللہ دیتا ہے تب بھی درست تھا، مگر اللہ نے مذکورہ آیت میں انسانیت نواز حکم دیا ہے جو غلط نہیں ہوسکتا۔

نوٹ: اب آپ خود مذکورہ آیت اور اتھر وید دونوں حکموں کو بغور پڑھیں اور سمجھیں کہ ظالموں کے خلاف انسانیت و مانوتا کے تحفظ کے لئے کس کس انداز سے حکم دیا گیا ہے۔

پرمہنس پرمانند جی کے مقلد سوامی اڑگڑانند کے ذریعے لکھی شری مد بھگود گیتا کی تشریح، حقیقی گیتا، (یتھارتھ گیتا) میں منقول ہے:

تمام طرح سے گم گشتگی کا شکار ہو کے طبیعت والے، فرفتگی کے جال میں پھنسے ہوئے، دنیوی عیش و عشرت میں بیحد ڈوبے ہوئے شیطانی خصلت والے انسان ناپاک دوزخ میں گرتے ہیں!

h h h

آیت نمبر ۲

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ (التوبۃ ۹:۲۸، پارہ ۱۰)

ترجمہ : اے ایمان والو! بیشک باطل پرست ناپاک (سازشیں کرتے) ہیں۔ لہٰذا اس سال کے بعد (یعنی فتح مکہ کے بعد ۹ھ سے) وہ مسجدِ حرام کے قریب نہ آنے پائیں، ہاں اگر تمہیں کسی محتاجی کا خوف (ستاتا) ہے تو (پریشان نہ ہونا تمہارا) اللہ چاہے تو اپنے فضل سے تمہیں عنقریب غنی کردے گا، بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے o

تجزیہ : اے امن پسندو! اے انسانیت پسندو! حق و انصاف اور پوری دیانت داری سے بتاؤ کہ اس حکم میں کیا برائی ہے؟ کیا اللہ کا یہ کہنا غلط ہے کہ اُن ناپاک سازشیں کرنے والے ستیہ کے دشمنوں کو آئندہ سال سے مسجدِ حرام کے قریب آنے نہ دو اگر تمہیں ان کے ظلم و ستم سے لوٹے جانے کے بعد آنے والی غربت و افلاس کا خوف ہے تو کسی محتاجی کا خوف نہ کرو، اللہ پر یقین رکھو، وہ عنقریب اپنے فضل سے تمہیں وہ سب کچھ عطا کرے گا جس کے لٹنے کا تمہیں خوف ہے اور یہاں حق و ستیہ کا انکار کرنے والوں کی فطرت و کیفیت بتائی جا رہی ہے اور دفاع کا حکم دیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ حق پسندوں کو یہ تسلی دی جا رہی ہے کہ ربّ العالمین تمہاری مدد ضرور فرمائے گا۔ لہٰذا اے امن پسندو! اے حق

پسندو! تم لوگ ان ناپاک سوچ اور ارادے رکھنے والوں کو اپنی مسجد حرام کے قریب نہ آنے دو اور یہ باطل پرست لوگ جو اللہ کی اطاعت سے انکار کرکے اپنے نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے کے لئے انسانیت کے دشمن ہو گئے ہیں یہ حق و ستیہ کا انکار کرنے والے ناپاک لوگ ہیں۔ لہٰذا ایسے حق و ستیہ کے دشمنوں کے ناپاک قدم اس مقدس مسجد مسجدِ حرام تک نہ آنے پائیں۔ اے ایمان والو! تم اپنا دفاع کرو، اگر اُس موقعہ پر تمہیں کوئی مالی نقصان ہوتا ہے تو تم گھبراؤ نہیں پروردگار تمہارے ساتھ ہے وہ تمہیں اپنے فضل سے دوبارہ مالدار اور غنی کردے گا۔

اب اتھروید (۸/۶/۳/۴) کا فرمان بھی سن لیجئے!

ائے آریہ تو اعلان کردے کہ جہاں میری
غالب قوت موجود ہے کوئی آریہ کا دشمن
پشتاج وہاں سرکشی نہیں کر سکتا!

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ : اب زرا اس وید کے فرمان پر غور کیجئے: وید کا بھگوان کہتا ہے کہ اے آریہ! تو قوت والا ہے، جہاں جہاں تیری قوت غالب ہے وہاں کوئی بھی سرکشی ظلم و زیادتی نہیں کرسکتا، معلوم ہوا کہ بھگوان نے آریہ کو ظلم و زیادتی کے خلاف ظالموں سے لڑنے کی قوت دی، ظالم (پشتاج) لوگ جہاں جہاں ظلم کرتے تھے آریہ ان ظالموں کے خلاف پوری قوت سے لڑتے تھے کیونکہ بھگوان کی عطا کردہ قوت ان کے ساتھ تھی۔ کیا یہ حکم غلط ہے؟ مظلوموں کی حمایت میں لڑنے والوں کو اگر بھگوان قوت دیتا ہے تو کیا یہ غلط ہے؟ اگر غلط نہیں! تو کچھ لوگوں کو

مندرجہ بالا اللہ کے حکم میں کیا غلط اُپدیش یا سندیش نظر آیا؟

ائے ارجن ! ریاء کاری، تکبر، غرور، غصه، سخت زبانی اورجھالت یه سب دنیوی دولت کوحاصل کرنے والے انسان کی نشانیاں ھیں دونوں دولتوں کاکام کیاھے۔؟

(گیتا ۱۶، باب)

h h h

آیت نمبر ۳

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝۱۰۱ (النساء ۴:۱۰۱، پارہ ۵)

ترجمه: جب تم زمین میں مسافر ہوتو اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو، اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ حق کے دشمن تمہیں تکلیف پہنچائیں گے۔ بیشک حق (یا ستیہ) کے دشمن تمہارے (عدل وانصاف کے) کھلے دشمن ہیںo۔

تجزیه :اے اللہ کے بندو! زرا حق وانصاف سے بتاؤ، اگر اللہ اپنے نیک بندوں کو ہدایت کرتا ہے کہ جب تم لوگ حالت سفر میں ہو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ حق یا ستیہ کے دشمن تمہیں تکلیف پہنچائیں گے تو اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں کہ فرض نمازیں قصر سے پڑھ لو کیونکہ حق یا ستیہ کے دشمن تم حق پرستوں کے کھلے دشمن ہیں اور وہ فساد وفتنہ انگیزی ضرور کریں گے کیونکہ وہ ظالم حق وستیہ کے پرستاروں کے کھلے دشمن ہیں (تم چوکنے رہو)۔ یہاں تنگ نظر لوگوں کو لفظ کافر نظر آیا۔ لفظِ کافر تو عربی ہے اس کا حقیقی معنیٰ کیا ہے؟ کافر کا معنیٰ ہے ''اللہ کا انکار کرنے والا، ستیہ کا انکار کرنے والا، حق کا انکار کرنیوالا'' اور یہ لفظِ ستیہ کیا ہے؟ اس کا عربی ترجمہ کیا ہے؟ ستیہ کا عربی ترجمہ ''حق'' ہے اور یہ ''**سَتیَم شِوَم سُندَرَم**'' کیا ہے؟ ستیہ ہی شیو ہے اور شیو ہی سندر ہے ''ستیہ'' اگر حق ہے تو ''ستیہ یا حق''

کے دشمن کو کیا کہیں گے؟ کافر اور اَستیہ وادی کہیں گے اور جو حق یا ستیہ کا دشمن ہے کیا وہ انسان اور انسانیت کا دشمن نہیں ہوگا؟ کیا ستیہ یا حق کا دشمن ظالم وسفاک نہیں ہوگا؟ کیا ستیہ یا حق کا دشمن انسانیت کا دوست ہوسکتا ہے؟ اب آپ لوگ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ کافر کا اطلاق کس پر ہوتا ہے یا کافر کس کو کہتے ہیں۔ اب ذرا غیر مسلم کے ساتھ حسن سلوک اور انسانیت کے جذبہ کے ساتھ سرکارِ دوعالم ﷺ کا فرمانِ عالی شان بھی سن لیجئے جو اپنی امت کو تعلیم فرمارہے ہیں:

الامن ظلم معاهدا، او انتقصه، او كلفه، فوق طاقته، او اخذمنه شيًا بغير طيب نفس، فانا حجيجه يوم القيامة. (بیہقی، السنن الکبری، ۹:۲۰۵، رقم:۱۸۵۱۱)

''خبردار! جس نے کسی غیر مسلم شہری پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز اس سے چھین لی تو قیامت کے دن اس کی طرف سے میں بارگاہِ خداوندی میں انصاف کے لئے دعویٰ کروں گا۔'' فرمان رسالت مآب ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان معاشرہ غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ کا ضامن بن جائے اور اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کرے اور غیر مسلموں کے ساتھ آپسی بھائی چارہ پورے طریقے سے قائم رکھے، غیر مسلموں سے بھی اچھے اخلاق سے پیش آئیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''آدمی اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے ان لوگوں کا مرتبہ پالیتا ہے جو راتوں کو عبادت کرتے ہیں دن کو روزے رکھتے ہیں۔'' معلوم ہوا کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں اور نہ کسی طرح کی زیادتی کریں، بحیثیت مسلمان تمام معاشرے کے لئے امن وشانتی اور سلامتی کا مظہر بن جائیں۔

اب ذرا مندرجہ بالا آیت کی تائید میں خود **یجروید** کا فرمان بھی سن لیجئے: بھگوان کہتا ہے:

ائے سبھا اور سیناکے مالک! آپ ان لوگوں کو جو دھرماتماؤں سے دشمنی کریں، جو تمہارے ساتھ بدتمیزی کریں اور ہمیں ذلیل کریں جو ہمیں نیچا دکھائیں اور ہمارے ساتھ فریب کریں اِن سب لوگوں کو جلاکر پوری طرح راکھ کرڈالیئے۔(۱۱/۸۰)

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: ائے ستیہ کو پسند کرنے والو، ائے انصاف پسندو! ذرا بھگوان کے اس حکم پر بھی غور کرو کہ وہ اپنے ماننے والوں کو کیا آدیش دے رہا ہے، اپنے ماننے والے، سبھا اور سینا کے مالک یعنی راجہ سے کہہ رہا ہے کہ جو تمہارے دھرماتماؤں یعنی مذہبی رہنماؤں سے دشمنی کرتے ہیں اور ان کے پیروکاروں سے بدتمیزی کے ساتھ ظلم وزیادتی کرتے ہیں اور ہمیں (یعنی بھگوان کو) ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حق یا ستیہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں، حق یا ستیہ کی دشمنی کرتے ہیں، ہمیں (یعنی بھگوان کو) نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، اور ہمیں (یعنی بھگوان کو) جھوٹ، مکر، فریب سے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں تو ان سب کو (قتل کرکے) جلاکر پوری طرح راکھ کرڈالو۔ ائے منصف مزاج لوگو، ائے ستیہ کے ماننے والو! ذرا دیانتداری سے بتاؤ کیا ستیہ کے دشمن (یعنی عربی میں جسے

کافر کہتے ہیں) کے خلاف بھگوان کا یہ آدیش غلط ہے؟ اگر صحیح ہے تو اللہ مسافروں کی حمایت میں حق پرست ستیہ وادیوں کو اگر مذکورہ قرآنی آیت میں صرف چوکنا رہنے کی ہدایت کرتا ہے تو اس میں کیا خباحت یا برائی نظر آئی ؟ آخر تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے ؟

اب ایسے لوگوں کے تعلق سے **یتھارتھ** گیتا کا فرمان بھی سن لیجئے !

ائے ارجن! شیطانی خصلت والے لوگ فرض میں لگنے اور نافریضہ کاموں سے الگ ہونا بھی نہیں جانتے۔لہٰذا نہ ان میں طہارت ہوتی ہے۔ نہ برتاؤ اور نہ صداقت ہی رہتی ہے ۔
(گیتا۱۶ ،باب)

h h h

آیت نمبر ﴿۴﴾

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٢٣﴾ (التوبۃ ۹: ۱۲۳، پارہ ۱۱)

ترجمہ : ائے ایمان والو! لڑو ان حق کے دشمنوں سے جو تمہارے قریب (کے رشتہ دار ہی کیوں نہ) ہوں اور کیونکہ وہ تمہیں (بے رحم اور) سنگ دل بنانا چاہتے ہیں اور جان لو کہ اللہ (رحم دل) پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

تجزیہ : بھائیو! اس آیت میں زرا غور کرو اس آیت میں اللہ کا حکم کیا ہے؟ ائے ایمان والو! ان بے ایمان حق وستیہ کے دشمنوں سے وقت کا تقاضے کے مطابق لڑائی کرو، بزدل بن کر ظلم سہتے ہوئے خاموش نہ بیٹھو، یہ حق اور انسانیت کے دشمن تمہارے قریب کے رہنے والے ہوں یا تمہارے قریبی رشتہ دار، ان کے ظلم وزیادتی کے خلاف مظلوموں کی حمایت اور تحفظ کے لئے لڑو کیونکہ وہ تم لوگوں میں سختی یعنی شدت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اللہ سختی یا شدت کو ہرگز پسند نہیں فرماتا کیونکہ اللہ رحیم ہے اس لئے رحم دلی نرمی اور شفقت کو پسند فرماتا ہے اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس کی مخلوق پہ رحم وشفقت کرنے والے نرم مزاج پرہیز گار لوگ ہیں نہ کہ ظالم اور جابر لوگوں کے ساتھ۔ آخر اس حکم میں کوتاہ نظر لوگوں کو کیا خرابی نظر آرہی ہے؟ صرف ''لفظ کافر'' زرا غور کرو اللہ نے ایمان والوں کو خطاب کیا ہے یہاں ایمان والوں کا مخالف بے ایمان ہے جسے کافر کہا

گیا ہے اور کافر ستیہ یا حق کے دشمن یا بے ایمان کو کہتے ہیں اور یہاں پر یہ بات واضح کی جارہی ہے کہ اے ایمان والو وہ ظالم لوگ تم میں سختی وشدت پیدا کرنا چاہتے ہیں جو کہ تمہارے لئے خطرناک ہے کیونکہ شدت انتہا پسندی کو جنم دیتی ہے جس سے نہ دنیا کامیاب ہوتی ہے اور نا ہی آخرت۔ اس لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ایاکم والغلوفی الدّین، فانّه اهلک من کان قبلکم الغلوفی الدّین.** (ابن ماجہ، السنن)

’’دین میں انتہا پسندی سے بچو کہ پہلی قومیں اسی انتہا پسندی کی بنا پر تباہ وبرباد ہو گئیں۔‘‘ یہاں جو احکام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مل رہے ہیں اس سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ دین مکمل نظامِ زندگی کیلئے امن وامان کا پیکر ہے اور اسلام ہی وہ دین ہے جس نے سب انسانوں کو برابری کا درجہ دیا ہے اور اسی کو معیار تقویٰ مقرر کیا ہے۔ حق پسند، ستیہ وادیوں کو تاکید کی جارہی ہے کہ برائیوں کو دور کرو اور برائی سے باز رہو تا کہ انسان وانسانیت کو تحفظ میسر آئے۔

لگے ہاتھوں زرا **یجروید** (۱۷/۴۵) کا فرمان بھی سن لیجئے، یجروید کا بھگوان مرد تو مرد ایک بہادر عورت کو یہ حکم دے رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

اے تیراندازی میں ماہر وید کے علماء سے تعریف اور تعلیم حاصل کئے ہوئے سپہ سالار کی عورت تو پریرنا کو حاصل ہوئی۔ دور جا، دشمنوں پر دھاوا بول اور انہیں مار کر فتح حاصل کر. ان دور ملکوں میں رہنے والے

دُشمنوں کو قتل کئے بغیر نہ جانے دے۔

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: اے انسانیت پسند لوگو، اے انسانیت کے ہمدردو، زرا غور کرو یہاں وید کا بھگوان کیا حکم دے اور کس کے خلاف دے رہا ہے؟ ایک عورت کی بہادری کی تعریف کرتے ہوئے حکم دے رہا ہے کہ قریب تو قریب تو دور تک جا، دھاوا بول، حملہ کر، ظالم وسفاک ستیہ کے دشمن کو نیست ونابود کر، اگر وہ دور دراز ملکوں میں بھی کیوں نہ رہتے ہوں وہاں تک جا کر بھی ان حق یا ستیہ اور انسانیت کے دشمنوں کا خاتمہ کر دے! انہیں قتل کر کے فتح حاصل کر، ستیہ کے دشمنوں پر فتح حاصل کئے بغیر انہیں زندہ بچ کر نہ جانے دے۔

اب از روئے انصاف بتایئے! کیا یہاں بھگوان بے قصور، بے گناہوں کو قتل کرنے کا حکم دے رہا ہے؟ کیا یہ حکم ستیہ کے دشمنوں کے خلاف نہیں ہے؟ کیا یہاں ظالموں کے خلاف لڑنے کا حکم دے رہا ہے یا مظلوموں کو قتل کرنے کا حکم دے رہا ہے؟ یہاں کوئی بھی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ بھگوان نر پرادھی، بے قصور لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ مندرجہ بالا قرآنی آیت میں اگر اللہ ایمانداروں سے یہ کہہ رہا ہے کہ بے ایمان ظالم، جابر وسفاک اور ستیہ یا حق وانسانیت کے دشمنوں کے خلاف لڑو تو اس میں برائی کیوں نظر آتی ہے؟ دنیا کا کونسا ایسا دھرم ہے جو ظلم وبربریت پسند لوگوں کے خلاف مظلوموں کی حمایت میں لڑنے کا حکم نہیں دیتا، ظاہر ہے اگر وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے تو ظالم کیا ان لوگوں کو زندہ چھوڑ دیں گے؟

مزید گیتا کا فرمان بھی سن لیجئے! شری کرشن جی فرماتے ہیں:

وہ دشمن میرے ذریعہ سے مارا گیا اور دوسرے دُشمنوں کو بھی میں ماروں گا، میں ہی پرور اعلیٰ اور آب وتاب کا صارف ہوں، میں ہی کامیابیوں سے مزین، بہادر اور بامسرّت ہوں۔ (گیتا ۱۶، باب)

h h h

آیت نمبر ﴿ ۵ ﴾

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۵۶﴾

(النساء ۴:۵۶، پارہ ۵)

ترجمہ : (وہ شیطان صفت لوگ) جو ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں عنقریب ہم انہیں آگ میں داخل کر دیں گے، (اس آگ میں جل کر) جب بھی ان کی چمڑیاں جھلس جائیں گی ہم اُنہیں بدل دیں گے تاکہ وہ سزا کا مزہ چکھیں، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہےo

تجزیہ : اے دوستو ذرا غور کرو! اللہ بے قصور اور مظلوم لوگوں کو تسلی دینے کے لئے فرما رہا ہے کہ فکر نہ کرو، جو ظالم ستیہ یا حق کے دشمن ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ہمارے حکم کے خلاف انسان اور انسانیت پر ظلم ڈھاتے ہیں یا بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں تو ایسے لوگوں کو ہم عنقریب آگ میں یعنی جہنم یا نرک میں داخل کریں گے، جہاں ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کو دوسری نئی کھال دیکر جہنم یا نرک میں جلنے کی سزا دیں گے، بیشک اللہ غالب اور حکیم ہے۔ اگر تم ان کے خلاف لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے ہو تو میں ان لوگوں کو سزا دوں گا۔ آخر اس حکم میں مظلوموں کی حمایت کے سوا اور کیا ہے؟ ظالموں کو سزا سنائی گئی ہے، انسان اور انسانیت پر ظلم کرنے والوں کے خلاف سزا کی بات

کہی گئی ہے تعجب ہے تنگ مزاج لوگوں کو اس آیت میں برائی کہاں سے نظر آ گئی؟ یاد رکھو دوستو! ہمیں آج صرف انسانیت اور خدمت خلق کے اسباق پڑھنے پڑھانے کی ضرورت ہے۔

اب ذرا **اتھروید** (۱۳/ ۲۳/ ۵) کا فرمان بھی سن لیجئے:

اتھروید کا بھگوان کہتا ہے! اور سب کیڑوں کا اور کیڑوں کی عورتوں کا سر پتھر سے میں پھوڑتا ہوں اور ان کے چہروں کو میں آگ سے جلاتا ہوں۔

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: اب ذرا از روئے انصاف بتائیے! ہم وید کے ماننے والوں سے دیانت داری کا مظاہرہ چاہتے ہیں، اس فرمان میں کیا بھگوان نے تمام انسانوں کو کیڑے مکوڑے کہا؟ کیا تمام انسانوں کی عورتوں کو کیڑے مکوڑے کہا؟ کیا تمام انسانوں کے سروں کو پتھر سے کچلنے کی بات کہی؟ کیا تمام انسانوں کے چہروں کو جہنم میں یا نرک میں جلانے کی بات کہی؟ ہرگز نہیں! تو میرے بھائیو! یہ حکم تو صرف ان کے لئے ہے جو ستیہ یا حق کے دشمن ہیں جو انسان اور انسانیت کے دشمن ہیں، جو انسانوں کی شکلوں میں راکھشس ہیں جو اپنے بھگوان کے حکم کے خلاف ظلم کرتے اور بے گناہوں کو قتل کرتے ہیں، یہ حکم ان کے لئے ہے نہ کہ تمام انسانوں کے لئے۔ تو ہم پوچھتے ہیں مندرجہ بالا آیت میں اگر اللہ نے مظلوموں کی حمایت میں تسلی دیتے ہوئے یہ حکم دیا ہے تو کیا غلط بات ہے؟ کیا وید کے اس شلوک میں بھگوان نے پاپیوں کو سزا دینے کی بات نہیں کی؟ اگر یہی بات

خدا کرتا ہے تو برا کیوں لگتا ہے؟ مزید ایسی سخت سزاؤں نے بھری گرُڑ پران کا مطالعہ کر کے دیکھ لو اس میں کتنی سخت سزاؤں کا ذکر ہے۔

بھگود گیتا میں شری کرشن جی انسانیت کیلئے کیا بہترین پیغام دیتے ہیں:

لہٰذا انسان کو چاہئے کہ عزم سے پیدا ہونے والی تمام خواہشات، شہوت اور رغبت کو ہمیشہ کے لئے ترک کرکے، من کے ذریعہ حواس کو اچھی طرح سے قابو میں رکھے۔

(گیتا٦، باب)

h h h

آیت نمبر ﴿ ٦ ﴾

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

(التوبۃ ۹: ۲۳، پارہ ۱۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے باپ دادا اور اپنے بھائیوں کو (بھی) دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان کے خلاف (بے ایمان بنکر) حق کی دشمنی کو پسند کرتے ہیں، (جان لو) اگر تم (لوگوں) میں سے کوئی ان سے دوستی رکھتا ہے تو وہ بھی ان کے جیسا ہی) ظالم (اور بے ایمان) ہےo۔

تجزیہ: اے اللہ کے بندو زرا اس حکم پر غور کرو! یہاں اللہ نے ایمان والوں سے خطاب کیا ہے اور فرماتا ہے اے ایمان والو! جو بے ایمان لوگ ہیں وہ حق وستیہ اور انسانیت کے دشمن ہیں انہیں دوست نہ سمجھو خواہ وہ تمہارے باپ، دادا اور بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں، ایسے لوگوں سے دوستی نہ رکھو کیونکہ وہ لوگ ستیہ وحق کے دشمن ہیں اور ستیہ وحق کے پرستاروں، ایمان والوں پر ظلم ڈھاتے ہیں، اگر تم ان سے دوستی کرو گے تو تم بھی ستیہ اور حق کے دشمنوں میں شمار ہو جاؤ گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جو اللہ کی مخلوق پر حاکم ہو وہ ظلم نہ کرے سچی بات کرے جھوٹ نہ بولے اور ان سے وعدہ خلافی نہ کرے تو یقین کرو کہ وہ مروت اسلامی میں کامل ہے اور اس کا عمل وانصاف صحیح ہو گیا اور اس کی اخوت اسلامی ثابت ہو گئی''

نیز ارشاد فرمایا ''دشمن حق سے راضی رہنے والا بھی دشمن حق ہی ہے'' یہی قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مومن دوستی نہ رکھے مخالفین خدا اور رسول ﷺ سے اگرچہ کہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔''

زرا سوچئے! مذکورہ آیت میں اللہ نے ایمانداروں سے کہا ہے کہ بے ایمان اور حق کے دُشمنوں سے دوستی نہ رکھو خواہ وہ تمہارے عزیز رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں آخر اس آیت میں کیا برائی ہے؟ حاسد نظر لوگوں کو اس میں کیا خرابی نظر آئی؟ جو ایک بے حقیقت واویلا مچا دیا۔

اب ذرا گیتا پاٹھ ۲ شلوک (۳۴/ ۳۳) کے فرمان کو بھی سن لیجئے! شری کرشن جی مہاراج شری ارجن جی کے رشتہ داروں کے خلاف جنگ کا آدیش دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ائے ارجن! مجرموں اور حملہ آوروں کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے پر تمھیں اس دنیا میں شراپ اور پاپ لگے گا اور تمھیں آخری نجات (مکتی) نہیں ملے گی۔"

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: ائے دوستو! کرشن جی مہاراج کے اس آدیش پر زرا غور کیجئے کہ آپ ارجن جی کو کس کے خلاف لڑنے کا آدیش دے رہے ہیں؟ یہ کورو لوگ کون تھے؟ شری ارجن جی کے رشتہ دار تھے، کرشن جی مہاراج نے انہیں ظالم مجرم انسانیت پر حملہ کرنے والے لوگ کہا ہے، ان ظالموں کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے

کومہا پاپ اور شراپ کہا ہے اگران پر دیا کر کے شری ارجن جی لڑائی سے باز آتے ہیں تو کہا ہے کہ تمہیں مکتی نہیں ملے گی کیوں کہ تم بھی انہیں لوگوں میں شمار کئے جاؤ گے۔ اے بھائیو! ذرا غور کرو! شری کرشن جی مہاراج کا یہ آدیش اگر صحیح ہے تو قرآن پاک کا ایسا ہی کچھ حکم غلط کس طرح ہوسکتا ہے؟ یہ الگ بات ہے کچھ شر پسند اور انتہا پسند برائے نام مسلمان اللہ کے فرمان کے خلاف ورزی کرتے ہوں گے، تو اس میں بے گناہ مسلمانوں کا کیا قصور ہے؟

اب ذرا گیتا کی نصیحت بھی سن لیجئے! شری کرشن جی فرماتے ہیں:

ائے ارجن انسان کو چاهئے که اپنے ذریعے اپنی (کوشش سے) نجات حاصل کرے، اپنی روح کو جهنم رسیدنه کرے کیوں که یه ذی روح خودهی اپنی دوست اور دُشمن بهی هے۔ (٦ باب)

h h h

آیت نمبر ﴿ ٧ ﴾

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ؕ زُیِّنَ لَہُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِہِمْ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾ (التوبۃ ۹:۳۷، پارہ ۱۰)

ترجمه: ان کا یہ (مقصد) مہینے کا پیچھے ہٹانا نہیں بلکہ حق کی دشمنی میں اور بڑھنا ہے، اس (حربے) سے حق کے دشمن بہکائے جاتے ہیں، ایک برس اسے حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے برس حرام قرار دیتے ہیں تا کہ (وہ) اس گنتی کے برابر ہوجائیں جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور (یہ لوگ چاہتے ہیں کہ) اللہ کے حرام قرار دیئے ہوئے (حکم) کو حلال کرلیں (کیونکہ) ان (لوگوں) کے برے کام ان کی آنکھوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ حق کے دشمنوں کو (سیدھی) راہ نہیں عطا فرماتاo۔

تجزیه: اے انصاف پسند لوگو، اے دانشورو! ذرا غور کرو اور بتاؤ اللہ کے اس حکم میں آخر کیا برائی ہے؟ مہینوں کے تعلق سے ان ظالموں کی گڑبڑی کو ظاہر کیا ہے، ان لوگوں نے اللہ کے حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال ٹھہرالیا، تا کہ اللہ کے بھولے بھالے بندوں کو گمراہ کرسکیں کیونکہ ان حق کے دشمنوں کو ان کا ہر برا کام بھلا نظر آتا ہے، یہ اللہ کے دوستوں کو فریب دینے کے لئے گھٹیا حربے استعمال کرتے ہیں تا کہ اچھے اور نیک لوگ بھی ان کی طرح نیک راستے سے بھٹک جائیں، اس لئے اللہ حق یا ستیہ کے دشمنوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق

سے محروم کر دیتا ہے اور یہاں ایک خاص بات سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ یہ ظالم لوگ اللہ کے نافذ کردہ قانون سے ہٹ کر اپنا من پسند قانون بنا لیتے ہیں، اپنی نفسانی خواہش کے لئے قانونِ الٰہی کو توڑ دیتے ہیں اور ان کا جو نفس چاہے اسے وہ قانونِ الٰہی بنا دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح آج کچھ نفس پرست لوگ اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنے اور اپنے مفاد کو پانے کے لئے اسلام کا لیبل لگا کر فساد سے وہ دہشت پھیلا رہے ہیں جو نہ قانونِ الٰہی ہے اور نہ ہی یہ رسول رحمت ﷺ کے اصول ہیں، پس انہی ظالموں کی فطری وضاحت آیت مذکورہ میں کی گئی ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ قانونِ الٰہی الگ ہے، ظالم فسادیوں کا شیطانی قانون الگ ہے، قانون امن و اسلام الگ ہے ظالموں کا نفسانی اور منگھڑنت، فسادی دہشت پسندانہ روش الگ ہے اور یہ لوگ اتنے ناپاک اور شیطانی ارادے رکھتے ہیں کہ اللہ انہیں دائرۂ امن و شانتی عطا نہیں کرتا؟ اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت کس طرح ملے گی؟ جب کہ اللہ ایسے ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔

اب ذرا یجر وید (۱۶/۱) کا فرمان بھی ملاحظہ فرمایئے!

''ائے (رُودر) شریر دشمنوں کو رلانے والے بادشاہ! تیرے غصے سے بھرے بہادر نفس کے لئے وجر حاصل ہو اور دُشمنوں کو مارنے والی تیری ذات کے لئے اَناج حاصل ہو اور تیرے بازوؤں سے (نکلے) وجر دشمنوں کو حاصل ہوں۔''

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: آیئے اس وید کے فرمان کا تجزیہ کرتے ہیں! وید کے بھگوان نے (شری رودر سے) کہا ائے شریر دشمنوں کو سزا دیکر رلانے والے! یہ شریر دشمن کون ہیں؟ یہ وہی لوگ ہیں جو ستیہ کو استیہ اور استیہ کو ستیہ بنا کر پیش کر کے لوگوں کو فریب دیتے ہیں، یہ شریر دشمن وہی لوگ ہیں جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیکر لوگوں کو بہکاتے ہیں، فریب دیتے ہیں، یہ شریر دشمن وہی ہیں جو بھگوان کی نافذ کردہ حدوں کو توڑتے ہیں، یہ شریر دشمن وہی لوگ ہیں جو اللہ کی قائم کردہ حدوں کو توڑ کر شرارت کے ساتھ فتنہ و فساد بپا کرتے ہیں۔ تو کیا بھگوان ان کو سیدھے راستے پر چلنے کی ست بدھی دے گا؟ کیا ان پاپیوں کو سزا نہیں دے گا؟ اگر شریر دشمن حق و انسانیت کے غدار ہیں تو کیا دنیا کے کسی بھی مذہب کی کتاب ان کو یہ اجازت دیتی ہے کہ وہ شرارت کرتے یا ناحق لوگوں پر ظلم ڈھاتے پھریں اور ستیہ کو استیہ اور استیہ کو ستیہ بتاتے پھریں، اگر نہیں تو مندرجہ بالا قرآن کا حکم کہاں غلط ہے؟ کیوں یہ حکم حاسدوں کی نظروں میں کھٹک گیا؟

اس کے برعکس شری کرشن جی ارجن جی کو کتنی بہترین نصیحت کرتے ہیں:

یہ خاکی جسم کو ھی رتھ بناکر مقصود کی طرف آگے بڑھنے والے ارجن! اس انسان کا نہ تو اس دنیا میں اور نہ عالم بالا میں ھی خاتمہ ہوتا ھے، کیوں کہ ائے دوست اس اعلیٰ افادی معینہ عمل کو کرنے والا بدحال نہیں ہوتا۔

(گیتا ۶ باب)

آیت نمبر ﴿ ۸ ﴾

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۵۷﴾ (المائدۃ۵:۵۷، پارہ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! جن (بے ایمان) لوگوں نے تمہارے دین (یعنی قانونِ الٰہی) کو ہنسی مذاق اور کھیل بنالیا ہے، خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا (غیر اہل کتاب) حق کے (یا ستیہ کے) دشمن سے دوستی نہ رکھو۔ اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم ایمان رکھتے ہو○۔

تجزیہ: اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! بے ایمان لوگ اگر قانون الٰہی کا مذاق اڑاتے اور کھیل تماشہ سمجھتے ہیں تو خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب ان سے دوستی مت رکھو کیونکہ ایسے لوگ جب اللہ کے دشمن ہوتے ہیں تو انسان کے دوست کب ہوسکتے ہیں؟ اگر تم حق پرست ایماندار ہو تو اللہ سے ڈرو (یعنی اللہ کی فرمانبرداری کرو)، ان بے ایمانوں کے ظلم سے ڈر کر ان سے دوستی نہ کرو، کیونکہ وہ تمہیں بھی اپنی طرح حق کی یا ستیہ کی دشمنی سکھا کر انسانیت کا دشمن بنادیں گے۔ آخر اس حکم میں کیا برائی ہے؟ صرف یہی کہ اس آیت میں لفظِ ''**کافر**'' آ گیا۔ لفظِ کافر عربی ہے جس کا ہم ترجمہ کر چکے ہیں، کافر بے ایمان کو کہتے ہیں، حق یا ستیہ کے دشمن کو کہتے ہیں۔ شاید ہمارے علماء نے ایک بھول کی کہ قرآن کا ترجمہ کرتے وقت اس عربی لفظ کافر کا یا لفظِ مشرک کا صحیح

ترجمہ اردو، ہندی، سنسکرت یا دوسری دیگر زبانوں میں ٹھیک طرح نہیں کیا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ سورۂ کافرون میں اللہ نے صاف صاف فیصلہ فرمادیا کہ کوئی بھی انسان خواہ کوئی بھی دھرم یا مذہب رکھے اس کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی کھلی اجازت ہے اور فرمایا: **لکم دینکم ولی دین.** ''تیرا دین تیرے ساتھ میرا دین میرے ساتھ'' پھر بھی ان عربی کے الفاظ سے تمہیں شکایت کیوں ہے؟ تم ان عربی الفاظ کا ترجمہ اپنی زبان میں خود کر کے دیکھ لو جواب مل جائے گا۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ ربّ العزت نے غیر مسلموں کی حمایت میں، غیر مسلموں کی قتل کی ممانعت میں واضح طور پہ اعلان فرمایا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ (المائدۃ۵:۳۲، پارہ۶)

''جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا''

یہاں پر اگر صرف مسلم کو قتل کرنے کی بات ہوتی تو لفظ مسلم آتا مگر یہاں ''النّاس'' کا لفظ آیا ہے جو تمام لوگوں پر مشتمل ہے نہ صرف مسلم پر اور آیت بالا میں جن کافروں کا ذکر آیا ہے وہ تو ظالم، جابر فسادی دہشت پسند، نافرمان، ستیہ یا حق کے دشمن، ایشور کے نافرمان ہیں اور آیت بالا میں حکم ہوا ہے کہ ''اگر تم مؤمن ہو تو اللہ کی فرمانبرداری کرو'' مؤمن کون ہے؟ مؤمن کی تعریف میں اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: **اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ.**

(نسائی، السنن) ''مؤمن وہ ہے کہ جس کے پاس لوگ اپنے خون (یعنی جان) اور مال محفوظ سمجھیں۔'' اب آپ خود فیصلہ کرلو کہ قرآن ''کافر'' کس کو کہہ رہا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کی مصداق یجروید (۱۸/۷۰) کا یہ فرمان بھی سن لیجئے:

وید کا بھگوان فرماتا ھے کہ (ائے اندر) اعلیٰ ترین قوت والی فوج کے سردار! تو معرکوں کو بطور خاص جیت! فوجوں والے دشمنوں کو (ھرا کر) ذلیل کر جو ھمیں تباہ کرنے کی خواھش رکھتا ھے انھیں خوف ناک تارکیوں میں ڈھکیل دے۔ (حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: ائے انصاف پسند لوگو، ذرا غور کرو! وید کا یہ فرمان کس کے خلاف ہے، شری اندر جی سے بھگوان کہتا ہے: ائے بڑی فوج کے سردار، تو ہر معرکہ میں فتح حاصل کر ستیہ کے دشمنوں کی فوجوں کو ہرا کر ذلیل کر کیونکہ یہ ستیہ کے پرستاروں کو تکلیف دیتے ہیں، ظلم ڈھاتے ہیں اور یہ انسانیت کے دشمن ہیں یہ لوگ ستیہ کے پرستاروں کے دین کو تباہ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان ظالموں کو جہنم کی یا نرک کی خوفناک تارکیوں میں ڈھکیل دے۔ اب از روئے انصاف بتاؤ مندرجہ بالا وید کا حکم کیا غلط ہے؟ کیا یہ آدیش غلط ہے؟ اگر صحیح ہے تو ایسا ہی مذکورہ حکمِ قرآن کس طرح غلط ہوسکتا ہے؟

اس کے برعکس شری کرشن جی مزید نصیحت فرماتے ہیں:

جو مجھے لگاتار یاد کرتے ھیں، وے جانتے

ھیں، پھر بھی لوگ میری یاد سے غافل رھتے ھیں فطرت کے ذریعہ جن کا علم کا اغوا کرلیا گیا ھے، جو دنیوی خصلت کے حامل ھیں، انسانوں میں بدذات، خواھش، غصہ وغیرہ برے کاموں کو کرنے والے جاھل لوگ مجھے نہیں یاد کرتے۔ (گیتا ۷ باب)

h h h

آیت نمبر ﴿ ۹ ﴾

مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٦٢﴾ (الاحزاب ۳۳: ۶۱/ ۶۲، پارہ ۲۲)

ترجمہ: لعنت زدہ (شیطانی صفت ظالم) لوگ جہاں بھی ملیں پکڑیں اور (ظالموں کی شناخت کرکے) گن گن کر موت کی سزادیں (تاکہ امن وامان پر آنے والے خطرات کا خاتمہ ہوجائے)۔ پہلی گزری ہوئی (یعنی توریت، زبور، انجیل اور دیگر صحیفوں پر عمل کرنے والی) قوم کے لوگوں میں بھی اللہ کا (عدل کے ساتھ) یہی حکم رہا ہے اور تم اللہ کے (انصاف پسند) قانون کو بدلتا ہوا ہرگز نہ پاؤ گے۔

تجزیہ: اۓ اللہ کے بندو! اس آیت پر غور کرو! ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچو کہ اللہ کیا حکم دے رہا ہے، وہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہی لوگ ہیں جو حق یا ستیہ کے دشمن ہوتے ہیں، انسانیت کے دشمن ظالم و جابر شیطانی صفت لوگ جو ایمانداروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، حق پرستوں کی دشمنی کرتے ہیں، بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے اللہ کا حکم ہے کہ انہیں پکڑو اور دیکھو کہ کتنے لوگوں نے کس کس پر ظلم کیا ہے، کتنوں کا خون بہایا ہے، ان دشمنوں کو پہلے پہچانو پھر دیکھو کہ وہ کتنے لوگ تھے گن گن کر دیکھو پھر انہیں مار ڈالو، بغیر گنتی کے بے گناہوں کو نہ مارو نہ قتل کرو، نہ ظلم ڈھاؤ خواہ وہ ان کے دوست ہی کیوں نہ رہے

ہوں۔ اس لئے گن گن کر مارنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ افراتفری میں بغیر گنتی کے بے گناہ لوگ قتل ہو جائیں۔ ایسا قانون یا ایسا حکم کوئی نیا نہیں ہے تم سے پہلے والی قوموں کی کتابوں میں بھی ہمارا حکم یہی رہا ہے اور ہمارا حق و عدل والا قانون ہرگز نہیں بدلتا۔ دوستو، بھائیو، غور کرو اور بتاؤ! اس حکم میں کیا کسی بھی طرح کے ایسے ظلم کو روا رکھا گیا ہے جو آج کے ظالم کر رہے ہیں؟ کیا ظالموں کی حمایت کی گئی ہے؟ یا کسی بھی بے گناہ پر ظلم و زیادتی کرنے کی اجازت دی گئی ہے؟ اگر نہیں تو کچھ لوگوں کو اس میں خرابی کیوں نظر آتی ہے؟ کیا اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان کو تم نے نہیں پڑھا آپ ﷺ نے فرمایا: **من قتل معاهدا في غير كنهه، حرم الله عليه الجنّة.** (ابوداؤد، السنن) ''جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالی اس پر جنت حرام فرما دیگا۔'' از روئے انصاف آپ خود فیصلہ کرلو کہ آیت بالا میں کن ظالموں فسادی دہشت پسندوں کو مارنے کا حکم آیا ہے۔

اب ذرا اتھر وید (۱۰/ ۸/ ۵) کا فرمان بھی سن لیجئے، ویدکا بھگوان فرماتا ہے:

جو رتھ والے ہیں یا بغیر رتھ کے ہیں، جو
گھوڑا سوار ہیں یا پیدل ان سب دشمنوں کو
مارو اور ان کے گوشت کو گِدھوں کو کھانے
کے لئے چھوڑ دو۔ (حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

اۓ دوستو! اۓ بھائیو، ذرا انصاف سے بتاؤ کہ بھگوان نے یہ حکم کن

کن لوگوں کے خلاف دیا ہے؟ کیا بے گناہ، بے قصور انسانوں کے قتل کا حکم دیا ہے؟ کیا ظلم اور بربریت کی اجازت دی ہے؟ اگر وہ رتھ والے ہوں یا بے رتھ ہوں، گھوڑ اسوار ہوں یا پیدل چاہے جتنی بھی بڑی فوج کیوں نہ ہو ان کے قتل کا حکم دیا ہے، یہ بے ایمان مخالف فوجی لوگ ستیہ یا حق کے دشمن تھے یا دوست؟ یہ ظالم وسفاک لوگ انسانیت کے دشمن رہے ہوں گے یا دوست؟ اگر دشمن رہے ہیں تو کیا بھگوان کا یہ حکم غلط ہے؟ کیا ظالموں کو بھگوان ظلم و بربریت کرنے کی کھلی چھوٹ دے گا یا ان کے خاتمے کا حکم دے گا؟ ان ظالموں کا خاتمہ کرنے والے یہ لوگ کیا استیہ کے پرستار رہے تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ بھگوان کا آدیش ماننے والے انسان اور انسانیت کے دوست رہے ہوں گے، اس لئے بھگوان نے ان کو ظالموں کے خاتمے کا حکم دیا، ان کے قتل ہونے کے بعد ان کے لاشوں کو گدھوں کو کھانے کے لئے چھوڑ دینے کا حکم دیا اگر ان حالات میں اللہ نے مظلوموں کی حمایت میں لڑائی کا حکم دیا ہے تو کیا غلط ہے؟ کیا ظالموں کے خلاف لڑنا گناہ ہے؟ جب کہ مظلوموں کی زندگی داؤ پر لگی ہوئی ہے؟

ایسے ظالم وجاہل لوگوں کے تعلق سے گیتا کا فرمان ہے:

اس غلط نظریۂ کے بناء پرجس کا اعتبار ختم ہوچکاھے، وے کم عقل، سنگ دل انسان صرف دنیاکو تباہ کرنے کے لئے ھی پیداھوتے ھیں۔ (گیتا ۱۶ باب)

h h h

آیت نمبر ﴿۱۰﴾

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾

(الانبیاء ۲۱:۹۸، پارہ ۱۷)

ترجمہ: بیشک تم میں (جولوگ) اللہ کے سوا (من گھڑنت یا مصنوعی خدا کی) پرستش کرتے ہیں وہ سب آگ کے ایندھن ہیں اور انہیں وہیں جانا ہے ○۔

تجزیہ: اے دوستو! ذرا غور کرو! اسلام نے جب ایک خدا کی پرستش کی دعوت پیش کی تو اُس کی دعوت پر کئی لوگوں نے بظاہر تو اسلام قبول کرلیا تھا لیکن ان میں کئی لوگ ایسے بھی تھے جو ایمان والوں کے سامنے ایک خدا کی عبادت کا دعویٰ کرتے تھے لیکن ایمان والوں سے چھپ کر اپنے قبیلے کے مصنوعی خدا کے پتلے بنا کر ان کی پرستش بھی کرتے تھے اور زور زبردستی سے اپنے اپنے قبیلے کے مصنوعی خداؤں کے کئی پتلے کعبہ میں رکھ چھوڑے تھے۔ جب پیغمبر اسلام ﷺ نے سب کو ایک خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دی تو بظاہر ان منافقوں نے اس دعوت کو قبول بھی کرلیا تھا لیکن اپنے شیطان صفت ساتھیوں سے مل کر ایمان والوں کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے ایسے منافق لوگ جو دو چہرے والے یعنی ظاہر میں ایک اللہ کی عبادت اور باطناً باطل کی پرستش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں تم قیامت میں بدترین آدمی اس شخص کو پاؤ گے جو دنیا میں دو چہرے رکھتا تھا کچھ لوگوں سے ایک چہرے کے ساتھ ملتا تھا

اور کچھ لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ، نیز ارشاد فرماتے ہیں کہ منافق کو اپنا سردار نہ کہو ایسا کہوگے تو اپنے رب کو ناراض کرلوگے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو چہرے والا دھوکہ باز منافق جہنمی ہے۔غور کرو سوچو! یہ لوگ اللہ کے بھولے بھالے بندوں کو فریب دیتے تھے اور اپنے آباء واجداد کے مصنوعی خداؤں پر غرور وفخر کرتے تھے تو ایسے لوگوں کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی کہ تم جن کی پرستش کرتے ہو، جن کو خدا مان کر فخر کرتے ہو وہ تمہاری طرح انسان یا مخلوق رہے ہیں، وہ خدا نہیں ہو سکتے۔لہٰذا جنہوں نے اپنے آباء واجداد کے پتلوں کی پرستش کی وہ جہنمی ہیں۔کیا قبائل کے جنگجو سردار، ظالم وسفاک سرداروں کے پتلے خدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ابھی حال میں شرڈی کے سائی بابا کو ان کے بھگتوں نے بھگوان کا اوتار بتایا تو سارے میڈیا میں یہ جنگ چھڑ گئی کہ وہ انسان تھے بھگوان نہیں، وہ انسان تھے انسان ہی رہنے دو، ان کی پوجا ارچنا نہ کرو، سائی بابا کی مورتیوں کو مندروں سے نکال باہر کرو اور آج تک یہ جھگڑا چلا آرہا ہے کہ وہ انسان ہیں یا بھگوان؟ کچھ لوگ بھگوان کہتے ہیں کچھ لوگ انسان کہتے ہیں اور اس پر طرہ یہ ہے کہ انہیں مسلمان بھی کہتے ہیں، اب مسلمان خود انہیں انسان مانتا ہے خدا نہیں، مسلمان سائی بابا کو خدا کا بندہ مانتا ہے خدا نہیں۔اگر ان حالات میں اسلام نے ان قبیلوں کے سرداروں کے پتلوں کو خدا ماننے سے انکار کیا تو تکلیف کیوں ہو رہی ہے؟ اس حکمِ الٰہی کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کیوں ہو رہی ہے؟

ویدکا سوتر: آیئے ہم وید کے برہم سوتر کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

ویدفرماتا ہے: **ایکم ایو کم ادویتم.** ''یعنی وہ ایک ہے اس کا کوئی

شریک نہیں'' عربی میں: **وحده لاشریک لہ :** ''وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں'' انگلش میں: **God is one without second** نیز وید فرماتا ہے: **ایکم برھمادویتیه ناسُتے ناسُتے نیهه ناسُتے کنچن.** ''یعنی برہما ایک ہے دوسرا نہیں نہیں زرا بھی نہیں'' آخر یہ کیا بات ہوئی؟ وید کا برہم سوتر تو ایک ہی خدا کے ہونے کا ثبوت دیتا ہے، ایک ہی خدا کو ماننے کا پیغام دیتا ہے، ایک برہما یعنی برہمانڈ کو بنانے والے ایک ہی خالق کی گواہی دیتا ہے، وید کہتا ہے ایک سے زیادہ برہما ہو نہیں سکتے زرا بھی نہیں ہو سکتے، تو بس اسلام نے بھی ایک ہی خدا کا نظریہ پیش کیا ہے، ایک ہی خدا کی پرستش کی دعوت دی ہے تو ہندو بھائی اگنی کے نام پر ایک ہی خدا کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، اگنی کو نرگن مانتے ہیں، وید بھی ایک ہی خدا کا نظریہ پیش کرتا ہے، جو نرگن ہے، نروپ ہے نہ اس کا رنگ ہے نہ روپ ہے، یہ خیال میں آسکتا ہے نہ علم میں سما سکتا ہے۔اس خدا کو کسی بھی اچھے نام سے پکارو اس کی ذات نہیں بدلتی تو آخر یہ جھگڑا کیا ہے؟ آیئے آپ کو ایک مثال کے ذریعہ زرا اور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں جیسے ''پانی'' اب ہم کسی ہندو بھائی سے اس کا نام پوچھیں تو وہ کہے گا ''جل'' اور یہی ہم کسی عیسائی دھرم کے بھائی سے پوچھیں تو وہ کہے گا ''Water'' اب یہ بتاؤ کہ پانی کا نام بدلنے سے کیا پانی بدل گیا یا پانی کی ذات تبدیل ہوگئی یا اس کا کام بدل گیا کیا پانی نے پیاس بجھانا یا زندگی دینا چھوڑ دیا؟ نہیں نا؟ تو میرے دانشمند بھائیو زرا اب تو سمجھنے کی کوشش کرو کہ اس کو کوئی ایشور پکارے یا کوئی اللہ کہے یا کوئی God اس سے کیا وہ الگ الگ آکار میں تبدیل ہوجائے گا؟ نہیں کیونکہ وہ ایک ہے دوسرا

نہیں اور کبھی ہو بھی نہیں سکتا تو یہ سارے جھگڑے اس کے نام کو لیکر کیوں کر رہے ہو؟ کہ کسی نے اُسے رام کہا اور کسی نے رحیم تو بگڑا کیا رام اور رحیم کہنے سے کیا وہ بدل گیا ہرگز نہیں! اسی لئے یہ مذہب کے سارے جھگڑے چھوڑ کر بس آپس میں پریم اور محبت سے رہو اور اس دھرتی کو سورگ یا جنت کی طرح امن وشانتی اور محبت وپریم سے مثالی بناؤ کیونکہ دنیا کا کوئی مذہب آپس میں بیر رکھنا نہیں سکھا تا اور نہ کسی دوسرے مذہب یا مذہبی رہنما کو برا کہنے کی اجازت دیتا ہے، دنیا کا ہر مذہب امن وشانتی پریم اور محبت کا درس دیتا ہے اور ایک ہی خدا کا نظریہ پیش کرتا ہے، اگر اسلام نے بھی اسی ایک خدا کا نظریہ پیش کیا لَآاِلٰـــهَ اِلَّاالـلّٰــــه کہا یا وَحْـدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ کہا تو کیا قباحت لازم آئی وید بھی تو یہی کہتا ہے کہ **ایکم ایوکم ادویتم**.وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں یعنی اس ایک کے ساتھ برہمانڈ کی کسی چیز کو شریک نہ کرو۔تو غلط کیا ہے؟ نفرت اور تعصب کا چشمہ آنکھوں سے اتار کر تو دیکھو حقیقت خود کھل کر کر سامنے آجائے گی۔ بھائیو! غور کرو انسان کو انسان رہنے دو، انسانیت کو زندہ رہنے دو اور اپنے دین کو اپنے ساتھ رکھو دوسرے کے دین کو ان کے ساتھ رہنے دو۔

اب زرا گیتا کا حکم بھی سن لیجئے: شری کرشن جی فرماتے ہیں:

جو وحدانیت کے تصور سے مجھ روحِ مطلق کو یاد کرتا ھے، وہ جوگی ہرطرح کے اعمال کا برتاؤ کرتاھوامیرے ساتھ ھی جڑاھے، کیوں کہ مجھے چھوڑ کر اس کے لئے کوئی بچا بھی تو

نہیں اس کا تو سب ختم ہو گیا ، لہٰذا اب وہ اٹھتا بیٹھتا، جو کچھ بھی کر تاھے، میرے ارادہ کے مطابق کرتاھے ۔ (گیتا ٦ باب)

h h h

آیت نمبر ﴿ ۱۱ ﴾

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ (سورۃ السجدۃ ۳۲:۲۲، پارہ ۲۱)

ترجمہ : اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جس کو اس کے رب کے احکام کے ذریعہ (بہترین انسان بننے کی) نصیحت کی گئی پھر بھی اس نے اُس (حق وصداقت) سے منہ پھیر لیا (تو) بیشک ہم مجرموں کو سزا دینے والے ہیںo۔

تجزیہ : دوستو! کسی بھی مصنف مزاج شخص سے پوچھیں، اللہ اگر مجرموں کو سزا دینے کی بات کرتا ہے تو کیا برائی ہے؟ اللہ اپنے احکام سے بندوں کو برائی، خرافات، فتنہ وفساد، ناحق قتل وغارت گری سے منع فرماتا ہے تو کیا یہ غلط ہے؟ پھر بھی اگر کوئی اللہ کے حکم کی نافرمانی کر کے انسانیت کو نقصان پہنچاتا ہے، بے گناہ انسانوں کو ستاتا اور ان پر ظلم وستم کرتا ہے تو اللہ اس کو اس کے مجرمانہ اعمال کی سزا دینے کی بات کرتا ہے تو کچھ لوگوں کو برائی نظر آئی آخر کیوں؟ کیا اللہ کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ ہمارے انصاف، محبت پریم، امن، شانتی کا پیغام دینے کے باوجود، تم بے گناہ لوگوں پر ظلم وستم کرو اور ناحق خون خرابہ کرو تب بھی تم کو بخش کر جنت یا سورگ میں داخل کیا جائے گا، ہرگز نہیں! دنیا کی کسی بھی مذہبی کتاب میں یا کسی بھی مذہب کے مذہبی رہنماؤں کی نصیحت میں غلط احکامات نہیں بتائے گئے تو قرآن اور اسلام ظلم وستم ڈھانے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے؟ اور آج

دورِ حاضر میں فسادی دہشت پسند ظالموں نے جو ظلم وستم سے قہر بپا کیا ہوا ہے تو کیا آیت مذکورہ کے مطابق وہ سزا کے مستحق نہیں ہیں؟ کیا وہ اللہ کے مجرم نہیں ہیں؟ جب کہ اسلام نے تو یہ تعلیم دی ہے۔ لہٰذا حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **واللہ لایؤمن، واللہ لایؤمن، واللہ لایؤمن. قیل: من یارسول اللہ؟ قال: الذی لایأمن جارہ بوائقه.** (بخاری، الصحیح) ''خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں، خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں، خدا کی قسم! وہ ایمان والا نہیں، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کون (مؤمن نہیں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی ایذاء رسانی سے محفوظ نہیں۔'' مزید یہ ارشادِ گرامی بھی اسی تصور کی تائید کرتا ہے: **لاایمان لمن لاامانة له** (ابن حبان، الصحیح) ''جس شخص کی زندگی میں امانت نہیں ہے (یعنی وہ لوگوں کی جان ومال اور دیگر حقوق وفرائض پر امین نہیں ہے) وہ قطعاً صاحبِ ایمان نہیں ہے۔'' اب آپ خود بتائیں کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا منکر، نافرمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مجرم ہے یا نہیں؟ انسانیت کا مانو تا کا دشمن ہے یا نہیں؟

ان فسادی دہشت پسند ظالموں کے تعلق سے پران پاٹھ (۴) شلوک (۳۳) کا حکم بھی سن لیجئے!

تالاب، باؤلی، کنواں، عوام کا گھر ڈھانے والے
اور بے قصور آدمیوں کو قتل کرنے والے لوگ
جہنم میں جاتے ہیں ۔ (حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

مندرجہ بالا قرانی آیت میں اگر سزا دینے کے بات کہی گئی ہے تو ''پران''

بھی یہی حکم دے رہا ہے اور سزا کی بات کر رہا ہے یعنی جہنم کی وعید سنا رہا ہے۔ ظالموں اور تباہی و بربادی کرنے والوں کے خلاف بھگوان نے یہ آدیش دیا ہے تو کیا غلط ہے؟ اسی قسم کی سزا کا حکم اگر اللہ دیتا ہے تو غلط کیوں لگا؟

اب زرا اللہ کی سزا سے نہ ڈرنے والے لوگوں کے تعلق سے گیتا کا فرمان بھی سن لیجئے:

وے انسان غرور ،عزت اور گھمنڈ کے حامل بن کر، کسی بھی طرح پوری نہ ہونے والی خواھشات کا سہارالے کر، جہالت سے غلط اُصولوں کو قبول کرکے، نامبارک اور بدعنوان ارادوں سے مزین ہوکردنیامیں برتاؤ کرتے ہیں وے عزم توکرتے ہیں، لیکن بدعنوان ہیں۔ (گیتا١٦ باب)

h h h

آیت نمبر ﴿ ۱۲ ﴾

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲۰﴾

(الفتح ۴۸:۲۰، پارہ ۲۶)

ترجمہ: اور اللہ تمہیں یقین دلاتا ہے ان بہت سی غنیمتوں کا جو تمہارے حصے میں آنے والی تھیں (جو) بہت جلد تم کو عطا کی گئی، اور تم کو (دشمن) لوگوں کے ظلم سے محفوظ رکھا تا کہ اہل ایمان کے لئے یہ درس ہو اور تم راہِ ہدایت پر رہ سکوo۔

تجزیہ : اۓ اللہ کے بندو! اس آیت میں کیا غلط حکم ہے؟ کیا برائی ہے؟ جس میں صرف یہ بات واضح کی گئی ہے کہ جب ظالم لڑائی میں ہار کے یا شکست کھا کر میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں تو ان کا چھوڑا ہوا سامان تم آپس میں تقسیم کر لو کیونکہ تم لوگ صرف اللہ کے بھروسے پر لڑتے رہے جبکہ تمہارے پاس اتنا اسلحہ نہیں تھا جتنا ان حملہ آور ظالموں کے پاس تھا۔ جب اللہ نے تمہیں فتح دی اور حملہ آور شکست کے بعد میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، ایمان والوں کے لئے اس میں سبق ہے کہ اللہ حق کا طرفدار ہے اور یقیناً حق پرستوں کو باطل پرستوں پر کامیابی عطا کرتا ہے تا کہ تم حق وانصاف کی راہ پر قائم رہ سکو۔ جہاں پر مالِ غنیمت کو جائز قرار دیا گیا ہے اس کو لینے کا حکم دیا ہے، وہیں پر کلامِ پاک میں ناحق مال لوٹ کر حاصل کرنے کی سخت ممانعت بھی آئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ (البقرۃ ۲:۱۸۸، پارہ ۲)

ترجمہ: ”اور تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناحق نہ کھایا کرو
اور نہ مال کو (بطورِ رشوت) حاکموں تک پہنچایا کرو کہ یوں لوگوں
کے مال کا کچھ حصہ تم (بھی) ناجائز طریقے سے کھا سکو حالانکہ
تمہارے علم میں ہو (کہ یہ گناہ ہے)o“

اور مزید اس پر آقا علیہ السلام نے بھی دوسروں کے مال کو لوٹنا حرام قرار دیا ہے۔ **ان دماء کم واموالکم علیکم حرام (بخاری، الصحیح)** ”بیشک تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں۔“ یعنی تم لوگوں پر ناحق کسی کی جان لینا اور ناجائز طور سے کسی کا مال حاصل کرنا حرام ہے۔ ایسے احکامات وہدایت کرنے والی ذات اور اس کے رسول ﷺ کیا ظلم وبربریت سے ناجائز کسی کا مال اور ناحق کسی کی جان لینے کی اجازت دے سکتے ہیں؟ دوستو! قرآن وحدیث کے ان بہترین احکامات کو انصاف سے سمجھنے کی ضرورت ہے اور آگے سنئے:

رگ وید کا فرمان!

ہم اِندر خدا کی مدد اور قوت سے مل کر تمام
دُشمنوں کو فتح کر لیتے ہیں۔

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

یہ وہ لوگ کہہ رہے ہیں جو ظلم کے خلاف لڑتے رہے، ستیہ کے دشمنوں

سے لڑنے والے اعلانیہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اِندر خدا کی مدد سے تمام دشمنوں پر فتح حاصل کر لیتے ہیں اور جب ستیہ کے دشمنوں پر ستیہ کے پرستاروں کو فتح حاصل ہوتی ہے تو کیا میدان چھوڑ کر بھاگ جانے والوں کا سامان نہیں لیا گیا ہوگا؟ کیا ان دشمنوں، ظالموں کو بخش دیا گیا ہوگا؟ نہیں انسانیت اور ستیہ کے دشمنوں کو اس جنگ میں بھگوان کے آدیش اور مدد سے نیست ونابود کیا ہوگا؟ تب تو ستیہ کے پرستاروں کو اِندر خدا کی مدد اور قوت پر بھروسہ رہا۔ اگر مندرجہ بالا آیت میں اللہ حق وستیہ کے پرستاروں کی مدد کا وعدہ کرتا ہے اور ان کو فتح کا یقین دلاتا ہے، عبرت حاصل کر کے راہِ حق پر عدل وانصاف کے ساتھ ثابت قدم رہنے کا حکم دیتا ہے تو کچھ لوگوں کو یہ حکم برا کیوں لگا؟

ایسے لوگوں کے تعلق سے یتھارتھ گیتا کہتی ہے: ذرا یہ بھی سن لیجئے!

وے آخری سانس تک لامحدود فکروترڈد
سے گھرے رہتے ہیں اور دُنیوی موضوعات
کالطف اُٹھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ وے صرف
اتنی ہی نشاط ہے۔ ایسا مانتے ہیں ان کی
اتنی ہی تسلیم شدگی ہوتی ہے کہ جتنا
ہوسکے عیش وعشرت کے سامان کو اکٹھا
کرو، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

(گیتا ۱۶ باب)

ان دنیاداروں کے برعکس اگر اللہ مالِ غنیمت کو عطا کرتا ہے تو غلط کیا ہے؟

آیت نمبر ﴿۱۳﴾

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾

(الانفال ۸:۶۹، پارہ ۱۰)

ترجمہ : اے لوگو! وہ غنیمت کھاؤ جو تمہیں حلال اور پاکیزہ ملی ہے اور اللہ سے ڈرتے (یعنی فرمانبرداری کرتے) رہو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہےo

تجزیہ: اے اللہ کے بندو! اس آیت میں غور کرو! اللہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کی بات کر رہا ہے آخر کیوں؟ کیوں کہ عرب کے کچھ مغرور ظالم انسانیت کے دشمن، رئیس قبیلوں کے سردار پورے اسلحہ سے لیس بہترین خوراک کی آسائش کے ساتھ غریب و نادار، بھوکے پیاسے، مظلوم لوگوں کے خلاف معمولی سی بات پر لڑائی کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے یا گھات لگا کر بے گناہوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے اوپر سے ایسا ظلم اور ناحق خون خرابہ کر کے بھی اپنی گردن کو فخر سے اونچی کر کے چلتے تھے۔ اگر ان حالات میں اللہ نے مظلوم حق پرستوں کی مدد کر کے ان کو فتح عطا کی اور ان ظالموں کا جنگ میں چھوڑا ہوا مال غنیمت جو ان مظلوموں کے لئے حلال اور پاکیزہ قرار دے کر اس کو کھانے کی اجازت دے رہا ہے تو برا کیا ہے؟ کیوں تنگ نظر لوگوں کو اس میں برائی نظر آتی ہے؟ کیا اس لئے کہ بھوکے پیاسے حق پرست مظلوم لوگوں کو حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کی اجازت دیدی جب کہ یہ حکم ان تنگ نظر لوگوں نے نہیں سنا کہ اللہ

نے کسی کا مال ناجائز و ناحق طریقے سے حاصل کرنے کو قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ اللہ ربّ العزت نے جس طرح مال غنیمت کو حلال کیا ہے اسی طرح غیر مسلم شہریوں کی جان و مال کی ذمہ داری لینے کا حکم بھی اپنے ماننے والے حق پرستوں کو دیا ہے امام ابو عبید قاسم بن سلام، ابن زنجویہ، ابن سعد اور امام ابو یوسف نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے معاہدے کی یہ شق نقل کی ہے:

ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة محمّد رسول الله ﷺ، على اموالهم وانفسهم وارضهم وملتهم، وغائبهم وشاهدهم، وعشيرتهم وبيعهم، وكل ماتحت ايديهم من قليل او كثير.

(۱) ابو يوسف، كتاب الخراج (۲) ابو عبيد قاسم، كتاب الاموال (۳) ابن سعد، الطبقات الكبرى (۴) ابن زنجويه كتاب الاموال)

''اللہ اور اللہ کے رسول محمد ﷺ اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کے لئے ان کے مالوں، ان کی جانوں، ان کی زمینوں، ان کے دین، ان کے غیر موجود و موجود افراد، ان کے خاندان کے افراد، ان کی عبادت گاہوں اور جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہے، تھوڑا یا زیادہ، ہر شئے کی حفاظت کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔''

نیز یہ بھی پڑھ لیجئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے گورنر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو فرمان لکھا تھا اس میں من جملہ دیگر احکام کے یہ بھی درج تھا: **وامنع المسلمين من ظلمهم والاضرار بهم واكل اموالهم الا بحلها. (ابو يوسف، كتاب الخراج)** ''(تم بحیثیت گورنر شام) مسلمانوں کو ان غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے، انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقہ سے ان کا مال حاصل کرنے سے سختی کے ساتھ

منع کرو۔'' اسلام نے غیر مسلموں کی جان ومال کے ساتھ ساتھ یہاں تک اہتمام کیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان ان کی شراب یا خنزیر کو تلف (ختم) کردے تو اس پر بھی جرمانہ لازم آئے گا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''الدرالمختار'' میں ہے: **ویضمن المسلم قیمة خمره وخنزیره اذا اتلفه.** (۱)حصکفی، الدر المختار (۲) شامی، ردالمختار) ''غیر مسلم شہری کی شراب اور اس کے خنزیر کو تلف (ختم) کرنے کی صورت میں مسلمان اس کی قیمت بطور تاوان ادا کرے گا۔'' ایسے منصفانہ احکام کے باوجود کیا آپ اسلام کو اور قانونِ اسلام کو دوشی مانتے ہو؟ چند تنگ نظر اور منافق لوگ جو کہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اور جنہوں نے قرآن وحدیث کا صحیح مفہوم سمجھا ہی نہیں ان کی وجہ سے سارے اسلامی معاشرے، قرآن اور حدیث پر انگلیاں اٹھانا کہاں کا انصاف ہے؟

اب اس حکم کی تائید میں اتھروید (۸/۵۰/۷) کا پیغام بھی سن لیجئے:

بھگوان فرماتاھے عمل میرے دائیں ھاتھ میں
ھے فتح میرے بائیں ھاتھ میں ھے، میں زمین
جیتنے والاھوں، گھوڑے جیتنے والاھوں اور
دولت جیتنے والاھوں۔ (حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ : ہر صورت میں طاقت کا مظاہرہ کیا گیا ہے، وید کے بھگوان کو طاقت حاصل تھی، فتح کا یقین تھا، زمین، گھوڑے اور دولت جیتنے کا یقین تھا، اگر یہ سب کچھ جیت لیا گیا ہوگا تو کیا سب کچھ بھگوان لے گیا ہوگا یا اس کے

ماننے والے اچھے انسانوں میں تقسیم کیا گیا ہوگا؟ اگر تقسیم کیا گیا ہو تو جیتی ہوئی زمین، گھوڑے اور دولت کیا مال غنیمت نہیں تھا؟ اگر یہی مال غنیمت جو فتح حاصل کرنے والے حق پرستوں کے لئے حلال اور پاک ہیں اللہ اگر کھانے کا حکم دے رہا ہے تو کچھ لوگوں کو اس میں برائی کیوں نظر آتی ہے؟ کیا بھوکے پیاسے حق کے پرستار لوگوں کو حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دینا بھی گناہ ہے؟ اس کے برعکس ظالموں کے تعلق سے بھگوت گیتا کا پیغام بھی سن لیجئے:

اُمید کے سینکڑوں پھانسی کے پھندوں سے
(ایک پھانسی کے پھندہ سے لوگ مرجاتے
ھیں، یھاں سینکڑوں پھانسی کے پھندوں
سے) بندھے ھوئے خواھش غصہ کے حامل،
عیش وعشرت کو حاصل کرنے کے لئے وے
غیرواجب طریقہ سے دولت وغیرہ بہت سے
سامانوں کواکھٹاکرنے کی کوشش کرتے ھیں۔

(گیتا۱۶ باب)

کیا شری کرشن جی کا یہ آدیش غلط ہے، ہر گز نہیں یہ سچا پیغام ہے۔

h h h

آیت نمبر ﴿۱۴﴾

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ (التوبۃ ۹: ۱۲۳، پارہ ۱۱)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! حق کے دشمنوں اور منافقوں کا مقابلہ کرو (اگر وہ تم پر حملہ آور ہوتے ہیں) ان کے مقابل (بہادری سے اور) مضبوط (ارادے کیساتھ ڈٹے) رہو۔ (یقین رکھو) ان (ظالم انسانیت کے دُشمنوں) کا ٹھکانہ جہنم ہے اور انجام بھی برا ہوگا۔

تجزیہ: اے دوستو! زرا غور کرو اگر وہ کثیر تعداد میں جنگ کے لئے جبراً اتر آتے ہیں، وہ حق کے دشمن دو چہرے والے اندر سے کچھ باہر سے کچھ فطرت رکھنے والے منافق لوگ، تم پر حملہ آور ہوتے ہیں تو فکر مند نہ ہو بلکہ ان ظالم منافق انسانیت کے دشمنوں کے خلاف مضبوط ارادے اور صبر کے ساتھ ثابت قدم رہو اور یقین رکھو وہ ظالم لوگ نرک میں جائیں گے اور ان کا برا انجام ہوگا۔

اے بھائیو! از روئے انصاف بتاؤ کہ اگر اللہ اپنے اور رسول ﷺ کے فرمانبرداروں کو یہ تسلی دے رہا ہے تو کیا اللہ کا اس کے فرمانبرداروں کو تسلی دینا بھی برا ہے؟ کیا کثیر تعداد میں حملہ آور ہونے والے ستیہ یا حق کے دشمنوں کے خلاف اللہ کا حق وستیہ کے پرستاروں کو مضبوط ارادے کے ساتھ ڈٹے رہنے کا حکم دینا بھی غلط ہے؟ آخر حاسدوں کو اس حکم میں کیا برائی نظر آئی؟

اب زرا **اتھروید** (۵/۲۹/۴) کا فرمان بھی سن لیجئے!

(ظالم انسانیت کے دشمنوں کی) دونوں آنکھیں چھید ڈال (یعنی پھوڑ ڈال) دل چھید ڈال (یعنی دل کو چیر ڈال) زبان کاٹ لے اور دانتوں کو توڑ دے، جس کسی پشتاج نے گوشت کھایا، ائے سب سے بڑی طاقت والے صاحبِ علم۔ اس کو واضح طور پر ٹکڑے ٹکڑے کردے۔

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: ائے بھائیو! اگر وید کہہ رہا ہے دونوں آنکھیں پھوڑ دے، دل کو چیر دے، زبان کاٹ لے، دانتوں کو توڑ دے ائے طاقتور صاحبِ علم۔ یہ حکم وید کس کے خلاف دے رہا ہے؟ وہ کون لوگ تھے جن کے خلاف وید ایسا آدیش دے رہا ہے، ظالموں کے خلاف یا مظلوموں کے خلاف؟ نہیں میرے بھائی ہم اس وید کے آدیش کو برا نہیں مانتے اگر یہ حکم انسانیت اور ستیہ کے دشمن ظالم وسفاک لوگوں کے خلاف ہے تو یہی ان کی سزا ہے اور ہونی بھی چاہیے زرا اندازہ لگائیے اگر وید اتنا سخت حکم دے رہا ہے تو وہ لوگ کس قدر ظالم وسفاک، مانو اور مانوتا یعنی انسان اور انسانیت کے کتنے بڑے دشمن رہے ہوں گے، کتنے سفاک و جابر اور بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے رہے ہوں گے؟ اگر یہی حکم قرآن دیتا یا اسی قدر سخت حکم قرآن دیتا تو نہ جانے کہنے والے اور کیا کیا کہہ جاتے۔ صرف اتنی سی بات پر حق یا ستیہ اور انسانیت کے دشمن یا ظالم وسفاک لوگوں کے

خلاف اللہ اگر اپنے نبی ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ ناحق ظلم کرنے والے شیطانوں کے خلاف مضبوط بنکر رہو، اللہ انہیں جہنم رسید کردے گا وہ نرک میں جا پڑیں گے، ان کا برا انجام ہوگا تو اس آیت میں کیا برائی ہے؟ کیا خرابی ہے، کیا اللہ اپنے نبی ﷺ کو تسلی بھی نہیں دے سکتا؟ کسی بھی قوم پر یا ان کے قوم کی کتاب پر انگلیاں اُٹھانے سے پہلے سو بار سوچنا چاہئے، سمجھنا چاہئے کہ ایسا حکم کن لوگوں کے خلاف کن حالات میں اور کیوں دیا گیا ہوگا؟

ایسے ظالم حق کے دشمنوں کے تعلق سے بھگوت گیتا میں شری کرشن جی فرماتے ہیں:

اس واسطے ارجن !تو جنگ کے لئے کھڑا ہو
نیک نامی حاصل کر دشمنوں پر فتح حاصل
کر ایک خوش حال اور باحیثیت اقتدار کا
لطف اٹھا۔یہ سارے جنگجو میرے ذریعے پہلے
ہی مارے جا چکے ہیں ارجن! تو محض
وسیلہ بن۔ (گیتا ۱۱ باب)

میرے بھائیو یہ ہے گیتا کا سندیش! ذرا غور کرو اگر مذکورہ آیت میں اللہ ظالموں کے لئے جہنم کی بات کرتا ہے تو غلط کیا ہے؟

h h h

آیت نمبر ﴿۱۵﴾

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

(حٰم السجدہ ۴۱: ۲۷، پارہ ۲۴)

ترجمہ: بیشک ہم حق کے دشمنوں کو سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے اور بیشک ہم ان کے بُرے سے برا ہر کام کا بدلہ انہیں دیں گے۔

تجزیہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ بے شک ہم حق یا ستیہ کے دشمنوں کو ان کی نافرمانی کی سزا ضرور دیں گے یقیناً ان کے اعمال اتنے برے ہیں جو کڑی سے کڑی سزا کے قابل ہیں اس لئے اُنہیں سزا ضرور دی جائے گی۔ ذرا غور کرو! کیا اللہ بدترین اعمال کرنے والے گناہگار، ستیہ یا حق کے نافرمان دشمنوں کو جو انسان (مانو) اور انسانیت (مانوتا) کو نقصان پہنچانے والوں کو خود سزا دینے کی بات کرتا ہے تو اس میں برائی کیا ہے؟ کیا انہیں ایسے برے کام کرنے کی چھوٹ دی جائے؟ کیا ایسے بدترین نافرمان گناہگاروں کو گناہ کرنے کی کھلی آزادی دے دی جائے؟ کیا ظالم وسفاک لوگ خواہ کچھ بھی کرتے پھریں اللہ انہیں معاف کردے؟ اور کوئی سزا بھی نہ دے؟ تو کیا پاپ کرنے والوں کی بجائے پنیہ کرنے والوں کو ایسی سزائیں دینی چاہئے؟ کیا بدکار نافرمان گناہگاروں کی بجائے اچھے کام کرنے والے حق یا ستیہ کے پرستار فرمانبردار نیک لوگوں کو سزا دینا چاہئے تھا؟ اگر نہیں! تو اس آیت پہ کچھ لوگوں کو آخر اعتراض کیوں ہے؟ اور آیت مذکورہ میں جن کو سزا دینے کی بات کہی جا رہی ہے، وہ تو شیطان صفت ظالم وجابر

فسادی دہشت پسند نافرمان انسان (مانو) اور (مانوتا) انسانیت کے دشمن، امن وشانتی کو پامال کرنے والے انسان نمار اکھشسوں کے لئے ہے، نہ کہ بے گناہ انسان کے لئے۔ اور رہا سوال اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والے اور دیگر قوموں کا تو ان سے حسنِ سلوک، قومی بھائی چارگی نبھانے، عدل وانصاف کرنے کا حکم ہے، انسانی بھائی چارگی کے لئے قرآن وحدیث میں ایسی کئی احکامات ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰٓى أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ⑧ (المائدۃ۵:۸، پارہ۶)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر ثابت قدم رہو، انصاف کے ساتھ گواہی دو، کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں کہیں مجبور نہ کردے کہ (تمہاری جانب سے اس کے ساتھ) ناانصافی ہو بلکہ اسکے ساتھ بھی انصاف شرط ہے (اور) انصاف ہی تقویٰ کا میعار ہے۔ لہٰذا اللہ کے فرماں بردار رہو۔ بیشک اللہ تمہارے کردار سے باخبر ہے۔“

اۓ بھائیو! ذرا سمجھنے کی کوشش کرو، آیت مذکورہ میں اللہ ربّ العزت نے کتنا منصفانہ حکم دیا ہے۔ اگر کوئی قوم تم سے قومی یا مذہبی دشمنی رکھتی ہے تو بھی تم ان کے ساتھ عدل وانصاف کرو۔ (ولا یجرمنکم) کے تحت صوفیٔ باصفا امام قرطبیؒ نے ابوعبیدہ اور فراء کے حوالے سے لکھا ہے:

معنی لایجرمنکم ای لایکسبنّکم بغض قوم ان تعتدوا الحق الی الباطل، والعدل الی الظلم

(قرطبی، الجامع لاحکام القرآن،۶: ۴۵)

”لایجرمنّکم“ کا معنی یہ ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تم سے یہ کام نہ کروالے کہ تم سچائی سے جھوٹ وگمراہی اور انصاف سے ظلم کی طرف نہ چلے جاؤ“

بانیٔ اسلام سراپا رحمت عالم ﷺ اور صحابہ اکرام اللہ کے دوست یعنی کامل صوفیان اکرام نے اپنے اخلاق وکردار سے کئی مثالیں امن وقومی بھائی چارگی کی پیش کی ہیں۔ حدیث پاک میں آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ آپ ﷺ کے صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انسانوں سے محبت کرنا ہی دراصل خدا سے محبت کرنا ہے اور انسانوں کی خدمت ہی دراصل خدا کی خدمت ہے۔ حضرت پیران پیر غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظالم مظلوم کی دنیا بگاڑتا ہے اور اپنی آخرت بگاڑ لیتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے بندوں پر رحم وشفقت کرنا اور ان کے ساتھ عدل وانصاف کرنا ہی اسلام کا پیغام ہے۔ جس کو خود بانیٔ اسلام ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء اور ہمارے صوفیان اکرام نے بہ نفس نفیس عمل کر کے بھی دکھایا ہے اور تاریخ میں آپسی بھائی چارگی اور قومی یک جہتی کی ان گنت مثالیں موجود ہیں خود پڑھ کر دیکھ لو کہ اسلام کہاں قومی دشمنی سکھاتا ہے بلکہ اسلام تو صرف امن وشانتی محبت وپریم

انسانی بھائی چارگی سکھاتا ہے،امن وامان کو بحال کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جہاں جہاں سزا دینے کی بات کی ہے وہ تو ظالم فسادی دہشت پسند نافرمان شیطان صفت اُن لوگوں کے لئے ہے جو حق یا ستیہ کے ساتھ انسانوں سے بھی عداوت رکھتے ہیں۔قرآن نے تو صاف صاف اعلان کردیا ہے''**لکم دینکم ولی دین**'' تمہارا دین تمہارے ساتھ اور ہمارا دین ہمارے ساتھ۔ائے بھائیو! غور کرنے کی ضروت ہے،ایسے انصاف پسند،قومی حسنِ سلوک،انسانیت نواز احکام دینے والا اسلام کیا کسی کو ناحق قتل کرنے ،فسادی دہشت سے ظلم و بربریت پھیلانے کی اجازت دیتا ہے؟

اب زرا **رگ وید** (۱۰/۸۴/۴) کا فرمان سن لیجئے!

(ائے منیو) دُشمنوں کو پیس دینے والی میری قوت تو اکیلا ھی دشمنوں کو کچل دیتا ھے، اس لئے ائے غیر مختتم روشنی والے! ھم تیرے ساتھ مل کر بلند آواز سے جئے جئے کار کرتے ھیں اور دیگر قوتوں کو بتاتے ھیں۔

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: ائے دوستو! اس آدیش میں غور کرو، وید کہہ رہا ہے منیوتو! دشمنوں کو پیس دینے والی، کچل دینے والی میری قوت ہے اور تو اکیلا ہی کافی ہے، ائے نہ ختم ہونے والی روشنی والے ہم بھی تیرے ساتھ تیری فتح کی جئے جئے کار کرتے ہیں اور دیگر ظلم کرنے والی ظالم قوتوں کو سبق سکھانے کے لئے سزا دیتے

ہیں،انہیں کچل کرر کھ دیتے ہیں (انہیں نرک میں بھیجتے ہیں اور بھیانک سزا دیتے ہیں)۔زرا غور کیجئے! اگر یہ آدیش ظالم ستیہ یا حق کے دشمنوں کے خلاف ہے تو کیا غلط ہے؟ کیا ظالموں کو ظلم کرنے کی کھلی آزادی دے کر انسان اور انسانیت پر ظلم ڈھانے والوں کو اور ظلم و زیادتی کرنے کی کھلی آزادی دی جائے؟ اگر نہیں! تو اللہ نے مندرجہ بالا آیت میں اگر ظالموں،حق یا ستیہ کے نافرمان دشمنوں کو سزا دینے کی بات کیا ہے تو کچھ لوگوں کو برا کیوں لگا؟ یہ دوہرا پیمانہ کیوں؟ آخر یہ دو نظریئے کیوں؟

مزید گیتا کا فرمان بھی سن لیجئے!

جس طرح پروانے ختم ہونے کے لئے ھی جلتی ھوئی آگ میں بے حد رفتار سے داخل ھوتے ھیں ویسے ھی یہ سارے (ظالم ستیہ کے دُشمن) جاندار بھی اپنی تباھی کے لئے آگ کے دھان میں بہت ذیادہ بڑی ھوئی رفتار سے داخل ھوتے ھیں۔

(گیتا ۱۱ باب)

h h h

آیت نمبر ﴿١٦﴾

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعۡدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمۡ فِيۡهَا دَارُ الۡخُلۡدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿٢٨﴾ (حٰم السجدۃ ۲۸:۴۱، پارہ ۲۴)

ترجمہ : یہ آگ (جہنم) اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے، اس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے، یہ سزا اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے احکام کے خلاف (ظالمانہ) عمل کرتے تھے۔

تجزیہ : اے انصاف پسند دوستو! اے منصف مزاج بھائیو! زرا غور کرو اور بتاؤ! اگر اللہ اپنے احکامات کی خلاف ورزی کرنے والے نافرمان ظالموں کو سزا دینے کا اعلان کرتا ہے تو برائی کیا ہے؟ نافرمان ظالموں اور سفاک لوگوں کو ان کے برے اعمال کے انجام سے آگاہ کرتا ہے تو اس میں غلط کیا ہے؟ اگر اس دنیا میں ظالم انسان وانسانیت کے دشمن سزا سے بچ بھی جائیں تو کل قیامت میں وہ للہ کی بارگاہ میں سزا سے نہیں بچ سکیں گے کیونکہ وہ اللہ کے احکامات کے خلاف ظلم کو روا رکھتے تھے۔ اگر اللہ ان کو ہمیشہ کے لئے نرک میں ڈالنے کی بات کرتا ہے تو برا کیا ہے؟ غلط کیا ہے ؟ کیا کسی بھی دھرم کے ماننے والے کا خدا اگر اچھی باتوں اور انصاف کا حکم دیتا ہے تو کیا غلط ہے؟ اگر اپنے حکم کے خلاف ظلم کرنے والوں کو خدا جہنم کی سزا سناتا ہے تو کیا یہ غلط ہے؟ آیت مذکورہ میں جن لوگوں کو سزائے جہنم کی بات کہی گئی ہے، وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے، اپنے ناپاک نیتوں، ارادوں اور منصوبوں پر عمل کر کے وہ انسان و

انسانیت کا خون بہاتے تھے اور آج بھی شیطان صفت لوگ ظلم وبربریت سے اللہ کی زمین پر فساد و دہشت پھیلاتے ہیں بے گناہ بچے، بوڑھے اور عورتوں کو قتل کرتے ہیں، ناحق مانو اور مانوتا کا قتل عام کرتے ہیں، وہ اتنے ناپاک اور ظالم ہیں کہ ان کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ نے ان کی سزا جہنم (کی آگ) مقرر کردی ہے۔ حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب اس کی گرفت کرتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا۔

اب آپ خود فیصلہ کرلو آج دنیا میں جس طرح ظالموں نے فساد سے دہشت پھیلا رکھی ہے، خون خرابہ کررہے ہیں، ٹرینوں، بسوں اور جگہ جگہ بم رکھ کر نہ جانے کیسے کیسے ہتھیاروں کے استعمال سے بے رحمی کے ساتھ بے گناہ لوگوں کا بے دریغ خون بہا رہے ہیں، کیا ان کو جہنم کی سزا نہیں ہونی چاہئے؟ کیا انہیں نرک میں نہیں ڈالنا چاہئے؟ کونسا مذہب ایسی ظلم وبربریت اور فساد انگیزی کی تعلیم دیتا ہے؟ جب کہ اللہ جل شانہ نے واضح طور پہ حکم دیا ہے:

لَا يَنۡهٰٮكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيۡنَ لَمۡ يُقَاتِلُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَلَمۡ يُخۡرِجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ﴿٨﴾ (الممتحنۃ ۸:۶۰، پارہ ۲۸)

"اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اوران سے عدل وانصاف کا برتاؤ کرو، بیشک اللہ عدل وانصاف

کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"

جب کہ مالک ارض وسماء نے تو اہل حق اور فرمانبرداروں کو انسانیت، امن وشانتی اور عدل وانصاف کا حکم دیا ہے، ہر قوم کے ساتھ آپسی بھائی چارے کا حکم دیا ہے اور جو ظالم ہیں ان کے تعلق سے نبیٔ پاک ﷺ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰہَ یعذب الّذین یعذبون النّاس فی الدنیا. (مسلم)

"اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو اذیت وتکلیف دیتے ہیں۔" قانونِ الٰہی کے خلاف جو دنیا میں بے گناہ انسانوں کو اذیت وتکلیف دیگا وہ دنیا وآخرت دونوں جگہ سزا کا مستحق ہوگا صرف ناحق کسی کو تکلیف پہنچانے کی سزا اللہ نے دنیا وآخرت میں دینے کی وعید سنائی ہے تو بے گناہوں کا خون بہانے والوں کو کس طرح بخش سکتا ہے۔

پران پاٹھ (۴) شلوک (۳۳) کا یہ فرمان بھی سن لیجئے!

تالاب، باؤلی، کنواں اور عوام کے گھرڈھانے
والے بے قصورلوگوں کو قتل کرنے والے
جہنم میں جاتے ہیں۔ (حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: پران کہتا ہے! عام لوگوں کے املاک کو تباہ کرنے والے لوگ، بے گناہوں کا قتل کرنے والے لوگ جہنم یا نرک میں جائیں گے۔ کیا ایسے شریر اور شیطان صفت لوگوں کے خلاف اگر پَران جہنم کی سزا سنا رہا ہے تو اس میں غلط کیا ہے؟ ایسے انسانیت کے دشمنوں کی سزا تو ایسی ہی ہونی چاہئے، کیا ایسے شیطانوں صفت، بے گناہوں کے قاتلوں کو جنت کی بشارت دینا تھا؟ اگر نہیں، تو

ایسے ہی منصفانہ احکام جس کے خلاف اگر ظالم ظلم کرتے ہیں لوگوں کے گھر و کھیتیاں برباد کرتے اور بے گناہ لوگوں کا قتل کرتے ہیں تو اللہ نے انہیں جہنم کی سزا سنادی تو اس میں کیا برائی ہے؟ اگر پران یہ سزا سناتا ہے تو درست اور جب قرآن بھی یہی سزا سناتا ہے تو غلط کیوں؟ اگر قرآن تمہاری سمجھ میں نہیں آتا یا اس کے احکام تمہاری سمجھ میں نہیں آتے تو اس کے سیاق وسباق کو دیکھو، تفاسیر پڑھو کہ کن لوگوں کے خلاف کن حالات میں اللہ نے یہ حکم دیا ہے۔ معلوم ہوجائے گا۔ ورنہ کسی بھی آیت کو سمجھے بغیر اس کے مختصر ترجمہ سے اپنے مفاد کا معنٰی نکال کر نفرت پھیلانا کہاں کی دانشمندی ہے؟

ایسا ہی کچھ فرمان۔ تھارتھ گیتا سے سن لیجئے!

تمام طرح سے گم گشتگی کے شکارھوکے
طبیعت والے، فرفتگی کے جال میں پھنسے
ھوئے، دُنیوی عیش وعشرت میں بے حد
ڈوبے ھوئے وے شیطانی خصلت والے انسان
ناپاک دوذخ میں گرتے ھیں۔ (گیتا۱۶ باب)

h h h

آیت نمبر ﴿۱۷﴾

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ (التوبۃ ۹:۱۱۱، پارہ ۱۱)

ترجمہ: بیشک اللہ نے اپنے فرمانبردار بندوں سے جنت کے بدلے ان کے جان و مال کا مطالبہ کیا ہے کہ وہ (حق اور انسانیت کے تحفظ کے لئے) اللہ کی راہ میں (ظالموں کے خلاف) لڑیں، مریں یا ماریں۔ ایسا ہی سچا وعدہ توریت، انجیل اور قرآن میں (اس کے کرم کی ذمہ داری میں) ہے (اے لوگو) اللہ سے زیادہ وعدے کا پکا کون ہے؟ اللہ سے کئے ہوئے اس معاہدے پر تمہیں خوش ہونا چاہئے، دراصل (فرمانبرداروں کے لئے) یہی بڑی کامیابی ہے۔

تجزیہ: اے اللہ کے بندو! ذرا غور کرو اور سمجھو کہ اس آیت میں کیا حکم ہے؟ اللہ اپنے فرمانبردار بندے جن کو مسلمان کہتے ہیں (مسلمان کا معنی بھی فرمانبردار اور سلامتی پسند کا ہے) ان سے فرما رہا ہے: اے میرے فرمانبردار بندو! اگر تم نرک سے بچنا چاہتے ہو، جنت یا سورگ میں جانا چاہتے ہو تو اپنی جانوں کو حق یا ستیہ، انسانیت یا مانوتا کی حفاظت، حق یا ستیہ کے پرستاروں اور مظلوموں کی حمایت کے لئے قربان کرنا پڑے تو کر دو، اپنے مال سے محبت کر کے اُسے جمع نہ کرو

بلکہ غرباء نادار، یتیم اور بیماروں کے لئے خرچ کرو، اگر مظلوموں وحق پرستوں کی حمایت میں حق یا ستیہ مانوتا یا انسانیت کے تحفظ کے لئے اُٹھو نا فرمان انسانیت یا مانوتا کے دشمن اور بے گناہ لوگوں کا ناحق خون بہانے والے ظالم شیطان صفت لوگوں کے خلاف لڑنے کا موقعہ آئے تو لڑو، اگر لڑائی کا وقت آئے تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے مت بیٹھو، اگر کم زور مظلوم، نادار حق پرست لوگوں کی حمایت میں لڑتے ہوئے تمہاری جانیں جاتی ہیں تو جانے دو، لیکن ان ظالم نافرمان حق وستیہ کے دشمنوں کو ان کے ظلم کی سزا ضرور دو۔ ایسا ہی حکم ہم نے توریت وانجیل میں بھی دیا ہے جیسا قرآن میں دیا ہے، ان لوگوں کو بھی ہم نے یہی دعوت دی تھی کہ بے گناہ لوگوں کا خون بہانے والے انسانیت کے دشمنوں کے خلاف لڑو، اگر تم مارے جاؤ گے تو اس دنیا سے بہتر جگہ جنت تمہیں عطا کی جائے گی اور اس دنیا کی محبت میں تم جنت سے محروم نہ ہو جانا کیونکہ تمہاری تھوڑی سے دنیا کی زندگی کے عوض تمہیں جنت کی دائمی زندگی دی جائے گی۔ لہٰذا تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کیونکہ یہ وعدہ اللہ کا ہے جو برحق ہے۔ اور آیت بالا میں جن نافرمانوں کو مارنے کا حکم ہوا ہے وہ فسادی دہشت پسند مانوتا کے دشمن، حق یا ستیہ کے دشمن ہیں جن کے کردار کے تعلق سے اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ
هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ
الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ
رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

(آل عمران ۳:۷، پارہ ۳)

ترجمہ: ''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ کتاب حق نازل فرمائی ہے جس میں (بعض وہ) آیات محکمات (یعنی واضح احکام) ہیں جس کے اکتساب پر (دین کی) اساس رکھی گئی ہے اور کچھ آیات تشبیہات ہیں (جس میں عبارات، اشارات، حقائق ولطائف پوشیدہ ہیں اور یہ ان کی سمجھ سے باہر ہیں) جن کے قلوب میں کجی ہے (اور) وہ نادان لوگ اپنے مفاد کا پہلو ڈھونڈنے کے لئے آیات تشبیہات کے پیچھے پڑ کر گمراہ ہوجاتے ہیں جس کا علم اللہ (اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) جانتے ہیں (اور وہ خواص کاملین جانتے ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرماتے ہیں) اور وہ اہل علم (کاملین وخواص) کہتے ہیں کہ بیشک یہ ہمارے رب کی جانب سے نازل شدہ (وہ کتاب ہے جس میں کسی اشتباہ کی گنجائش ہی نہیں) ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے (اور) اہل معرفت اس سے (عبرت و) نصیحت حاصل کرتے ہیںo۔

تو پتہ چلا کہ یہ ''کجی'' والے لوگ فتنہ پرور ہیں جو احکام الٰہی کو چھوڑ کر اپنے نفسانی خواہشات کے مطابق پیروی کرتے ہیں، اپنے مفاد کے لئے ظلم وبربریت سے فساد و دہشت بپا کرتے ہیں، خون ریزی کرتے ہیں کیا واقعی یہ لوگ سزا کے مستحق نہیں ہیں؟ کیا ان کے ظلم کو روکنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے؟ دنیا

کا کونسا ایسا مذہب یا دھرم ہے جس نے ایسے ظالموں کے ظلم کو روکنے کے لئے آواز نہیں اٹھایا؟ کون سے مذہب یا دھرم کی کتابوں میں ایسے ظالموں کا خاتمہ کرنے کی اجازت نہیں ہے؟

اس قول کی تائید میں گیتا کا فرمان پاٹھ (۲) شلوک (۳۷) اب زرا شری کرشن جی مہاراج کا بیان بھی سن لیجئے، فرماتے ہیں:

ائے کُنتی کے بیٹے! جھوٹ اوربدی کا ساتھ دینے والوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے مارے جاؤ گے توسورگ (یعنی جنت) میں جاؤگے، یا تم جیت جاؤ گے تو زمین پر حکومت کروگے، اس لئے مضبوط عزم اور ارادے کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوجاؤ اور جنگ کرو۔

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: ائے دوستو! اگر یہ اُپدیش گیتا کا ہے اور سچا ہے تو شری کرشن جی مہاراج کے آدیش پر غور کرو کہ وہ کیا فرماتے ہیں؟ ائے کُنتی کے بیٹے! ائے ارجن! جھوٹ، فریب، دھوکا اور پاپ کا ساتھ دینے والے پاپیوں کے خلاف جنگ کرو، گھبراؤ نہیں، لڑو، ان پاپیوں کا سروناش کرو۔ ان کو ان کے انجام تک پہنچاؤ تا کہ سچ اور نیکی کا بول بالا ہو، پاپیوں کو ختم کرو تا کہ بے گناہ، اچھے لوگ امن اور چین سے زمین پر جی سکیں۔ اگر تم اس جنگ میں لڑتے ہوئے مارے جاؤ گے تو تمہیں اس دنیا سے بہتر سورگ دی جائے گی یا اس دنیا سے بہتر سورگ کی زندگی

دی جائے گی۔ اگر تم جیت گئے اور زندہ بچ گئے تو اس زمین پر راجہ بن کر حکومت کروگے۔ لہٰذا ڈرومت! ستیہ کا بول بالا کرنے کے لئے مضبوط عزم اور ارادے کے ساتھ دشمنوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہو جاؤ اور پاپیوں کا سرو ناش کرنے کیلئے جنگ کرو۔

اے دوستو، اے بھائیو، زرا غور کرو! مندرجہ بالا قرآن کے حکم پر اور گیتا کے اس سندیش پر کیا یہ دونوں احکام مشترکہ نہیں؟ اگر اللہ بھی قرآن میں یہی حکم دے رہا ہے تو وہ غلط کیوں ہوا؟ جب کہ ایسا ہی کچھ سندیش گیتا میں شری کرشن جی مہاراج دے رہے ہیں، شری کرشن جی بھی جان گنوا دینے کی صورت میں جنت کا وعدہ کر رہے ہیں، ارجن کی جان کو جنت کے بدلے میں خرید رہے ہیں، تو ایک صحیح اور دوسرا غلط کیوں؟ مذکورہ قرآنی آیت میں بھی اللہ نے پاپیوں کے خلاف اپنے فرمانبرداروں کو لڑنے کا حکم دیا اور گیتا میں شری کرشن جی بھی پاپیوں کے خلاف لڑنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کیا صحیح ہے کیا غلط ہے؟

مزید گیتا کا آدیش ہے:

ان درونڑبھیشم جئے ارتھ کرن اور دوسرے
بہت سے میرے ذریعے مارے گئے ۔جنگجو
بہادروں کوتومار، خوف مت کر،جنگ میں
(ستیہ کے) دُشمنوں سے تویقینی طورپر
جیتے گااس واسطے توجنگ کر۔ (گیتا ۱۱ باب)

اب بتایئے حق یا ستیہ کے دشمنوں کے خلاف ایسے آدیش دینا کیا غلط ہے؟

آیت نمبر ﴿۱۸﴾

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ (التوبۃ ۹:۶۸، پارہ ۱۰)

ترجمہ: اللہ نے (اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ) منافق مردوں اور منافق عورتوں اور حق کے دشمنوں کو جہنم کی آگ کی وعید سنائی ہے، (اس جہنم میں) وہ ہمیشہ رہیں گے، ان کے لئے یہی (انجام) کافی ہے، (ان کے گناہوں کی وجہ سے) ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے دائمی سزا ہےo۔

تجزیہ : اللہ نے اس آیت میں صرف منافق مرد اور عورتوں اور حق کے دشمنوں کے عیب ظاہر کئے ہیں۔ اے بھائیو! زرا سمجھنے کی کوشش کرو، یہ منافق مرد اور عورتیں کون ہیں؟ منافق کا معنٰی کیا ہے؟ نفاق، بغض و عدوات رکھنے والے یعنی دل میں کچھ اور زبان پر کچھ رکھنے والے دو چہرے والے مرد اور عورتیں اور وہ لوگ جو حق کے دشمن یا ستیہ کے نافرمان اور دشمن ہیں، جو جھوٹ نافرمانی و بدکاری میں ملوث رہے ہیں، اگر اللہ نے ان کے خلاف سزا کا اعلان کیا ہے تو کیا غلط ہے؟ ان کے اعمال کی سزا کے طور پر نرک یا جہنم میں ڈال کر انہیں جلانے کی بات کرتا ہے تو کیا غلط ہے؟ کیا ایسے ظالم و جابر حق یا ستیہ کے نافرمان شیطان صفت لوگ جو انسان اور انسانیت کے بدترین دشمن ہیں، انہیں ان کے ظلم اور نافرمانی کی سزا دینے کا وعدہ کرنا کیا غلط ہے؟ کیا یہ نافرمان لوگ انسان اور انسانیت کے خلاف

شیطانی سازشیں کر کے زمین پر فساد سے دہشت بپا نہیں کرتے؟ کیا ان کی شیطانی سازشوں سے دنیا کی امن وشانتی غارت نہیں ہوتی؟ کیا یہ شیطان صفت لوگ فسادی دہشت پسند نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ایسے شیطان صفت نافرمان لوگوں کو جو اپنی ناپاک سازشوں سے انسانیت کے دامن کو داغدار کرتے ہیں بے گناہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور غریبوں پر ظلم وستم کرنے والوں کو اللہ ان کے اعمال کے مطابق سزا دینے کی بجائے کیا جنت کا وعدہ کرنا چاہیے تھا؟ جب کہ دنیا کا ایک عام انسان ایسے لوگوں پر لعنت بھیج سکتا ہے تو کیا اللہ ان پر لعنت نہیں بھیج سکتا؟ کیا اللہ کا ان پر لعنت بھیجنا غلط ہو گیا؟ آخر اس مذکورہ قرآنی آیت میں ہماری دنیا کے کچھ لوگوں کو برائی کیوں نظر آتی ہے؟ جب کہ ایسے نافرمان فساد بپا کرنے والوں کو قرآن نے صاف صاف نصیحت دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ⑫ (البقرۃ ۲: ۱۱-۱۲)

ترجمہ: ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد (سے دہشت بپا) نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح پسند ہیں، خبردار (دراصل) یہی (منافقین) لوگ فسادی (ودہشت پسند) ہیں مگر انہیں (اس کا) شعور تک نہیں۔''

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے قریب میں ایسا دور آئے گا جس میں لوگ دنیا کو دین کے ذریعہ حاصل کریں گے ان کا طریقہ یہ ہوگا کہ اللہ والوں

کا بھیس بدلیں گے اور ان کا کلام شکر سے زیادہ میٹھا ہوگا لیکن ان کے دل بھیڑیے کی طرح ہوں گے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا میری وجہ سے یہ کام کرتے تھے یا میرے اوپر جرأت کر کے دین کے عوض دنیا لوٹتے تھے، مجھے اپنی ذات کی قسم کہ میں انہیں سے فتنہ کھڑا کروں گا یعنی وہی فتنوں کے اصلی سبب ہوں گے اور ان فتنوں کو دیکھ کر ہر ذی فہم حیران ہو جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ''منافق کی زبان خوش کرنے والی اور دل تکلیف دینے والا ہوتا ہے۔'' تو اس سے معلوم ہو کہ یہ فتنہ پرور لوگ وضع قطع میں اللہ والے نظر آتے ہوں گے لیکن ان کے دل رحم اور محبت سے نا آشنا ہوں گے اور وہ دین کو دنیا کے عوض بیچ کھائیں گے ان کے کلام اتنے میٹھے ہوں گے جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو اپنی طرف راغب کریں گے اور (دین میں) فتنہ بپا کریں گے جو آج کل دیکھنے میں بھی آ رہا ہے کہ کئی لوگ اسلام کا صرف لیبل لگا کر محض اسلام کو اپنی ناپاک شیطانی سازشوں سے بدنام کرنے کی کوشش میں لگے ہیں جب کہ یہ فتنہ وفساد پسند لوگ دائرۂ امن وسلامتی سے خارج ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں حضور غوث پاک کا ارشاد گرامی ہے کہ ریاکار اور منافق کی پہچان یہ بھی ہے کہ وہ دین سے دنیا کماتا ہے۔ نیز حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جسے اس کا علم حرام چیزوں سے نہ روکے وہ خسارہ میں ہے۔ کیونکہ دین کے عوض دنیا خریدنے والے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی نافرمانی کرنے والے کیا مسلمان ہو سکتے ہیں؟ اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ اللہ کے احکام کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے کیا سزا ہونی چاہئے؟ اور کچھ لوگ اپنے ناپاک شیطانی ارادوں سے اہل اسلام اور دیگر

مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان فسادات بپا کرنے اور مذہبی عداوت لانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔اسلام میں ایک غیر مسلم کا کیا حق ہے اور آپسی بھائی چارگی، قومی رواداری کا اندازہ ہمارے آقا رحمت عالم ﷺ کی اس حدیث پاک سے لگا سکتے ہیں کہ اسلام نے انسانیت اور قومی یک جہتی کا کیسا درس دیا ہے۔اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو ناحق قتل کرتا ہے تو میرے آقائے دوجہاں ﷺ نے کیا حکم دیا ہے سن لیجئے: **من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة، وان ريحها توجد من مسيرة اربعين عامًا** ''جس نے کسی غیر مسلم شہری کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا جب کہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی دوری تک محسوس ہوتی ہے۔'' پتہ چلا کہ کسی غیر مسلم کو ناحق قتل کرنے والا جنت کے قریب جانا تو دور کی بات ہے اس کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا بلکہ اسے تو جنت کے چالیس برس کی دوری سے بھی دور رکھا جائے گا۔اگر آپ تنقیدی نظر کی بجائے انصاف اور دانشمندی کی نظر سے احکام خداوندی کا جائزہ لیتے ہیں تو انسان اور انسانیت کے تحفظ اور بقاء کی کئی مثالیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے: اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ (یونس ۱۰:۹۹، پارہ ۱۱) ''تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں o'' اللہ ربّ العزت نے لوگوں کو جبراً دین میں داخل کرنے سے سخت منع کیا ہے، اس حکم پر زرا غور کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ اللہ ربّ العزت نے جب خود جبراً کسی کو دین میں داخل کرنے سے منع فرمایا ہے اور مذہب اسلام کے ماننے والوں کو بھی صاف اور واضح طور پر یہی حکم دے دیا ہے اور جہاں تک سزا دینے کی بات

ہے تو وہ منافق، حق یا ستیہ کے دشمن، مانوتا یا انسانیت کے دشمن اور ادھرمی لوگ ہیں جن کے لئے دیگر مذہبی کتابوں میں بھی سزاؤں کے احکام ہیں۔

یجروید(۱۱/۸۰) کا فرمان دوبارہ سن لیجئے، وید فرماتا ہے:

ائے سبھا اور سینا کے مالک آپ ان لوگوں کو جو دھرماتماؤں سے دُشمنی کریں اور جو ہمارے ساتھ بدتمیزی کریں اور ھمیں ذلیل کریں جو ھمیں نیچا دکھائیں، اور ھمارے ساتھ فریب کریں ان سب لوگوں کو جلاکر پوری طرح راکھ کرڈالئے۔ (حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ : ائے دیانت دار اور انصاف پسند بھائیو! یجروید کے اس فرمان پر غور کرو، یہ کیا حکم دے رہا ہے اور کن لوگوں کے خلاف ایسی سخت سزا کا حکم دے رہا ہے، یہ وہی منافق لوگ ہیں جو اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ ہوتے ہیں، یہ وہی ستیہ کے بدترین دشمن ہیں جو دھرم اور دھرم کے رہنماؤں سے دُشمنی رکھتے ہیں کیونکہ وہ رہنما دھرم کی اور ستیہ کی بات بتا کر حق کا پرچار کرتے ہیں اور امن اور انسانیت کا سندیش دیتے ہیں، ان منافق، دوچہرے والے، ستیہ کے نافرمان دشمنوں، ادھرمیوں کو یہ باتیں پسند نہیں آتیں اسی وجہ سے وہ ستیہ کے دھرماتماؤں کے ساتھ بدتمیزی کرتے بلکہ اُن رہنماؤں کے خلاف ناپاک شیطانی سازشیں کر کے انہیں بدنام کرنے ذلیل ورسوا کرنے کی شیطانی کوششیں کرتے ہیں، حق یا ستیہ کے پرستاروں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ حق یا ستیہ کے خلاف

فریب کرتے ہیں اور یہ مانو تا کے دشمن شیطان صفت نافرمان لوگ ہیں، اس لئے اُنہیں مار کر پوری طرح جلا کر راکھ کردو، ان لوگوں کو جہنم میں جلنے سے پہلے اس دنیا میں جلا کر راکھ کردو۔ کیا یہ آدیش یجروید نے نہیں دیا؟ اۓ بھائیو! از روئے انصاف بتاؤ، کیا یجروید کے اس آدیش میں سزا یا ڈنڈ دینے اور ان کو بھیانک موت مارنے کا ذکر نہیں ہے؟ اگر ہے تو قرآن نے جو منافق مرد، عورت اور حق یا ستیہ کے دشمنوں کو مرنے کے بعد قیامت میں جہنم کی آگ میں ڈالنے کی سزا کا اعلان کیا ہے تو کچھ لوگوں کو اس میں برائی کیوں نظر آتی ہے؟ کیا صرف اس لئے کہ اس میں لفظِ کافر کا استعمال ہوا ہے، لفظِ کافر کا ہم معنٰی بتا چکے ہیں اس کا معنٰی تو صرف حق یا ستیہ کا دشمن ہے یعنی شیطان صفت ادھرمی ہے، دھرم کے نام پر حق اور ستیہ کی دشمنی کرنے والے کو کافر کہتے ہیں۔

مزید کرشن جی کا آدیش سن لیجئے:

(اۓ) ارجن! میں سارے جہاں کا خاتمہ کرنے والا بڑھا ہوا کال (موت) ہوں اور اس وقت ان عالم کو ختم کرنے پر آمادہ ہوں، مخالفین کی فوج میں موجود جتنے جنگجو ہیں، وے سب تیرے بغیر بھی نہیں رہیں گے، وے زندہ نہیں بچیں گے، اس واسطے آمادہ ہوا ہوں۔ (گیتا ۱۱ باب)

اب ذرا بتایئے انسانیت کے دشمنوں کے خلاف کیا کرشن جی کا یہ آدیش بھی غلط ہے؟

آیت نمبر ﴿۱۹﴾

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ (سورۃ الانفال ۸:۶۵، پارہ ۱۰)

ترجمہ: اۓ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! اللہ کے فرمانبرداروں کو (قیام امن اور انسانیت کے تحفظ کے لئے) جدوجہد (یعنی کوشش) کرنے کی طرف توجہ دلاؤ، اگر تمہاری جماعت میں بیس افراد صبر (وشانتی) والے ہیں تو وہ ۲۰۰ / دوسو (اشانتی پھیلانے والے) لوگوں پر غالب آئیں گے اور اگر تمہاری جماعت میں (ایک) سو (صبر وشانتی والے) ہیں تو (ایک) ہزار حق کے (یعنی ستیہ وشانتی کے) دشمنوں پر غالب آئیں گے کیونکہ وہ (ظالم حق کے دشمن صبر والوں کی قوت کو) سمجھتے نہیں o۔

تجزیہ: اۓ انصاف پسند بھائیو! قرآن اس کے آدیش پر غور کرو، سمجھو اور انصاف کے ساتھ کہو کہ اس سندیش میں برائی کیا ہے؟ یہاں اللہ کیا فرما رہا ہے؟ اپنے محبوب رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کہہ رہا ہے، اۓ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ کے فرمانبرداروں کو مظلوموں کی حمایت میں ان ظالم شیطان صفت ادھرمیوں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار رہنے کی توجہ دلاؤ۔ اۓ دوستو! یہ لڑائی کی طرف توجہ دلانا آخر کس کے خلاف ہے؟ یہ ان لوگوں کے خلاف ہے جو اللہ کے چند فرمانبردار

بندوں کے مقابل میں ہزاروں کی تعداد میں تھے جب کہ اللہ کے فرمانبردار، صبر اور شانتی والے لوگ مٹھی بھر تھے یعنی اللہ کے فرمانبردار حق یا ستیہ کے پرستار بہت کم تعداد میں تھے اس لئے ان حق یا ستیہ کے پرستاروں کی حوصلہ افزائی میں اللہ فرما رہا ہے کہ اے نبی ﷺ اگر آپ کے ساتھ صبر و شانتی والے فرمانبردار دھرمی لوگ صرف بیس ہیں تو حق و ستیہ کے نافرمان اَدھرمی ظالم، انسانیت کے دشمن خواہ دو سو کیوں نہ ہوں تم لوگ حق یا ستیہ کے فرمانبردار اور پرستار ہو، تو یقیناً دو سو نافرمان ادھرمی انسانیت کے دشمنوں پر تم لوگ ہی غالب آؤ گے اور یقین رکھو تمہارا صبر اور شانتی والا فرمانبردار ایک انسان دس اشانتی پھیلانے والوں پر غالب آئے گا، اگر تمہارے صبر و شانتی والے لوگ سو ہیں تو ہزار اشانتی پھیلانے والے ادھرمیوں پر غالب آئیں گے۔ لہٰذا ان ستیہ کے دشمنوں کے خلاف لڑو، اگر وہ حق یا ستیہ کے نافرمان ادھرمی لوگ فساد سے دہشت و اشانتی اور افراتفری کا ماحول پیدا کرتے ہوئے بے گناہ لوگوں پر ظلم وستم کرتے ہیں تو تم لوگ ان حق یا ستیہ کے نافرمان ظالم ادھرمی دشمنوں کے خلاف یہ سوچ کر خاموش نہ بیٹھو کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور تم لوگ ان کے مقابل بہت کم تعداد میں ہو تب بھی یقیناً تم لوگ ہی ان پر غالب آؤ گے کیونکہ وہ نادان لوگ حق یا ستیہ کے فرمانبردار صبر اور شانتی والے دھرمی لوگوں کی ہمت سے غافل ہیں اور آیت بالا کے تحت کچھ تنگ نظر لوگوں کا خیال اس آیت کے تحت غلط فہمی کا شکار ہے۔ دوستو! ایسا ہرگز نہیں، مذکورہ تجزیہ کے تحت آپ کو پتہ چلا ہوگا کہ حق یا ستیہ کے نافرمان ظالم ادھرمیوں کو بھی کن حالات کے تحت خاتمہ کرنے کی اجازت دی جارہی ہے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے تو کسی

غیر مسلم کو تکلیف پہنچانے سے بھی منع فرمایا ہے اور قیامت کے دن خود اس غیر مسلم کی وکالت کا اعلان فرما کر انسانیت کی بے نظیر مثال پیش کی ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں: مَن آذیٰ ذِمِّیًا فَانَا خَصمُہ وَمَن کُنتُ خَصمُہ خَصَمتُہٗ یَومَ القِیَامَۃِ ((۱) خطیب بغدادی نے اس حدیث پاک کو ''تاریخ بغداد'' میں اسناد حسن کے ساتھ روایت کیا ہے) ''جس نے کسی غیر مسلم شہری کو تکلیف پہنچائی تو میں اس (غیر مسلم) کا وکیل رہوں گا اور جس کا میں فریق رہوں گا تو قیامت کے دن اس پر غالب آجاؤں گا''۔

اب آپ ہی بتاؤ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی غیر مسلم کو تکلیف پہنچانے کی اجازت دے رہے ہیں؟ اور یہ منصفانہ احکام کیا ہر انسان اور انسانیت کے تحفظ کے لئے نہیں ہیں؟ آپسی بھائی چارے کے لئے نہیں ہیں؟ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ انسانیت، قومی یکجہتی اور عدل کا سندیش نہیں دے رہے ہیں؟ اسی طرح اللہ قرآن میں اپنے فرمانبردار حق وستیہ کے پرستاروں کو یہ حکم دے رہا ہے کہ عام انسانوں یعنی دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کرو اور حسن سلوک سے پیش آؤ، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا یَنۡهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِیَارِكُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ﴿۸﴾ (الممتحنۃ ۶۰:۸، پارہ ۲۸)

''اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں

سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے۔لہٰذا تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو
اور ان سے عدل وانصاف کا برتاؤ کرو، بیشک اللہ عدل وانصاف
کرنے والوں کو پسند فرماتا ہےo''

اس حکم کے تحت دیگر مذاہب کے اور عام انسانوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا ،عدل ونصاف کرنا اور قومی یکجہتی کو بھی بنائے رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عدل وانصاف اور حسن سلوک کو پسند فرماتا ہے۔یہی نہیں بلکہ ظالم وفسادی دہشت پسند بھی اگر فساد و دہشت سے باز آتے اور ناحق خون خرابہ سے توبہ کرتے ہیں تو ان کے ساتھ بھی اسلام نے حسنِ سلوک اور نرمی کا ہی برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔

اب ذرا یجر وید (۷۰/۱۸) کا فرمان بھی سن لیجئے:

یجروید فرماتاھے: ائے (اِندر) اعلیٰ ترین
قوت والی فوج کے سردار! توتومعرکوں کو
(یعنی جنگوں کو) بطورخاص جیت
فوجوں والے دُشمنوں کو(ھراکر)ذلیل کر!
جوھمیں تباہ کرنے کی خواھش رکھتا ھے
انھیں خوفناک تارکیوں میں ڈھکیل دے۔
(یعنی جھنم رسیدکردے) (حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ : یجر ید کہہ رہا ہے: ائے اِندر! ائے اعلیٰ ترین قوت والی فوج کے مالک! تو ستیہ کے ورودھی ظالم مانوتا کے دُشمنوں کے خلاف جنگ کر ان

ظالموں کو شکست دے اور ان پر فتح حاصل کر،تمہارے خلاف بڑی فوجوں والے لیکن ادھرمی ،ظالم اور انسانیت کے دشمن ہیں تو ان کی بڑی فوجوں کو ہرا کر ذلیل وخوار کر، یہ وہ ادھرمی لوگ ہیں جو ستیہ کے پرستاروں پر ظلم ڈھاتے ہیں،ان سے دھرم یُدھ کرکے ان کا سروناش کر کیونکہ یہ ادھرمی لوگ تمہیں اور ستیہ کے پرستاروں کو تباہ کرنا یا قتل کرنا چاہتے ہیں ان کی اس ذلیل خواہش کو پوری ہونے مت دے۔ اٹھ! اپنی فوجوں کے ساتھ مل کر ان کے ساتھ دھرم یُدھ کر اور ان کو جہنم کی تارکیوں میں ڈھکیل دے،اب بتایئے اگر وید کا بھگوان یہ حکم دے رہا ہے تو کیا بے گناہوں کو قتل کرنے کا حکم دے رہا ہے؟ کیا بے قصور انسانوں کو نیست ونابود کرنے کا حکم دے رہا ہے؟ کیا یہ حکم یا آدیش ظالموں کے خلاف نہیں ہے؟ جب کہ اِندر کی فوج بھی انتہائی طاقتور بڑی تعداد میں ہتھیاروں سے لیس تھیں اور ان کے مقابل کی فوجیں بھی ہتھیاروں سے لیس اور طاقتور تھیں،جنگی ماحول برابری کا تھا مگر یہ دھرم یُدھ ستیہ اور استیہ کے درمیان تھا۔اس لئے وید کے بھگوان نے اِندر سے کہا،ان کا خاتمہ کرکے انہیں جہنم کی تارکیوں میں ڈھکیل دے۔اب اس کے برخلاف مندرجہ بالا قرآنی آیت میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ اور ان کے پرستاروں سے کہا: یقیناً تم لوگ صبر اور شانتی والے حق کے فرمانبردار ہو مگر تم تعداد میں کم ہو اور ظالم نافرمان حق کے دوشمن تعداد میں تم سے کئی گناہ زیادہ ہیں،تم ایک ہو تو وہ دس ہیں،تم سو ہو تو اشانتی پھیلانے والے ہزار ہیں، پھر بھی تم ان ظالم ادھرمیوں کے خلاف ''دھرم یُدھ'' کرو۔تمہارے ساتھ حق یا ستیہ ہے،اللہ ہے، بالآخر تم ہی ان پر غالب آؤ گے،اگر تم لڑو گے نہیں ان کے ظلم کے خلاف آواز نہیں

اُٹھاؤ گے تو وہ نافرمان ظالم فساد سے دہشت بپا کر کے انسانیت کو تباہ کر دیں گے۔ اے بھائیو! ازروئے انصاف بتاؤ اس قرآن کے آدیش میں کیا غلطی ہے؟ ایسی حالت میں کوئی بھی قوم ہوتی اور ان کی مذہبی کتاب ہوتی اور ان کا خدا بھی ہوتا تو کیا آدیش دیتا؟ آخر اس سندیش میں تنگ نظر لوگوں کو قباحت کیوں نظر آتی ہے؟ آخر یہ دوہرا پیمانہ کیوں؟ مانا کہ تمہیں لفظ ''**جہاد**'' سے نفرت ہے، اس لفظ کو تم اپنی زبان میں ترجمہ کرلو، اس لفظ کو ''**جہاد**'' نہیں ''**دھرم یُدھ**'' کہہ لو پھر سمجھنے کی کوشش کرو اور بتاؤ کیا انسانیت کی حفاظت کے لئے دھرم یُدھ کرنا جرم ہے؟

h h h

آیت نمبر ﴿۲۰﴾

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾ (المائدۃ ۵:۵۱، پارہ ۶)

ترجمہ : اے ایمان والو! (جو اہل کتاب ہو کر بھی منافق مزاج ہوتے ہیں ان) یہودی و نصرانی سے دوستی نہ کرو (کیونکہ) وہ (منافق مزاج) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اگر تم میں سے کوئی شخص ان (منافق مزاج والوں) سے دوستی رکھے گا تو وہ بھی انہیں میں سے (انہیں کے جیسا) ہو (جائے) گا۔ بیشک اللہ بے انصاف (ظالم) لوگوں کو اپنی طرف (ہدایت کی) راہ نہیں دیتا o۔

تجزیہ : اے اللہ کے بندو! انصاف کے ساتھ اس آیت پر غور کرو، جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت کے ''بے عدل اور بے انصاف حق کے دشمنوں میں'' یہودی اور عیسائی بھی رہے ہوں گے جو حق یا ستیہ کے نافرمان دشمن اور باطل پرست بھی رہے ہوں گے، وہ کیسے حالات رہے ہوں گے جن حالات میں یہ آیت نازل ہوئی ہوگی؟ اللہ صاف فرما رہا ہے کہ بے انصاف لوگ منافق ہوتے ہیں، حق وانصاف کو چھپا کر غلط فیصلے دیتے ہیں، ایسے ہی کچھ نافرمان گمراہ لوگ یہود و نصاریٰ بھی رہے ہیں جو حق وانصاف کے خلاف سازش کرتے تھے، یہ قول موجودہ دنیا کی

انصاف پسند کسی بھی قوم کے لئے نہیں ہے بلکہ اس وقت کے کچھ منافق مزاج گمراہ یہود ونصاریٰ کے تعلق سے ہے، اگر اللہ کو یہ قومیں ناپسند ہوتی تو قیامت تک کے لئے ہر آنے والے یہودی اور نصرانی کے تعلق سے کہنا تھا۔ اللہ نے قرآن میں یہ بھی فرمایا ہے کہ تم عیسائیوں کو رحم دل پاؤ گے، یہ کیوں کہا؟ کیونکہ ساری عیسائی قوم انصاف کی دشمن یا منافق نہیں ہے، یہ آیت اس وقت کے چند گنے چنے گمراہ نافرمان لوگوں کے بارے میں اُتری ہے، اگر واقعی یہودی اور عیسائی قوم کے تمام لوگ منافق، بے انصافی کرنے والے، حق اور حق بات کو قبول نہ کرنے والے ہوتے تو کئی یہودی وعیسائی حضرات نبی کریم ﷺ کی دعوت حق وصداقت کو قبول کر کے مسلمان اور اللہ کے فرمانبردار بن کر نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام میں کس طرح داخل ہوتے؟ معلوم ہوا کہ یہ آیت اس وقت کے کچھ بے انصاف، بددیانت یہود ونصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہے نہ کہ پوری دنیا کے یہود ونصاریٰ کے تعلق سے، اگر یہ آیت تمام یہود ونصاریٰ کے خلاف نازل ہوتی تو عربوں کے علاقوں میں جوان کے اِردگرد آج بھی ہزاروں لاکھوں یہود ونصاریٰ کے خاندان بستے ہیں تو وہ خاندان وہاں کس طرح بستے؟ اور کیوں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے حق میں نصاریٰ کو محبت بھری قوم کہہ کر خطاب کیا؟ ارشاد ربانی ہے:

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ط (المائدۃ ۵:۸۲، پارہ ۶)

”اور آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ محبت سب سے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں: بیشک ہم نصاریٰ ہیں۔“

وہاں اگر دوستی سے بھی منع کیا ہے تو یہاں دوستی سے بھی آگے محبت بھری قوم کے نام سے خطاب کیوں کیا؟ کیونکہ کسی بھی قوم کے کچھ گمراہ نافرمان لوگوں کے شر اور ان کے غلط کردار کو قوم کے تمام لوگوں پر مسلط نہیں کیا جاسکتا۔ یہود ونصاریٰ کی قوم کے تمام لوگ اگر منافق ہوتے یا دوستی کے لائق ہی نہ ہوتے اور ان میں کا کوئی بھی انسان منصف مزاج نہ ہوتا، اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے اگر اسلام اور انسانیت کو خطرہ ہوتا تو جن گرجا گھروں اور کلیساؤں سے جوان کے مذہب کی بنیاد ہیں جنہیں وہ آراستہ کرتے اور جہاں ان کی نسلوں کو ان کے مذہبی قوانین، اصول اور تعلیمات سے مزین کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان قوموں کے گرجا گھروں، کلیساؤں کی حفاظت کا اعلان قرآن میں کیوں کرتا؟ آج بھی عرب ممالک میں گرجا گھر اس کا ثبوت ہیں کہ اسلام نے ان کی حفاظت کی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ط (الحج ۲۲:۴۰، پارہ ۱۷)

”اور اگر اللہ انسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعے (قیامِ امن کی جدوجہد کی صورت میں) ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور ویران کردی جاتیں جن میں کثرت

سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے۔''

اب آپ خود فیصلہ کر لیجئے اللہ ربّ العزت نے ظالموں کے شر سے مساجد کے ساتھ ساتھ گرجے اور کلیسے کی حفاظت کیوں فرماتا ؟ اور حدیث پاک میں آقا ﷺ نے ان کے مذہبی رہنماؤں یعنی پادریوں کے قتل کی ممانعت کیوں فرمائی ؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **كان رسول الله ﷺ اذابعث جيوشه قال: لاتغدروا ولاتغلوا ولاتمثلوا ولاتقتلواالولدان ولااصحاب الصوامع.** (احمد بن حنبل، المسند)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب اپنے لشکروں کو روانہ کرتے تو حکم فرماتے: غداری نہ کرنا، دھوکہ نہ دینا، نعشوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور بچوں اور پادریوں کو قتل نہ کرنا۔'' مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ صاف طور پہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی قوم کے مذہبی رہنماؤں کا قتل عام حالات کے ساتھ دورانِ جنگ (**دھرم یُدھ**) میں بھی جائز نہیں ہے۔ نیز سراپا امن وسلامتی کے پیکر آقائے دوعالم ﷺ نے غیر مسلموں کے حق میں (monetary compensation) دیت کا منصفانہ حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: **دية اليهودي والنصراني وكل ذمي مثل دية المسلم.** ((۱) عبد الرزاق، المصنّف (۲) ابن رشد، بداية المجتهد)

''یہودی، عیسائی اور ہر غیر مسلم شہری کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔''

اے بھائیو! از روئے انصاف بتاؤ، کیا اتنے منصفانہ، میانہ روی اور محبت بھرے احکام کے باوجود بھی اسلام کسی مذہب کی دُشمنی پر اُکساتا ہے؟ اور کسی بھی قوم کے لوگوں سے نفرت سکھاتا ہے؟ نہیں نہیں! دوستو! اسلام گناہ سے نفرت کرتا

ہے گناہگار سے نہیں، ظلم سے نفرت کرتا ہے ظالموں سے نہیں ورنہ کسی ظالم قوم کو ظلم سے توبہ کرنے کے بعد ہدایت کی راہ نہیں دیتا کیونکہ وہ بھی انسان ہیں اگر وہ ظلم ونفرت سے باز آ کر انسان بننا چاہیں تو اسلام انہیں انسانیت کی راہ میسر کرتا ہے۔

اب ذرا یجروید کا پیغام بھی سن لیجئے! یجروید (۱۷/۹) میں فرماتا ہے:

یہ چمکتا ہوا سورج انسانی سماج کو پیغام دیتا ہوا کہتا ہے کہ دراصل زمین کا مالک برہمن ہوتا ہے چھتری یا ویشیا نہیں ہوتا۔

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: اے انصاف پسند بھائیو، اے دوستو، اے امن پسند لوگو! ذرا اس یجروید کے آدیش پر غور کرو اور از روئے انصاف بتاؤ کہ یہاں وید کیا کہہ رہا ہے، یہاں وید کا سورج انسانی سماج کو کیا پیغام دے رہا ہے۔ ساری زمین کی ملکیت صرف برہمن کو دی گئی چھتری یا ویشیا کو نہیں، اگر یہی لوگ زمین کے مالک ہیں تو چھتری اور ویشیا ان مالکوں کی ملکیت میں کس حیثیت سے رہیں گے؟ غلام اور صرف غلام! کیا چھتری یا ویشیا کو دوست یا دوستی کے قابل سمجھا گیا؟ کیا ان قوموں کو اعتبار کے قابل سمجھا گیا؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا وجہ رہی ہوگی کہ ان کے خلاف وید کا یہ فرمان آیا؟ کیوں کسی تنگ نظر لوگوں کی توجہ اس اونچ نیچ کی طرف نہیں جاتی؟ ہم مزید اس پر بحث نہیں کرنا چاہتے۔ کچھ ناگفتہ بہ اور آپسی نفاق پیدا کرنے والے حالات میں قرآن نے کہ کچھ نفاق پسند اور پھوٹ ڈالنے والے منافق مزاج لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کیا ہے بس! ان کو غلام بنا لینے کی

بات نہیں کی اور نہ ہی قرآن نے زمین کا مالک صرف مسلمان کو کہا ہے بلکہ قرآن تو عالمِ انسانیت کے تمام انسانوں کو ایک ہی ماں باپ کی اولاد بتایا اور اس رشتے سے تمام انسانوں کو ایک دوسرے کا بھائی کہا ہے نہ کسی کو آقا کہا ہے اور نہ کسی کو غلام کیونکہ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے سب انسانوں کو برابری کا درجہ دیا ہے اور بانیٔ اسلام سرکار دوعالم ﷺ نے (اللہ کو ماننے کے بعد) بہترین دانائی انسانوں سے محبت کرنا ہے فرما کر اپنی امت کو تمام انسانوں سے محبت کرنے کی تعلیم عطا کی ہے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مذہب میں سے انسانیت اور خدمت نکال دی جائے تو صرف عبادت رہ جاتی ہے اور محض عبادت کے لئے پروردگار کے پاس فرشتوں کی کوئی کمی نہیں اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خالق کا مقرب بننا چاہتا ہے تو اس کی مخلوق پر شفقت کر۔ اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ دین اسلام کے بانی ﷺ اور ان کے صحابہ اکرام اور اور صوفیان اکرام نے صرف امن وشانتی اور اللہ کی مخلوق سے محبت کی تعلیم دی ہے پھر بھی اسلام کے خلاف یہ واویلہ اور یہ پروپیگنڈہ کیوں؟

ایسے منافق مزاج لوگوں کے تعلق سے شری کرشن جی فرماتے ہیں:

وے دوسروں کی مذمت کرنے والے، تکبر، طاقت، غرور، خواهش اورغصه کے حامل انسان اپنے اوردوسروں کے جسم میں موجود مجھ عالم غیب قادرمطلق سے عداوت رکھنے والے ھیں۔ (گیتا ۱۶ باب)

آیت نمبر ﴿۲۱﴾

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ (التوبۃ ۹:۲۹، پارہ ۱۰)

ترجمہ: (اے ایمان والو!) لڑو ان (بے ایمانوں) سے جو اللہ اور قیامت کی سزا پر ایمان نہیں رکھتے (اور ناحق تم پر حملہ آور ہوتے ہیں) اور اللہ اس کے رسول (ﷺ) کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں مانتے (یعنی حلال ٹھہرا لیتے ہیں) اور نہ صداقت (کا حکم دینے) والے دین کی پیروی کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ (منافق مزاج) اہلِ کتاب مغلوب ہو کر (اپنی جانوں کی حفاظت کے لئے) جزیہ اپنے ہاتھ سے نہ دیں ٥۔

تجزیہ: اے اللہ کے بندو! زرا دانشمندی اور انصاف سے اس حکم پر غور کرو، آخر اللہ کیا فرما رہا ہے، جو لوگ اللہ کے احکام کے خلاف قیامت کے دردناک انجام سے غافل ہو کر ظلم وفساد سے دہشت بپا کر کے لوگوں میں عداوتیں پیدا کرتے اور امن وشانتی کو بھنگ کرنے کے لئے انسانیت کے خلاف ناپاک شیطانی سازشیں کرتے ہیں، جو قبیلوں اور فرقوں میں تقسیم ہو کر معمولی سی بات پر بے گناہوں کا ناحق خون بہاتے ہیں اگر وہ تم پر جبراً حملہ آور ہوتے ہیں تو تم بھی ان کا مقابلہ کرو اور ان سے اس وقت تک لڑو جب تک ان کا غرور اور غلبہ ٹوٹ کر

وہ مغلوب نہ ہو جائیں یا اپنی جانوں کی حفاظت سے مجبور ہو کر جزیہ نہ ادا کریں۔ یہ جزیہ کیا ہے؟ ایک قسم کا (tax) ٹیکس ہے۔ آج ساری دنیا میں یہ قانون رائج ہے، آج ساری دنیا کے تمام ممالک میں صرف ہوا کے سوا ہر چیز پر ٹیکس لیا جارہا ہے، انسان کی اپنی کمائی ہوئی دولت کا حساب لیا جارہا ہے اور برابر ٹیکس وصول کیا جارہا ہے، ٹیکس وصولی کے مضبوط قوانین بنائے گئے ہیں، اگر انسان اپنی کمائی سے مکمل ٹیکس نہیں دیتا تو اسے ٹیکس چور قرار دیکر سزائیں دیجاتی ہیں، بالکل اسی طرح اُس وقت بھی اسلام کے پیروکاروں سے اللہ کے فرمان کے مطابق زکوٰۃ، صدقہ اور امداد وصول کی جاتی تھی تا کہ یہ رقم انسانی فلاح و بہبودی کے لئے کام آئے۔ اسلام کے پیروکار یہ سب کچھ ادا کرتے تھے تو غیر مسلموں سے بھی جوان کے ممالک میں رہتے تھے ان کی حفاظت اور فلاح و بہبودی کے لئے ان کی حیثیت کے مطابق کچھ جزیہ لیا جاتا تھا جو مسلمانوں سے لئے جانے والی زکوٰۃ سے کم ہوتا تھا تو آخر اس میں برائی کیا ہے؟ کیا دنیا بھر میں ماچس کی تیلی سے لیکر خورد ونوش کی، گھریلو ضروریات اور عمارتوں کو بنانے والی اشیاء کی قیمتوں کے مطابق ٹیکس متعین نہیں کیا جاتا؟ حتیٰ کہ مرنے والے بیماروں کو دیجانے والی دواؤں پر بھی بھرپور ٹیکس لیا جاتا ہے۔ ایسا ہی کچھ ٹیکس ''جزیہ'' کے نام پر لیا گیا تو کیا برائی ہے؟ اور نکتے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس آیت میں سماجی پہلو بھی سکھا رہا ہے کہ جو لوگ قانون کے خلاف سرکشی کر کے اپنی کمائی ہوئی دولت کو محبوب رکھتے ہوئے اپنے وطن اور اہل وطن کا حق ادا نہیں کرتے، اس لئے ان سے اس حد تک مقابلہ کرو کہ وہ اپنے وطن کا حق ادا کریں۔ اور ان کی فطرت سے

واقفیت کرائی جارہی ہے کہ وہ ایسے سرکش لوگ ہیں جو نہ دین اسلام کے مطابق اور نہ ہی اپنے مذہبی کتابوں کے مطابق کوئی عمل رکھتے ہیں جب کہ وہ اہل کتاب میں سے تھے لیکن انہیں اپنی دولت، اپنی انانیت بہت زیادہ محبوب تھی اور وہ لوگ نہ مذہبی قوانین کے عامل تھے اور نہ ہی سماجی قوانین کے جیسا کہ آج یہ فسادی دہشت پسند ظالم وسفاک لوگ ہیں جن کا ہر عمل قانون کے اُصولوں کے خلاف ہے بالکل اسی طرح ان کا عمل بھی سماج و وطن کے اُصولوں کے خلاف تھا، انسان وانسانیت کے خلاف تھا، حق یا ستیہ کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے خلاف تھا۔ اب ایسے نافرمان، سرکش، دہشت وفتنہ پرور لوگوں کے لئے دو ہی راستے ہموار تھے، پہلا یہ کہ ان کا مقابلہ کرو یہاں تک کہ وہ سماجی قانون کو اپنالیں اور اپنے وطن واہل وطن کا حق ادا کر کے انسانیت پر آجائیں، دوسرا یہ کہ انہیں اپنے ظالمانہ، مفسدانہ، منافقانہ کردار کی بناء پر ماردیا جائے تا کہ ان کے ظلم وبربریت، سرکشی، منافق مزاج، فتنہ وفساد کے ماحول سے سارا سماج محفوظ ہو جائے اور ساری انسانیت کے لئے امن وامان اور شانتی بحال رہے۔ اگر غیر مسلموں کے قتل کی اجازت ہوتی تو کلام پاک میں غیر مسلموں کے قتل کی ممانعت کیوں آتی؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا
قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدۃ ۵:۳۲، پارہ ۶)

''جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کردیا تو گویا اس

نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔"

اس آیت مبارکہ میں لفظِ "نفسًا" عام ہے، جس کا اطلاق بھی عموم پر ہوگا۔ یعنی کسی انسان کو چاہے وہ کسی بھی ملک کا رہنے والا ہو اور کوئی بھی زبان بولتا ہو اس کا تعلق چاہے کسی بھی مذہب سے کیوں نہ ہو اس کا ناحق قتل کرنا قطعاً حرام ہے، حرام ہے۔ اور کسی ایک جان کو ناحق قتل کرنے کا گناہ سارے معاشرے کو قتل کرنے کے برابر ہے۔ ذرا سوچئے حدیث مبارکہ میں غیر مسلم کے قاتل پر بھی جنت حرام کئے جانے کا فرمان کیوں آتا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **من قتل معاهدا في غير كنهه، حرم الله عليه الجنة.** (ابوداؤد، السنن) "جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری (معاہد) کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالی اس پر جنت حرام فرمادے گا۔" اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے حقوق کو ثابت کرتے ہوئے عملی نمونہ پیش کیا۔ حدیث پاک میں آتا ہے حضرت عبدالرحمٰن بن بیلمانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: **ان رجلا من المسلمين قتل رجلامن اهل الكتاب، فرفع الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا احق من وفى بذمته، ثم امر به فقتل.** (ا۔شافعی، بیہقی) "ایک مسلمان نے اہل کتاب میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا، وہ مقدمہ حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطورِ قصاص مسلمان قاتل کو قتل کئے جانے کا) حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا" حدیث پاک اس بات کی گواہ ہے کہ "ایک غیر مسلم کی جان کی قیمت بھی ایک مسلمان

کے برابر ہے۔" یہ عدل وانصاف اور انسانیت کی ایک نادر مثال ہے جو شاید ہی کسی اور مذہب کے بانی نے پیش کی ہو اور اس واقعہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ مذہبیت سے اونچا مقام انسانیت کا ہے یعنی برابری کا ہے اور کچھ حاسد نظر لوگوں کو یہ قانون، یہ اصول کیوں دکھائی نہیں دیتے؟ اور صرف عربی لفظ "**جزيه**" کے خلاف ہو گئے اور کھوٹ نظر آیا؟ ذرا اس لفظ کا ترجمہ اپنی اپنی زبانوں میں کر کے خود غور کرو اور فیصلہ کرو کہ جزیہ یا ٹیکس لیا جائے یا نہیں؟ کچھ اسی طرح کا ویدک فرمان بھی سن لیجئے اور غور کیجئے!

اتھروید (۱/۳/۵) اتھروید فرماتا ہے:

ائے آگ ائے تمام جانوں کی جان! جنگوں میں میری روشنی ہو، ہم لوگ تجھ کو روشن کرتے ہوئے اپنے جسم کو پالیں، چاروں سمتیں ہمارے لئے جھک جائیں، تیری سربراہی میں ہم لڑائیوں کو ختم کریں۔

(حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ: ائے انسانیت کے ہمدردو، ائے دوستو اور بھائیو! ذرا انصاف کے ساتھ غور کرو کہ وید کیا کہہ رہا ہے، ائے اگنی دیوتا، ائے نرگن اگنی دیوتا، ائے تمام جانوں کی جان، میری دعا سن لے، جنگوں میں میری روشنی ہو، مجھی کو فتح حاصل ہو، یہ جنگیں کس کے خلاف رہی ہوں گی؟ ظاہر ہے، اگنی دیوتا کے نا ماننے والوں کے خلاف، اگنی دیوتا کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف،

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف اور یہاں کامیابی کی دعا مانگی جارہی ہوگی۔ اے اگنی دیوتا! ہم لوگ تجھ کو روشن کرتے ہوئے یعنی تیرا نام روشن کرتے ہوئے تیری ہی اطاعت کرواتے ہوئے اپنے اپنے جسموں کو زندہ رکھیں، اے اگنی دیوتا! تو ہمیں اتنی شکتی دے کہ چاروں دشائیں، چاروں سمتیں ہماری غلام بن جائیں، چاروں دِشاؤں میں یعنی ساری دنیا میں ہماری حکومت قائم ہوجائے۔ ساری دنیا کے لوگ ہمارے سامنے جھک جائیں اور جو ہمارا دشمن ہے تو ہم ان سے تیری سربراہی میں ان لوگوں کے ساتھ لڑکر، دشمنوں کو ہرا کر، تمام جنگوں کو فتح کرلیں۔

دوستو! زرا ٹھنڈے دل سے سوچو! یہ وید کا فرمان کس کے لئے ہے؟ یہ کون اَگنی دیوتا سے مدد مانگ رہا ہے؟ آخر چاروں دِشاؤں کو فتح کرلینے کی دعا کیوں مانگ رہا ہے؟ فتح کرلینے کے بعد اگنی دیوتا کے ماننے والوں کو کیا ملے گا؟ ممکن ہے بہت کچھ طاقت، قوت، دھن، دولت ملے، ممکن ہے یہ اچھے کاموں میں لگائی جائے، ممکن ہے وید کے دعا گو کہ مطابق ساری دنیا میں، چاروں دِشاؤں میں اتیاچار، ظلم اور بربریت پھیلی رہی ہوگی، انسانیت جل رہی ہوگی، اس وقت وید کے ماننے والوں نے اگنی دیوتا سے تمام جنگوں میں فتح حاصل کرنے کی دعا کی ہوگی۔ اگر یہ دعا یہ جنگوں میں فتح کی کوششیں اور یہ چاروں دشاؤں کو جیتنے کی تمنائیں صحیح ہیں تو انسان نے کن حالات میں اور کیوں یہ دعا کی ہوگی؟ اگر ایسا ہی کچھ حکم قیامت میں دی جانے والی سزاؤں سے بھی نہ ڈر کر ظلم وزیادتی کرنے والے، بے گناہ انسانوں سے بات بات پر لڑائی پر آمادہ ہونے والے لوگوں کے خلاف لڑنے کا حکم اگر اللہ نے دیا ہے تو برا کیوں لگتا ہے؟ کیا ظلم یا اتیاچار کے

خلاف آواز اٹھانا جرم یا گناہ ہے؟ اگر یہ لڑائی کا حکم استیہ کے خلاف ہے، ہنسا کے خلاف ہے، اگر یہ لڑائی شانتی، امن اور چین کو قائم رکھنے کے لئے ہے تو کیا برا ہے؟ اے بھائیو! ایک آنکھ والا چشمہ اتارو، دونوں آنکھیں کھولو، حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو، کیا بھگوان یا ایشور یا اللہ انسان اور انسانیت کو نیست ونابود کرنے کا حکم دیتا ہے؟ کیا ایشور یا اللہ ظلم اور بربریت کا حکم دے سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، تو کسی بھی قوم پر انگلی اٹھانے سے پہلے سو بار سوچو۔

h h h

آیت نمبر ﴿۲۲﴾

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ (المائدۃ ۵: ۱۴، پارہ ۶)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو نصرانیت کے دعویدار ہیں ہم نے ان سے وعدہ لیا تھا مگر وہ لوگ ان نصیحتوں (بھری انجیل) کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے جو انہیں عطا کیا گیا تھا، پھر (اس جرم کی پاداش میں) ہم نے ان کے درمیان آپس میں (فرقہ پرستی کے) بغض وعداوت کو قیامت تک کے لئے ڈھیل دیا اور عن قریب اللہ انہیں (اس عداوت اور بغض کے انجام کو) ظاہر کردے گا جس میں وہ مبتلا تھےo۔

تجزیہ: بھائیو! تاریخ پر زرا منصفانہ نظر ڈال کر ہر قوم کی کتابوں کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرو اور زرا انصاف کے ساتھ فیصلے کرو، ایک طرفہ نظریات کو پھیلانے کی کوشش نہ کرو۔ آخر اس آیت میں ایسا کیا ہے؟ جس پر واویلہ مچایا جارہا ہے؟ عیسائی حضرات نے ایک انجیل کو بارہ انجیلوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا، پرانے عہد نامے کو نئے عہد نامے میں بدل دیا، انجیل پر بائبل کو فوقیت دے دیا؟ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، اسے ہم Words of god یعنی ''اللہ کی وحی'' شدہ کتاب مانتے ہیں۔ مگر بائبل تو ''پولوس'' کی لکھی ہوئی کتاب ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے انجام کے تین سو سال کے بعد ایک یہودی نژاد عالم پولوس نے

بائبل لکھی یعنی یہ انسان کی لکھی ہوئی کتاب ہے، اب عیسائی حضرات انجیل کی بجائے بائبل کو مانتے ہیں، مان لیجئے! ماننے یا نہ ماننے کا حق انہیں حاصل ہے۔ یہی بات اللہ نے کہی ہے کہ ہماری نازل کردہ انجیل پر عمل کرو، انجیل میں تبدیلی نہ کرو لیکن کچھ لوگوں نے انجیل کا ایک وہ بڑا حصہ بھلا دیا جس میں اللہ کی جانب سے انسان اور انسانیت کی بقاء کے لئے نصیحتیں تھیں اور بالآخر خود ہی آپسی بغض و عداوت اور اختلافات میں گھر گئے، اس لئے اللہ نے ان کے حال پر انہیں چھوڑ دیا لیکن اعلان کر دیا کہ ''عنقریب ان بغض وعداوت رکھنے والوں کے انجام کو ان پر ظاہر کر دے گا'' یہ ہوا یا نہیں؟ ''رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ'' کے درمیان کیا کیا ہوا؟ کتنے بے قصور لوگوں کا خون بہا، کتنے بے گناہ مارے گئے، کتنے ملکوں کی سڑکیں بے گناہوں کے خون سے سرخ ہوگئیں یہ نفرت، بغض اور عداوت کی آگ میں کتنے ملک جھلس کر رہ گئے، آخر کار بلیور اور نان بلیور (believer and nonbeliever) کا نظریہ سامنے آیا، آج بھی یہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے نظریات کے خلاف ہیں پھر بھی اللہ ربّ العزت کا احسان عظیم دیکھئے سابقہ آیت میں سزا کا اعلان کیا ہے تو اس آیت مبارکہ میں توبہ کی راہ بھی چھوڑی ہے، وہاں غلطی کی سزا ہے تو یہاں معافی کی راہ بھی چھوڑی ہے اور حکم دیا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ (المائدۃ ۵: ۶۹، پارہ ۶)

ترجمہ: ''بیشک (خودکو) مسلمان (کہنے والے) اور یہودی اور

صابی (یعنی ستارہ پرست) اور نصرانی جو بھی (سچے دل سے تعلیمات محمدی ﷺ کے مطابق) اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے o''

اس آیت کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ بھی اگر سچے دل سے حق یا ستیہ کا آدیش مان کر انسانیت کی راہ پر آتے ہیں، حسن سلوک اور بھائی چارہ کی زندگی بسر کرتے ہیں، قومی اور مذہبی عداوت چھوڑ کر انسانیت کی راہ لیتے اور سماجی تعلقات کو بہتر بنا کر ضابطۂ سلامتی کو قبول کرتے ہیں تو انہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہوگی اور نہ ہی غمگین ہوں گے اور کلام پاک میں واضح طور پر اعلان فرمادیا:

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٤﴾ (الانعام ۶: ۱۶۴، پارہ ۷)

''اور جو شخص جو بھی (گناہ) کرتا ہے (اس کا وبال) اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں ان (باتوں کی حقیقت) سے آگاہ فرمادے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے o''

نیا عہد نامہ

آیئے! ان معاملات کے تعلق سے خود نئے عہد نامے کا فرمان سن لیجئے،

(بھارت کی بائبل سوسائٹی 20 مہاتما گاندھی روڈ۔ بنگلور سے اُردو میں شائع کردہ کتاب متی کی انجیل (۱۰/ ۱۲) (۱۰/ ۲۳) میں عیسیٰ مسیح فرماتے ہیں:

''دیکھو میں تم کو (اسرائیل کے یہودیوں کی طرف) بھیجتا ہوں گویا کہ بھیڑوں کو بھیڑیوں کے بیچ میں. پس سانپوں کے مانند ہوشیار اور کبوتروں کے مانند بھولے بنو o (مگر یہودی) آدمیوں سے خبردار رہو! کیونکہ وہ تم کو عدالتوں کے حوالے کریں گے اور اپنے عبادت خانوں میں تم کو کوڑے ماریں گے۔''

(آیت نمبر ۲۱) دوسری جگہ کہتے ہیں: بھائی کو بھائی قتل کے لئے حوالے کرے گا اور بیٹے کو باپ اور بیٹے اپنے ماں باپ کے برخلاف ہو کر مروا ڈالیں گے o اور میرے نام کے باعث سب لوگ تم سے عداوت رکھیں گے مگر جو آخر تک برداشت کریگا وہی نجات پائے گا۔

(۳۴) آیت نمبر (۱۰/ ۲۴۔۲۵) یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں، صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں o کیونکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں اور بہو کو اسکے ساس سے جدا کردوں o (تاکہ حق پرست لوگوں کا فرق ظاہر ہوجائے)

(۳۶) اور آدمی کے دُشمن اس کے گھر ہی کے لوگ

ہوں گےo (۲۶/۱۰)(۵/۱۱)

آیت نمبر(۳۷)**جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ عزیز دیکھتاھے وہ میرے لائق نہیں اور جو کوئی اپنے بیٹے یا بیٹی کو مجھ سے زیادہ عزیز دیکھتاھے وہ میرے لائق نہیںo**

اۓ منصف مزاج دوستو! اس بائبل کے فرمان پر غور کرو، خود بائبل کی زبان تم سن چکے ہو کیسے کیسے احکامات ہیں، زرا سوچو! آخر حضرت عیسیٰ ؑ نے یہ بات کیوں کہی ہوگی؟ یہودی فطرت کے خلاف فتویٰ کیوں دیا؟ ان سے چوکنّا رہنے کا حکم کیوں دیا؟ اگر اس وقت کے لوگ موسیٰ ؑ کی کتاب کے احکامات کو تبدیل نہ کرتے تو کیا انتشار بپا ہوتا؟ آخر انہوں نے انہیں کی کتاب کا بڑا حصہ تبدیل کر کے تباہی و ہلاکت، آپسی دشمنی، بغض اور عداوت میں مبتلا ہوئے یا نہیں؟ آخر عیسیٰ ؑ کو ایسا فرمان جاری کرنے کے لئے کس چیز نے مجبور کر دیا؟ یہ وہی بغض، عداوت، انتشار، ظلم اور زیادتی کا خوف تھا۔ اب از روئے انصاف بتاؤ کہ قرآن نے کہاں غلط کہا ہے؟ آخر اللہ نے کتابِ انجیل کے احکامات کو بھلانے کے انجام سے آگاہ کرایا تو غلط کیا ہے؟ کیا اس قوم کے ”کیتھولک اور پروٹسٹنٹ“ کے درمیان بغض اور عداوت پیدا نہ ہوا؟ جس کی وجہ سے ہزاروں بے گناہ لوگ ناحق قتل نہیں کیئے گئے؟

h h h

آیت نمبر ﴿۲۳﴾

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ (النساء ۴:۸۹، پارہ ۵)

ترجمہ: وہ (ظالم منافق مزاج انسانیت کے دشمن) تو بس یہی چاہتے ہیں کہ (اۓ اللہ کے فرماں بردارو) تم بھی اسی طرح حق کے دشمن ہو جاؤ (ستیہ کے دشمن ہو جاؤ) جس طرح وہ لوگ ہیں۔ لہٰذا تم سب ایک (اللہ کے فرمانبردار) ہو جاؤ اور ان (حق کے دشمنوں) میں سے کسی کو دوست نہ سمجھو (تمہیں ان پر اس وقت تک غلبہ حاصل نہ ہوگا) جب تک تم حق کے راستے میں (ان کا مقابلہ کرنے کے لئے) اپنے گھر بار نہ چھوڑ دو، (پہلے انہیں حق اور انسانیت پر ظلم ڈھانے سے روکیں امن اور صلح کا پیغام دیں) پھر بھی اگر وہ (ظلم کی روش نہیں چھوڑتے ہیں اور) منہ پھیر لیتے ہیں تو انہیں زندہ پکڑنے کی کوشش کرو (اگر وہ پکڑ میں نہیں آتے ہیں تو) جہاں بھی معرکہ پیش آئے انہیں مارو (مقابلہ کرو) ور ان (لوگوں) میں سے نہ کسی کو دوست سمجھو نہ (انسانیت کا) مددگارo۔

تجزیہ : اۓ اللہ کے بندو! اس آیت پر غور کرو اور سمجھنے کی کوشش کرو کہ اللہ نے اس طرح کا حکم آخر کن لوگوں کے خلاف دیا ہے؟ بیشک وہ ظالم، حق

وستیہ کے نافرمان اور انسانیت کے دشمن رہے ہیں۔ اگر اللہ اپنے ماننے والوں سے یہ کہتا ہے کہ ان کو دوست سمجھ کر ان کی طرح ظالم وسفاک اور انسانیت کے بدترین دشمن نہ ہو جاؤ تو اس آیت میں کیا غلط حکم ہے؟ اگر اللہ کہتا ہے کہ مظلوموں کی حمایت میں ظالموں کے خلاف لڑائی میں اپنا گھر بار چھوڑ نا پڑے، بیوی بچوں اور ماں باپ کو چھوڑ نا پڑے تو حق وانصاف کے لئے حق وانصاف کے راستے میں سب کچھ چھوڑ دو! انہیں انسانیت، ہمدردی، رحم دلی، محبت، امن اور شانتی کی دعوت دو، اگر پھر بھی نہ مان کر ظلم اور بربریت کو روا رکھتے ہوئے بے گناہوں کا قتل عام کرتے ہیں تب بھی ان کو زندہ پکڑنے کی کوشش کرو تاکہ تم انہیں قید کر کے سدھار سکو، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو کر جنگ کا معرکہ ہی پیش آجائے اور تمہیں مجبوراً لڑنا پڑے تو جہاں بھی معرکہ پیش آئے ان سے مقابلہ کرو اور حق یا ستیہ کے نافرمان انسانیت کے دشمنوں کو ان کے انجام تک پہنچا دو، بتاؤ اس میں کیا غلط سندیش ہے؟ ایسا کونسا آدیش انسانیت کے خلاف ہے؟ کیا ان بے گناہوں کا قتل کرنے اور بات بات پر جنگ کا ماحول پیدا کرنے والے ظالموں کے خلاف لڑنا گناہ یا جرم ہے؟ اور آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرما رہا ہے کہ ایسے ظالموں کی صحبت سے بھی بچو کیونکہ وہ چاہتے ہی یہی ہیں کہ تم بھی حق وستیہ کے نافرمان اور دشمن ہو کر ان کے برابر ہو جاؤ اور کلام پاک میں بارہا ایسے ظالموں کے تعلق سے وضاحت آئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۙ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ

سُوْٓءُ الدَّارِ ۝٢٥ (الرعد ۱۳:۲۵)

''اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں، انہی لوگوں کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے بُرا گھر ہے o''

اور یہ کافر کون ہے؟ یہ کس کو کافر کہا جا رہا ہے؟ جیسا کہ ہم گزشتہ صفحوں میں ذکر کر آئے ہیں کہ ''کافر'' حق کے یا ستیہ کے دشمن کو کہتے ہیں۔ اسی لئے ان دشمنانِ حق سے دور رہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن سب سے پہلے خون خرابہ، ناحق قتل وغارت گری، فتنہ وفساد کرنے والوں کو ان کے جرم کی سزا دی جائے گی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل وغارت گری کی شدت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اوّل مایقضی بین النّاس یومَ القیامة فی الدّماء.

(لصحیح بخاری)

''قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون ریزی کا فیصلہ سنایا جائے گا۔''

اور مزید آگاہی فرماتے ہیں کہ خبردار! خون خرابہ، قتل وغارت گری اتنا بڑا جرم ہے کہ اگر کوئی فرد، طبقہ یا قبیلہ اس جرم میں ایک مرتبہ ملوث ہو جائے تو پھر اسے اس سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا نیز ارشاد فرمایا:

ان من ورطات الامور التی لامخرج لمن اوقع نفسه فیها سفک الدّم الحرام بغیر حله (بخاری)

''ہلاک کرنے والے وہ امور ہیں جن میں پھنسنے کے بعد نکلنے کی

کوئی سبیل نہ ہو،اور ان میں ایک بغیر کسی جواز کے حرمت والا خون بہانا بھی ہے۔''

اور یہ ایسے جرائم ہیں کہ اگر کوئی انسان اس میں پھنس گیا تو پھنستا ہی جائے گا۔اورمزید آ گاہی فرماتے ہوئے نبی پاک ﷺ نے ارشادفرمایا:

يتقارب الزمان وينقص العلم ويلقى الشح وتظهر الفتن ويكثر الهرج. قالوا: يارسول الله، ايماهو؟ قال: القتل، القتل. (بخاری، الصحیح ،مسلم)

ترجمہ:''زمانہ قریب ہوتا جائے گا،عمل گھٹتا جائے گا ،بخل پیدا ہوجائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے اور ہرج کی کثرت ہوجائے گی۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ! ہرج کیا ہے؟ فرمایا کہ قتل،قتل (یعنی ہرج سے مراد ہے کثرت سے قتل عام ہے)۔''

اے دوستو! اے ہمدردو! یہاں سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آیت بالا میں اللہ ربّ العزت اپنے بندوں کو خبردار کررہا ہے اور نبیٔ آخر الزماں ﷺ حدیث مذکورہ میں پیشین گوئی فرما رہے ہیں اور اپنے فرماں برداروں کو اطلاع دے رہے ہیں کہ ایسے پرفتن حالات آنے والے ہیں ،قتل عام کرکے بے گناہ انسانوں کا خون بہایا جائے گا۔اس لئے اے حق پرستو! اس برائی سے بچو،ان جرائیم سے بچو،انہیں قریب بھی آنے مت دو یا آنے سے پہلے ہی ختم کردو، یہ برائی کے جراثیم سماج کے امن وامان، شانتی اور انسانیت کو غارت کردیں گے، نیست ونابود کردیں گے اس لئے تم سبھی اکٹھا ہوجاؤ، انسانیت پر آجاؤ اور ان کا خاتمہ کردو۔

اتھروید (۵/۸/۴) کا فرمان بھی سن لیجئے:

وید فرماتاهے (ائے وید اوربھگوان کوماننے والو) بهادرو، دوڑو، بھاگو، بڑھو، اپنے بادشاہ کے حکم سے دشمن کا خاتمہ کردو، جیسے بھیڑیا، بھیڑکو پیس ڈالتاهے، تم دشمن کو پیس ڈالو، (روندھ ڈالو) وہ خطرناک دشمن تم سے زندہ بچ کر نہ جانے پائیں، ان کی جانوں کو اپنے ملک میں کاٹ لو۔ (حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ : اے بھائیو! اے منصف مزاج دوستو! ذرا اتھروید کے اس آدیش پر غور کرو، وید کا بھگوان کن بہادروں کو دوڑنے ، بھاگنے اور بڑھنے کا حکم دے رہا ہے؟ یہ لوگ ستیہ کے پرستار تھے یا استیہ کے پجاری؟ یہ لوگ ستیہ کا دھرم رکھتے تھے یا استیہ کا دھرم رکھنے والے ادھرمی تھے؟ ان کا خاتمہ کرنے کی بات کرنا بھیڑیئے کی مانند ان کا شکار کرکے ان دشمنوں کو روندھ ڈالنے کا آدیش دینا، ان کو زندہ بچ کر نہ جانے دینے کا آدیش دینا، ان کی جانوں کو اپنے ملکوں میں کاٹ دینے کا حکم دینا آخر یہ سب کچھ کیا غلط ہے؟ نہیں یہ بھگوان کا آدیش شیطان صفت اور راکھشسوں جیسے ظالم لوگوں کے خلاف ہے، جو انسانیت کے دشمن رہے ہیں، زمین پر ناحق قتل وغارت گری کرتے ہیں اگر یہ حکم انسانیت کے دشمن ظالم اور سفاک ناحق خون خرابہ کرنے والوں کے خلاف ہے تو ہم اس آدیش کو غلط نہیں

مانتے۔آخر حاسد نظر، حاسد مزاج لوگوں کو مندرجہ بالا قرآنی حکم میں خرابی یا برائی کیوں نظر آتی ہے؟ وید میں تو انتہائی سخت آدیش ہے، قرآن تو انہیں بالکل احتیاط کے ساتھ زندہ پکڑنے کی اور دعوتِ انسانیت، دعوتِ حق وصداقت دینے کا حکم دیتا ہے، آخر قرآن کا حکم غلط اور وید کا فرمان درست کیوں نظر آتا ہے؟

h h h

آیت نمبر ﴿۲۴﴾

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٤﴾ (التوبۃ ۹:۱۴، پارہ ۱۰)

ترجمہ : (اے حق پرستو) ان (ظالم اور انسانیت کے دشمنوں) سے مقابلہ کرو (اگر وہ ظالم تم سے لڑنے آئے ہیں) یقیناً اللہ ان (انسانیت کے دشمنوں) کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور اُنہیں شرمندہ کرے گا اور (ان ظالم لوگوں کے خلاف) تمہاری مدد کرے گا اور ایمان والوں کے دلوں کو (امن اور شانتی دیکر) سکون عطا فرمائے گا۔

تجزیہ : اے عقلمند لوگو! خدارا قرآن کے اس آدیش پر ذرا غور کرو، اگر اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ وہ ظالم لوگ تم پر ناحق حملے کرکے بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں تو تم ان کے خلاف لڑو، انہیں تمہارے ہاتھوں سزا دیکر تم ہی لوگوں کو فتحیاب کرے گا اور بے ایمان ظالم ادھرمی ستیہ کے دشمن شکست کھا جائیں گے، پھر تم ایمان داروں کو چین وسکون امن اور شانتی دیکر تمہارے بے قرار مظلوم دلوں کو راحت عطا کرے گا۔

اے اللہ کے بندو! غور کرو، آخر اس آیت میں کیا کوئی ایسا حکم ہے جو حق یا ستیہ، انسانیت یا مانوتا کے خلاف ہے؟ کیا ظلم اور بربریت کو ختم کرکے امن اور شانتی کا ماحول پیدا کرنا اور امن وشانتی کے ماحول پیدا کرنے والے ایمانداروں

کوراحت پہنچانا اور انہیں کامیاب کرنا کوئی گناہ ہے؟ اگر نہیں! تو حاسدوں کو اس میں خرابی کیوں نظر آئی؟ کیا ظالموں کو ظالم کہنا گناہ ہے؟ کیا انسانیت کے دشمنوں کے خلاف لڑنے کی بات کرنا گناہ ہے؟ جبکہ وہ بڑی فوجوں کے ساتھ مختصر جماعت پر حملہ کرتے رہے ہیں۔ ذرا غور کرو! نبی کریم ﷺ کا یہ ابتدائی دور تھا اس وقت کتنے لوگ اسلام قبول کر کے مسلمان ہوئے ہوں گے اور اسلام کے مخالفین ظالم وجابر سفاک قبائل اور ان قبائل کے سرداروں کے ساتھ ان کے پیروکاروں کی تعداد کتنی رہی ہوگی؟ ان کے پاس دولت، طاقت اور فوجیں، جنگی سامان گھوڑے وغیرہ سب رہے ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نہتے اور تنہا آپ کے جاں نثار مٹھی بھر وہ بھی نہتے، بالکل کم تعداد میں رہے ہیں، سو فیصد وہ ظالم رہے ہیں تو دس فیصد غریب ونادار مسلمان رہے ہیں، ایسے حالات میں بھی اللہ کے بھروسے مظلوموں کی حمایت میں اپنی جانوں اور گھروں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ظالموں کی بڑی بڑی فوجوں سے لڑنا کیا یہ گناہ ہے؟ کیا امن وصلح اور انسانیت کے تحفظ کے لئے لڑنا گناہ ہے؟ اور اللہ ربّ العزت یہاں پر اپنے ماننے والے مٹھی بھر حق پرست فرمانبردار لوگوں کو خطاب کر رہا ہے جو ان نافرمان ظالموں کے خلاف مظلوموں کی حمایت میں لڑنے کے لئے نہتے صرف اللہ کے بھروسے میدان میں اُتر آئے ہیں تا کہ ان کی ہمت افزائی ہو اور وہ اس گندگی کے ان جراثیم کو ختم کر سکیں اور ملک کے باشندوں کی امن وامان وشانتی سے بحال کر سکیں۔ مزید ان ظالموں کے اعمال کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا ؕ ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيۡنَ
ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ

يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ﴿۱۰۴﴾ (الکہف ۱۸: ۱۰۳/ ۱۰۴، پارہ ۱۶)

''فرمادیجئے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کردیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں o یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں o''

اب آپ کو خود فیصلہ کرنا ہوگا جن لوگوں کا ذکر آیت مذکورہ میں آیا ہے اور جو سراسر خسارے میں ہیں اور جن کا ہر عمل دنیا میں ہی برباد ہو جائے گا کیا وہ ظالم فسادی دہشت پسند، حق یا ستیہ کے دشمنوں کے اعمال نہیں ہیں اور جو اپنے شیطانی کارناموں کو اچھا سمجھتے ہیں کیا یہ ظالم لوگ سزا کے مستحق نہیں ہیں؟ کیا انہیں انسان وانسانیت کا خون خرابہ کرنے دیا جائے؟ اب از روئے انصاف بتاؤ! دنیا میں کونسا ایسا مذہب یا دھرم ہے جو ایسے ظالم فسادی دہشت پسند حق یا ستیہ کے دشمن شیطان صفت لوگوں کو مارنے یا ختم کرنے کی اجازت نہیں دیتا؟ یا ان کا مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا؟ اے دوستو! از روئے انصاف بتاؤ، کیا یہ لوگ دوستی کے لائق ہیں، کیا انہیں وطن میں اہل وطن کے روپ میں تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ ہاں اگر یہ ظلم وبربریت سے باز آتے ہیں تو (انہیں بخش دینا چاہیے)

اب ذرا وید کا فرمان بھی سن لیجئے اتھروید (۵/۸/۱۰)

(ائے ستیہ کے پرستارو!) جورتھ والے ہیں یا بغیر رتھ کے ہیں جو گھوڑا سوار ہیں یا پیدل، ان سب (ستیہ کے) دُشمنوں کو

مارو! اور ان کے گوشت کو گدھوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دو۔ (حوالہ: آیات جہاد کا قرآنی مفہوم)

تجزیہ : ائے دوستو اور بھائیو! ذرا غور کرو، اتھروید کے بھگوان کا آدیش کیا ہے؟ سواری والے ہوں یا بغیر سواری کے، گھوڑ سوار ہوں یا پیدل ان سارے ستیہ یا حق کے نافرمان، ظالم اور انسانیت کے دشمنوں کو قتل کردو، ان ظالموں کو مار ڈالو، ستیہ کے دشمنوں کو نیست و نابود کردو، ناحق خون خرابہ کرنے والوں کو ہلاک کرکے ان کے گوشت کو گدھوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دو، تاکہ دنیا دیکھے کہ ظالموں کا کیسا برا انجام ہوتا ہے، دنیا دیکھے کہ ظالم اور انسانیت کے دشمنوں کو کیسی عبرتناک سزا دی جاتی ہے۔ اگر ایسے ہی حالات میں قرآن یہ حکم دیتا ہے کہ انسانیت کی بقا کے لئے اٹھو اور ان ظالموں سے لڑو جو بے گناہوں کا خون بہاتے ہیں اور یقین رکھو اللہ تمہیں ان ظالموں کے خلاف ضرور کامیاب کرے گا اگرچہ تم بہت ہی کم تعداد میں کیوں نہ ہوں اور ایمان داروں کو بے ایمانوں کی شرارت اور ظلم سے محفوظ کرکے تمہارے دلوں کو امن و سکون سے راحت پہنچائے گا۔ تو کچھ حاسد لوگوں کو برا کیوں لگا؟ ائے تنگ نظر غیر منصف مزاج لوگو! آخر قرآن نے انسانیت یا ستیہ کے خلاف اور کسی بھی دھرم کے خلاف کہاں جنگ کی اجازت دی ہے؟ جبکہ قرآن نے تو ''**لکم دینکم ولی دین**'' تمہارا دین تمہارے ساتھ ہمارا دین ہمارے ساتھ کہہ کر محبت سے، امن سے رہنے کا حکم دیا ہے، قرآن تو کسی بھی مذہب اور مذہبی رہنماؤں کی اور ان کے پیروکاروں کی توہین کرنے اور برا کہنے سے سخت منع کیا ہے۔ اور ہمارے آقا نبی کریم ﷺ نے تو امن و صلح کو

اس قدر پسند فرمایا کہ مدینے کے یہودیوں کے ساتھ آپ نے صلح نامہ کے ذریعہ، دوستی اور امن کا نہ صرف ہاتھ بڑھایا بلکہ صلح نامہ پر خود مہر لگائی جس پر یہودی رہنماؤں نے بھی دستخط کئے قومیت کے لحاظ سے بھائی چارے اور ایک دوسرے کے تحفظ کا اعلان کیا اور قرآن نے بھی یہی کہا ہے کہ ''تم عیسائیوں کو بہت رحم دل پاؤ گے، تو از روئے انصاف بتاؤ، جو نبی ﷺ یہودیوں کے ساتھ قومی برادری کے تحفظ کے لئے صلح نامہ پر دستخط کرتے ہیں، امن اور شانتی کی شرط پر ایک دوسرے کی حفاظت کا یقین دلاتے ہیں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ یہودی اور عیسائیوں کے دشمن کس طرح ہوسکتے ہیں؟

عہد رسالت مآب ﷺ میں غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت

عہد نبوی ﷺ کا ایسا صلح نامہ جس کی نظیر آج تک دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی آپ ﷺ نے انسانیت اور قومی رواداری کے لئے یہ تحریری فرمان جاری فرمایا تھا:

ولنجران وحاشيتها ذمة الله وذمة محمد النبی رسول الله، علی دمائهم وانفسهم وملتهم وارضهم واموالهم وملتهم ورهبانيتهم واساقفتهم وغائبهم وشاهدهم وغيرهم وبعثهم وامثلتهم، لايغير ما كانوا عليه، ولايغير حق من حقوقهم وامثلتهم، لايفتن اسقف من اسقفيته، ولا راهب من رهبانيته، ولا واقف من وقافيته،

عـلـى ماتحت ايديهم من قليل او كثير ، وليس عليهم رهق .
(ابن سعد ، الطبقات الكبرى)

’’اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ، اہل نجران اور ان کے حلیفوں کے لئے ان کے خون، ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان کے مویشیوں اور قافلوں اور ان کے پوتر استھان (یعنی مذہبی ٹھکانے) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔ جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا۔ ان کے حقوق اور ان کی عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ نہ کسی پادری یا کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو خواہ اس کا عہدہ معمولی ہو یا بڑا، اس سے نہیں ہٹایا جائے گا اور ان کو کوئی خوف وخطرہ نہ ہوگا۔‘‘

اب آپ خود سمجھ لیجئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کیا انسانیت کی تعلیم نہیں دیتے ہیں؟ ایسا محبت بھرا، انصاف پرور، انسانیت نواز احکام دینے والا مذہب اور قرآن نفرت ودشمنی کا سندیش کس طرح دے سکتا ہے اور کہاں دیا ہے؟ قرآن نے انسانیت نوازی، مہمان نوازی، آپسی بھائی چارگی اور امن وشانتی کا پیغام دیا ہے۔ پھر یہ کچھ تنگ نظر لوگ قرآن پر کس طرح انگشت نمائی کر رہے ہیں؟ کیوں کر رہے ہیں؟ کیونکہ ان کی نفرت کا سبب کچھ ہے تو بس یہی کہ قرآن کا پس منظر، احکام کا پس منظر، سیاق وسباق، حالات اور معاملات کا پس منظر

جانے بغیر قرآنی آیات کے ترجموں سے کچھ کا کچھ معنیٰ نکال لینا اور بھڑک کر قومی بھائی چارے میں اختلافات پیدا کرنا بس یہی تو ہے۔

اے بھائیو! اگر قرآن تمہاری نظر میں کھٹک رہا ہے یا کوئی آیت چبھ رہی ہے تو پہلے اپنے مذہب کی بھی کتابوں کو ذرا غور سے پڑھ لو تا کہ کسی دوسرے مذہب کی مذہبی کتابوں پر انگشت نمائی کرنے سے پہلے تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ کن حالات میں ظلم وبربریت کرنے والے راکھشسوں کے خلاف تمہاری اپنی مذہبی کتابوں میں بھی کیا کیا احکامات آئے ہیں اور وہ کس طرح کے لوگوں کے خلاف آئے ہیں اور کیوں آئے ہیں، پہلے انہیں پڑھو، سمجھو، جواب خود بخود مل جائے گا۔

h h h

باب پنجم

انسان اورانسانیت

انسان اورانسانیت کے تعلق سے قرآن کیا کہتا ہے ذرا یہ بھی سن لیجئے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿٧٠﴾ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۰)

"بیشک ہم نے آدم کی (تمام) اولاد کو (یعنی انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کرکے) عزت دی، اور ان کو (ایک جگہ سے دوسری جگہ آزادی سے سفر کرنے کے لئے) خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو (صحت مند) پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی کئی ساری مخلوقات پر نمایاں فضیلت دی۔"

تجزیہ : اے آدم کی اولادو، اے زمین پر بسنے والو، ذرا غور کرو! اللہ نے انسانوں کو تمام مخلوقات سے بہتر بنا کر، اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی اور ان کو ناپاک رشوت، شراب، سود اور حق تلفی کی کمائی کو حرام ٹھہرا کر اپنی محنت سے کمائی ہوئی حلال پاک اور صحت مند چیزیں کھانے کا حکم دیا۔

اللہ کا یہ پیغام حق پرست انسانوں کے لئے ہے نہ کہ ظالم و جابر شیطانوں کے لئے، اگر یہ پیغام انسانوں کے لئے ہے تو آخر ایک ہی آدم کی اولادوں میں یہ نفرتیں اور بغاوتیں کیوں؟ یہ قتل و غارت گری کا جنون کیوں؟ کیا ایک ہی آدم کی

اولادیں آپس میں رشتہ دار یا بھائی بند نہ ہوئے؟ آدم کی اولادوں کی سلامتی کے تعلق سے پیغمبر خدا ﷺ نے ساری انسانیت کے لئے آپسی رشتہ داری کا اعلان فرمادیا ملاحظہ فرمائیے: **الخلق كلهم عيال الله** "ساری انسانی مخلوق اللہ کا کنبہ ہے" اللہ کا گھرانہ ہے، اللہ کے بچوں کے مانند ہے، تو آخر قرآن اور قرآن کو پیش کرنے والے نبی کریم ﷺ ناحق خون خرابہ کرنے والوں کو آخر کس طرح پسند فرما سکتے ہیں؟ جب کہ تمام انسانی مخلوق کو اللہ کا خاندان اور بچوں کی طرح پیش کیا جارہا ہے۔ اے انسانیت کے دوشمنو، اے ناحق قتل و غارت گری کرنے والو، ذرا سوچو! آخر تم یہ ظلم و قتل و غارت گری کس کی کررہے ہو؟ اللہ کے خاندان کی کررہے ہو؟ یہ جنگ انسان اور انسانیت کے خلاف نہیں بلکہ تم اللہ کے خلاف جنگ کررہے ہو۔ کیا اللہ اور اس کے کنبے کے خلاف جنگ کرنے والا انسان ہوسکتا ہے؟ یا یہ وہ انسان ہوسکتا ہے جس کو اللہ نے دوست رکھ کر عزت بخشی؟ اور جس کو ہر مخلوق سے بڑا درجہ عطا فرمایا۔ کیا تم لوگ اللہ کے خلاف جنگ کرنے کا انجام جانتے ہو؟

خشکی اور تری کے راستے

ایک طرف خشکی اور تری کے راستوں سے صدیوں پہلے کوئی بھی انسانی قافلے کسی بھی ملک میں چلے جاتے تھے، اُس وقت نہ یہ سرحدیں تھیں، نہ پابندیاں نہ ملکی قوانین تھے اور نہ کسی قوم یا قبیلے کو کہیں جانے سے روکا جاتا تھا، ہر قافلہ کسی بھی ملک میں تجارت کی غرض سے آجاسکتا تھا اور دوسری طرف کسی بھی ملک کے بادشاہ اپنی حکومت کی توسیع کے لئے یعنی اپنی حکومت کی سرحدیں بڑھانے کے لئے کسی

بھی ملک پر حملہ آور ہوتے وہاں راج کرنے والوں سے جنگ کرتے اگر انہیں فتح حاصل ہوتی تو اپنی حکومت قائم کر لیتے اور شکست حاصل ہونے پر اپنے ملک واپس لوٹ جاتے۔ الغرض! اس طرح ہندوستان میں گریک (GREECE) سے سکندر آیا اور ہندوستانی راجہ پورس کو شکست دیکر فتح حاصل کی اور پھر ہندوستان کو پورس کے حوالے کر کے واپس گریک چلا گیا۔ اسی طرح صدیوں پہلے ایرانی اور افغانی حکمران آئے اور ہندوستان کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو شکست دے کر خود حکومت کرنے لگے، پھر منگولستان سے مغل حکمران بھی اپنی فوجیں لیکر ہندوستان آئے اور ہندوستان ک مقامی راجاؤں کو شکست دے کر اپنی حکومت قائم کر لی اِس طرح مغلیہ عہدِ حکومت میں (یعنی ہندوستان میں) انگریز آئے، پرتگالی آئے، فرانسی آئے، جب جب جہاں جہاں حکومت کرنے کا موقع ملا انہوں نے کمزور حکمرانوں کو شکست دے کر حکومت حاصل کر لی مگر انگریزوں نے تجارت کے بہانے ہندوستان میں آکر ''پھوٹ ڈالو اور راج کرو'' کے فارمولے کے تحت مغلیہ حکمرانوں کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے چھوٹے بڑے نوابوں، راجہ مہاراجاؤں پر بھی قابض ہوگئے اور ۱۸۵۷ء کے آتے آتے اعلان کر دیا کہ سارے ہندوستان پر انگریزی حکومت قائم ہو چکی ہے۔ الغرض انگریزوں نے ہندوستان پر دو سو سال تک حکومت کی، انگریزوں کے عہد حکومت میں کیسے کیسے ظلم وستم ہوئے، کتنے بے گناہ انسانوں کا خون بہا اور کئی آزادی کے متوالے شہید ہوئے اس کے لئے تاریخ گواہ ہے خود پڑھ لیجئے۔ اس طرح یہ انگریز قوم نے دنیا کے تین چوتھائی ملکوں پر قابض ہو کر اعلان کیا کہ (British) برٹش سامراج کا

سورج دنیا میں کہیں غروب نہیں ہوتا۔

انگریزوں نے جس ملک میں بھی اپنے قدم رکھے وہاں کے باشندوں میں نفرتوں کے بیج بوئے، عداوتوں کی بنیادیں رکھیں، آپسی بغض، قومی بغض اور دشمنی کو فروغ دیا، نفرتوں کو جنم دیا، محبتوں کو ختم کیا، ایک ہی آدم کی اولادوں میں عداوتوں اور نفرتوں کی مضبوط دیواریں کھڑی کر کے ہندوستان میں تباہی مچا کر، قتل وغارت گری کے گر سکھا کر، آپسی پھوٹ ڈال کر، اونچ نیچ کا پاٹھ پڑھا کر آخر کو چلتے بنے۔ ان کا بویا ہوا بیج دنیا کے کئی ممالک نے قبول نہ کیا، مگر افسوس کچھ ملکوں میں ان کے بوئے ہوئے نفرتوں کے، عداوتوں کے بیج پیڑ ہی نہیں بلکہ گھنے جنگلات میں تبدیل ہو کر رہ گئے اور اللہ کی بھولی بھالی مخلوق یعنی اللہ کا کنبہ آج بھی نفرتوں کی آگ میں جھلس رہا ہے۔ اس طرح ان حملہ آور حکمرانوں کا مذہب صرف حکومت کرنا تھا، اب اس پر ہمیں مزید بحث نہیں کرنی ہے۔

تاریخ شاہد ہے صوفیان اکرام بھی دنیا کے ہر ملک میں گئے دور دراز ملکوں کا سفر کرتے ہوئے دنیا بھر میں پھیل گئے۔ اے اللہ کے بندو غور کرو اور بتاؤ! کیا یہ اللہ کے معزز بندے یہ صوفیان اکرام یہ انسانیت کے خدمت گذار کیا انسانوں میں نفرتیں، عداوتیں پھیلانے کے لئے آئے تھے؟ کیا اللہ کے یہ پرہیز گار صوفی حضرات اللہ کے خاندان میں ظلم وبربریت سکھانے کے لئے آئے تھے؟ ممکن ہے بادشاہ وحکمراں لوگ حکمرانی کے لئے یا اپنی اپنی حکومتوں کی سرحدوں کو بڑھانے کے لئے اقتدار کے نشے میں کہیں سے بھی آئے ہوں گے، ممکن ہے حکومت ہی اُن کا مقصد رہا ہو، شاید ان لوگوں نے اسی لئے جنگیں بھی کی

ہوں گی۔ پھر بھی اُن لوگوں کی جنگیں آج کی جنگوں سے مختلف تھیں، وہ آبادیوں اور شہروں میں جنگ نہیں کرتے تھے بلکہ جنگ کا ایک خاص میدان ہوا کرتا تھا اُس میدان میں مخالف فوجیں آر پار کی لڑائی لڑتے تھے، ناحق بے گناہوں کا خون بہانے سے بچتے تھے، آبادیوں، کھیتوں اور بے قصور لوگوں کے گھروں کو برباد نہیں کرتے تھے۔ مگر آج عجیب جنگیں لڑی جا رہی ہیں۔ ممکن ہے اس طرح کی جنگیں بھی آج کی مجبوریاں ہوں گی، ہم جنگوں کی بات بالکل نہیں کرنا چاہتے اس طرح کی جنگوں کا فیصلہ ہم حالات اور وقت کی نزاکت کے جاننے والوں پر چھوڑ دیتے ہیں۔

ہم صوفیان کرام کے دین کے پیروکار صوفیوں کے اسلام کو ماننے والے ہیں، ہم ادھیاتم کے ماننے والے ہیں اور ہم اعلانیہ کہتے ہیں کہ ادھیاتم یعنی تصوف ہی ہمارا دھرم ہے، تصوف ہی ہمارا مذہب ہے۔ ہم صوفی لوگ خدا سے روحانی رشتہ بناتے ہیں، یہ روحانی رشتہ ہی ہم صوفیوں کا دین ہے ہم لوگوں کو آتما اور پرماتما کا سندیش دیتے ہیں۔ گوشت پوست کے جسموں کا دھرم یا دین مندر یا مسجد تک ہوسکتا ہے، مگر روحوں کا رشتہ، آتماؤں کا رشتہ اللہ تک یا ایشور تک پہنچنے کے لئے ہوتا ہے، صوفی لوگوں کو جنہیں ہم ہندی میں ''سَنت'' کہتے ہیں اُن کا دھرم انسان یا مانو ا کی سیوا یا خدمت ہے، صوفی یا سَنتوں کا دھرم انسانیت یا مانوتا کی سیوا ہے، صوفی اور سنتوں کا دھرم خالص محبت و پریم ہے، غیر مشروط محبت یا پریم ہے۔ ہم صوفی یا سنت لوگ کسی بھی شرط پر کسی بھی چیز سے محبت یا پریم نہیں کرتے، ہم صوفیوں کے نزدیک ''محبت'' ہی ایمان ہے ''نفرت'' ہی کفر ہے اور

نفرت کرنے والا کافر چاہے وہ نام کا مسلمان ہی کیوں نہ ہو، خدمت، سیوا ہی ہمارا دین ہے، ظلم اور زیادتی ہم صوفیوں کے دھرم میں ناجائز ہے، ہم انسان اور انسانیت سے پریم کرنے والے کو ہی دیندار یا دھرمی انسان کہتے ہیں، انسان اور انسانیت سے نفرت کرنے والے کو گمراہ کہتے ہیں۔ اس لفظ کافر یا گمراہ کو انگلش میں بڑا ہی خوبصورت نام دیا گیا ہے (Nonbeliever) ''نون بلیور'' یہ وہی نون بلیور ہیں جسے قرآن نے ''کافر'' کہا ہے، ویدوں میں اسے ''ادھرمی'' کہا گیا ہے اس عربی لفظ یعنی ''کافر'' کو سارے انسانوں کے خلاف گالی تصور کرنا غلط ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

ہندالولی عطائے رسول حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں کیا دنیا والوں کے خلاف یا ہندوستان کے انسانوں کے خلاف نفرتیں عداوتیں پھیلانے کے لئے آئے تھے؟ کیا آپ اُس وقت کے ہندوستانی مہاراجہ پرتھوی راج کی فوج کے خلاف (جہاد) جنگ کرنے آئے تھے؟ کیا اپنے ساتھ کوئی فوج یا لشکر لائے تھے؟ یا جنگی ہتھیار کے ساتھ آئے تھے؟ اگر نہیں تو اُن کے ساتھ گنتی کے چند صوفی ہندوستان میں کیا کرنے آئے تھے؟ تو جان لو! حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ انسان اور انسانیت کی خدمت کے لئے آئے تھے، آپسی بھائی چارگی کا پیغام دینے آئے تھے، روح اور خدا کے رشتے بنانے آئے تھے، آتما اور پرماتما کا سندیش لائے تھے، امن اور بھائی چارے کا پیغام دینے آئے تھے۔ وہ ساری

دنیا کے انسانوں کو اللہ کا خاندان مان کر، اللہ کے خاندان میں محبت، پریم، امن اور شانتی کا پاٹھ پڑھانے آئے تھے، خدمت خلق کا جذبہ بیدار کرنے کے لئے آئے تھے، ہزاروں ہندوستانی لوگ اُن کے شاگرد بن گئے، لاکھوں امن وشانتی کے متوالے لوگ آپ کے صوفی دین کے ساتھ جڑتے چلے گئے، آپ ہزاروں بیماروں کی تیمارداری کرتے تھے، آپ اور آپ کے ماننے والے بھوکے پیاسے لوگوں کو لنگر کے ذریعہ کھانا کھلاتے تھے، ''اَنّ دان'' کرتے تھے۔

جس دور میں آپ شمالی ہندوستان میں محبت، پریم، امن، شانتی اور آتما پرماتما کا سندیش دے رہے تھے ٹھیک اُسی دور میں ہندوستان کے دکن میں مہاراج ''بسویشور'' کی تحریک چلی اور آپ نے لنگایت پنتھ کی بنیاد ڈالی۔ اِس دکن کے مہاسنت نے بھی انسان اور انسانیت سے پریم کی دعوت دی، تمام انسانوں کو ایک ہی ایشور کے بچّے کہا، تمام دنیا کے لوگوں کو ایشور کا خاندان کہا، پریم ہی کو دھرم اور نفرت کو ادھرم کہا، محبت کو عبادت اور نفرت کو جہنم کی آگ کہا، ایک ہی ایشور کی پرستش کی دعوت دی، امن، پریم اور شانتی کا سندیش دیا، انسان اور انسانیت کی سیوا کو پوجا سے بہتر کہا، نہ مذہبوں کی بات کی نہ کسی بھی مذہب سے نفرت کرنے کی تعلیم دی، نہ ایشور یا اللہ کو کسی بھی قوم کے لئے مخصوص کیا، آپ نے بھی ظلم، بر بریت، نفرت، عداوت اور اشانتی کو گناہ عظیم قرار دیا، آپ کی تحریک کامیاب ہوئی، اعلیٰ ذات و برادری سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی آپ کے لنگایت پنتھ سے جڑتے گئے اور آپ کی تحریک آج کرناٹک میں انتہائی کامیاب ہے ہر لنگایت آپ کا بھکت ہے اور بسویشور کے اُپدیشوں کا قائل ہے۔ اے دوستو!

ذرا غور کرو کیا مہاراج شری بسویشور نے خواجۂ ہند معین الدّین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی صوفی تحریک کے خلاف لڑنے کا حکم دیا؟ کیا مہاراج بسویشور نے خواجۂ اجمیری کے ماننے والوں کو اپنا دشمن سمجھا؟ کیا اس مہان سَنت نے کسی بھی صوفی اور صوفیوں کو ماننے والوں کے خلاف نفرت کا سندیش دیا؟ اس طرح خواجۂ ہند نے بھی تمام انسانوں کو امن، سلامتی، محبت اور بھائی چارگی کا سندیش دیا، اس لئے آج بھی آپ کے دربار میں دنیا کے ہر مذہب کا انسان حاضری دیتا ہے، آپ سے مدد و مرادیں مانگتا ہے اور چادریں چڑھاتا ہے۔ ہندوستان کے کئی راجاؤں اور بادشاہوں نے بھی آپ کے دربار میں حاضری دی ہے، آج بھی ہندوستانی حکام آپ کے در پر حاضری دیتے ہیں، کیوں؟ آخر کیوں؟ کیوں کے اُن کا دین، صوفی دین تھا، اور صوفیوں کا دین نفرت نہیں صرف محبت ہے، پریم ہے، امن اور شانتی ہے جس کا درس قرآن اور احادیث نبوی میں ملتا ہے خواجۂ اجمیری اس کے سچے پیروکار تھے خواجہ اجمیری نے ہندوستان میں رہ کر تمام انسانوں کو امن، پریم اور دیش بھکتی کا سندیش دیا تھا۔ **حب الوطن شعبة من الایمان** ''یعنی وطن کی محبت ایمان کا جزء ہے'' اسلام نے یہ پیغام دیا ہے۔

اس طرح ہندوستان میں دنیا بھر سے صوفی لوگ آئے، ان حضرات میں کئی ایسے صوفی ہیں جو سنتوں کے ساتھ مل کر انسان اور انسانیت کی خدمت کی، محبت و پریم، امن اور شانتی کا پیغام سنایا۔ کیا حضرت بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف انسانیت اور شرافت کے حق میں آواز بلند نہیں کی؟ آپ کا پیغام بھی محبت و پریم امن اور شانتی تھا، اُس وقت کے کچھ شریر لوگوں نے

آپ کے خلاف سازش کر کے آپ پر گھناؤنا الزام لگا کر آپ کو عدالت تک پہنچا دیا مگر آپ کو آپ کی اللہ سے محبت اور وشواس نے عدالت میں بے قصور ثابت کر دیا۔ آپ کے اخلاق و کردار، آپ کی انسانی سیوا، آپ کا اَن ّدان، آپ کی اللہ کے بندوں سے محبت، انسان دوستی، ہمدردی، بھائی چارگی دیکھ کر ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ آپ کے شاگرد ہو گئے۔ یہ شاگرد لوگ کون تھے، آپ کے بھکت تھے، یہ بھکت کہاں کے تھے؟ اسی ہندوستان کے تھے؟ کیا آپ نے کبھی یہ کہا کہ یہ ہمارا اسلام ہے، یہ ہمارا قرآن ہے، اس کو قبول کر لو ورنہ کافر ہو جاؤ گے؟ نہیں نہیں میرے بھائیو! آپ نے ہندوستان میں اسلام کو نہیں بلکہ اپنی ذات کو پیش کیا، آپ نے اپنے ذاتی اخلاق و کردار محبت و پریم، انسانی ہمدردی، بھائی چارے کو پیش کیا، سیوا کو پیش کیا خود کو انسانیت کا مانوتا کا سیوک بتایا! نفرتوں کو مٹا کر محبت کے دیپ جلائے اسی لئے لوگ آپ سے جڑتے گئے اور لاکھوں لوگ آپ کے شیدائی ہو گئے۔ اب ان انسانیت کے شیدائیواں کے ہی نام پر، کفر اور اسلام کے نام پر، نفرتوں کا کاروبار کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد اور ماننے والوں میں ''گرو نانک جی'' بھی تھے، آپ ہی کے دور میں جب گرو نانک جی نے سکھ پنتھ کی بنیاد رکھی تو کیا بابا فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ گرو نانک کے دشمن ہو گئے؟ نہیں! میرے بھائی اُنھوں نے گرو نانک کی دعوت پر جا کر گُردوارے کی بنیاد رکھنے میں گرو نانک جی کی مدد کی، اگر انہیں اسلام کے سوا کسی بھی دھرم سے نفرت ہوتی تو سِکھ دھرم کے گرودوارے کی بنیاد کیوں رکھتے؟ سکھوں کی کتاب ''گرو گرنتھ صاحب'' میں بابا

فرید رحمۃ اللہ علیہ کے دوہے اور اُن کے قول کیوں لکھے گئے؟ گرو نانک نے گرو گرنتھ صاحب نامی کتاب میں بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کو کیوں جگہ دی، آخر ان کے دوہوں میں، شاعری میں ایسا کیا پیغام تھا؟ یہی نا کہ انسان اور انسانیت سے محبت و پریم کرو اللہ کا خاندان تمام انسانوں پر مشتمل ہے اور تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، انسانیت یا مانوتا کی سیوا اور محبت ہی دنیا کا سب سے بڑا دھرم ہے۔ اگر بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا اسلام، انسان اور انسانیت سے دشمنی، نفرتیں اور عداوتیں سکھاتا، جہاد کے نام پر بے گناہوں کو قتل کرنے کا حکم دیتا تو گرو نانک جی انہیں اپنا آدرش کس طرح مانتے؟ کیوں گرو گرنتھ صاحب میں آپ کے پروچن یا تعلیمات کو جگہ دیتے؟ کسی شطاری بزرگ کا قول ملاحظہ فرمائیے: **الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق** ''اللہ کی طرف جانے والے راستے مخلوقات کے سانسوں کے برابر ہیں'' نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **کل شیء یرجع الی اصلہ** ''ہر چیز اپنی اصل کی جانب رجوع کرتی ہے'' ان رموز کو اہل ظاہر کیا جانے، ان نکات کو صرف اور صرف صوفیانِ کرام جانتے ہیں۔

انگریزوں کی گھناؤنی (Divide and rule) ''پھوٹ ڈالو اور راج کرو'' کی پالیسی

انگریزوں کی ''پھوٹ ڈالو اور راج کرو'' کی پالیسی دنیا بھر میں مشہور ہے ۱۸۵۷ء کے قریب انگریزوں نے عرب ممالک میں پھوٹ ڈال کر راج کرنے اور اسلام کے نام پر فرقے بنانے کے لئے اپنے مشہور جاسوس ''ہمفرے'' کو چُنا اور ہمفرے نے اسلامی نام اختیار کر کے اور کچھ اسلامی تعلیمات حاصل

کرکے ''ابن عبدالوہاب نجدی'' سے مظبوط رشتے بنالئے اور ''محمد بن سعود'' جونجد کے علاقے کے عینیہ اور درعیہ میں سخت مزاج مشہور تھا ایسے شخص کو اپنے نظریات کا حامی بنا کر ابن عبدالوہاب کے ساتھ دوستی پیدا کر کے انہیں لالچ دیا کہ محمد بن سعود کو عرب کا بادشاہ اور محمد بن عبدالوہاب کو صدر مفتی بنائیں گے۔

لہٰذا اُن کو مالی مدد، فوج اور ہتھیار دیکر کچھ لوگوں کو تیار کر کے محمد بن سعود کو خلیفہ اعلان کروادیا، مکہ مدینہ اور اُن کے قرب وجوار کے علاقوں میں بھیانک قسم کی جنگ چھیڑ کر صحابہ اکرام، صوفی مزاج تابعین اور صوفیان کرام کے مقبروں اور قبروں کو مسمار کر کے زمین بوس کروادیا، وہاں بسے ہوئے صوفی سنیوں پر بھیانک مظالم ڈھائے گئے، مدینہ منورہ کے مزارات کو مسمار کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کے گنبد خضریٰ پر حملہ کروادیا اور گنبد خضریٰ کے اندورونی حصہ کو نقصان پہنچایا گیا۔ بالآخر محمد بن سعود کے ہاتھوں ''سعودی'' حکومت کی بنیاد ڈالی گئی انہیں حکمران بنانے کے لئے ایک سخت معاہدہ بھی ہوا کہ حقیقی اسلام کو توڑ کر ''ابن تیمیہ'' کا اسلام لایا جائے جو وہابی نظریات کا حامل ہوگا۔ ٹھیک اسی دور میں ایران کے شیعہ فرقے کی اکثریت کو توڑنے اور پھوٹ ڈلنے کے لئے ''علی محمد باب'' نامی شخص کو تیار کروا کر بابی فرقے کی بنیاد ڈالی گئی، اُس کو مالی مدد کے ساتھ سخت مزاج لوگوں کی ایک مختصر جماعت بھی دی گئی اور علی محمد باب ہی سے اعلان کروادیا کہ میری جماعت سے ایک شخص امام مہدی کی طرح نمودار ہوگا اور اس کا نام ''بہاء اللہ'' ہوگا جبکہ یہ بہاء اللہ اُسی کی جماعت کا ایک عالم تھا، شیعہ فرقے میں پھوٹ ڈلوا کر افراتفری مچا کر علی محمد باب کو بھی قتل کروادیا۔ پھر بہاء اللہ کو طاقت دلوائی جب بہاء اللہ کے

جان کے لالے پڑ گئے تو اُس کو ایران سے رشیا بھیج دیا تاکہ رشین ممالک کے شیعہ عقیدے والوں میں وہ اپنے بہائی فرقے کو ترقی دینے کے ساتھ رشیا کے حقیقی اسلام کے بھی ٹکڑے ٹکرے کرڈالے۔

عین اُسی پیریڈ میں ہندوستان میں بھی افراتفری کا ماحول پیدا کرنے اور برصغیر کے صوفی مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے ہندوستان سے ۲/ دو لوگوں کو چنا ایک ''سید اسمٰعیل دہلوی'' جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا پوتا تھا، دوسرا ''سید احمد بریلوی'' جو انگریزوں کے دفتر کا ایک ملازم تھا، ان دونوں کو مالی اور فوجی مدد دینے کا وعدہ کیا اور وہابی فرقے کی تبلیغ اور توسیع کے لئے سید اسمٰعیل دہلوی کو ابن عبدالوہاب کی صحبت میں رہنے اور اس کے نظریات سیکھنے کے لئے سعودی عرب روانہ کیا۔

پھر کیا تھا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا پوتا سید اسمٰعیل دہلوی ابن عبدالوہاب سے وہابی فرقے کی تعلیم پا کر ابن عبدالوہاب کی لکھی ہوئی کتاب ''**كتــاب التــوحيــد**'' کا ایک نسخہ لایا اور اسی نسخہ کو بنیاد بنا کر ایک ضخیم کتاب ''**تقوية الايمان**'' لکھی جس میں رسول پاک ﷺ اور صوفی مزاج صحابہ کرام اور صوفیان کرام کے حقیقی اسلام اور ان مقدس ترین ہستیوں کی حرمتوں کو اس قدر مجروح کر دیا کہ اُس وقت کا آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر تلملا اُٹھا اور چیخ پڑا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟

الغرض سید اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کو کچھ لوگوں کی ایک مختصر فوج دیکر تبلیغ اسلام کے نام پر افغانستان بھیج دیا اور وہاں کے صوفی مزاج، صوفی سُنّیوں

کو ورغلایا گیا اور انگریزوں کی شہہ پر انہی افغانیوں کا ساتھ لیکر افغانستان کے صوفیان کرام کے مقبروں کو زمیں بوس کروادیا۔ وہاں ''پھوٹ ڈالو اور راج کرو'' کی پالیسی کے تحت انگریزوں نے دین اسلام کے نام پر ایسی پھوٹ ڈالی کہ وہاں کا ہر باشندہ آج تک اس کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔

جب افغانستان کے لوگ بھی ان لوگوں کے نظریات کے حامل ہوگئے تو صوفیان کرام کے مقبروں کے ساتھ دیگر قبرستانوں کو ملیامیٹ کروانے کے بعد افغانی لوگوں کی مدد سے ایک فوج بنالی اور دوسری طرف انگریز سکھ قوم اور ان کی حکومت پر قبضہ نہیں کر پا رہے تھے تو ان نام نہاد دو سیدوں اور ان کی فوج کے سہارے وہاں کے پنجابیوں پر حملہ کروادیا، سخت جنگ ہوئی جنگ بالاکوٹ یا تحریک بالاکوٹ کے نام پر ہزاروں بے گناہ لوگ مارے گئے۔ آخر کار ان دو سیدوں کو پنجابی حکمران نے قتل کروادیا، اس طرح سید اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کا حکمرانی کرنے کا خواب تعبیر سے پہلے ٹوٹ گیا۔

آج تاریخ ان لوگوں سے پوچھتی ہے جو انگریزوں کے خلاف ہندوستان کی آزادی کے لئے لڑنے کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کے یہ دو نام نہاد قائد ''سید اسمٰعیل'' اور ''سید احمد بریلوی'' یہ ان کے دو شہید پنجابیوں کے خلاف، پنجابی حکمران کے خلاف کیا کرنے گئے تھے؟ کیا پنجاب کی قوم ہندوستانی نہیں تھی؟ کیا وہ انگریزوں کے خلاف نہیں لڑ رہی تھی؟ کیا یہ پنجابی ہندوستانی تھے یا انگریز تھے؟ ائے بھائیو! یہ پنجابی قوم ہندوستانی تھی انگریز بارہا ان پر حملہ آور ہوئے، جب پنجاب انگریزوں سے فتح نہ ہوسکا تو اُن کے دو شہیدوں اور اُن کے ہمنواؤں کا

استعمال کیا، آخر کار ایک دن وہ آیا کہ انگریزوں نے سکھ قوم کے غلبے کو توڑ کر ''جلیان والا باغ'' میں اُن کی بہادری کا انتقام لیا، کیا اس تاریخی واقعات کو تاریخ جھٹلا سکے گی؟

ائے دنیا کے انصاف پسند لوگو، ائے ہندوستان کے امن پسند بھائیو، ذرا تاریخ پر نظر ڈالو اور انصاف کے ساتھ غور کرو، ائے اجتماعات کے شوقین لوگو، ذرا خدا لگتی بات کرو اور تاریخ پر نظر ڈال کر کہو! کیا یہ وہابی شرک اور بدعت کے جراثیم پھیلانے والی وہی تحریک نہیں ہے جس کی کوکھ سے آج کے طالبانی پیدا ہوکر افغانستان کو تباہ و تاراج کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں، کیا یہ وہی طالبانی ذہنیت کے لوگ نہیں ہیں جو ہمارے وطن میں خونی کھیل کھیلنے کی سازشیں کرتے ہیں، دھوکے سے ہمارے وطن کی سرحدوں میں گھس آتے ہیں، دن کو امن مذاکرات کرنے کے لئے تیار رہوتے ہیں اور رات کے اندھیرے میں بے گناہ ہندوستانی باشندوں کا خون بہاتے ہیں، کیا یہ وہابی نظریات رکھنے والی تمام تنظیمیں صوفیان کرام اور صوفی سَنتوں کے دشمن نہیں ہیں؟ کیا اُن کے مزارات اور ان کے گنبدوں کے دُشمن نہیں ہیں؟ کیا یہ طالبانی ذہنیت رکھنے والی وہابی تحریکوں نے صوفیان کرام کے گنبدوں کو مسمار نہیں کیا؟ بموں سے نہیں اُڑایا؟ تو پھر تم وہابی لوگ کس طرح صوفیان کرام کے سُنّی ہوسکتے ہو؟ ایسی تحریکیں جب اللہ کے نبیوں اور دوستوں کی دشمن ہوتی ہیں تو یہ عام انسانوں کی دوست کب ہوسکتی ہیں؟

ایسی جماعتوں، ایسی تحریکوں کے سربراہ آخر چاہتے کیا ہیں؟ صرف یہی کہ وہ اسلام کے نام پر، دین کے نام پر، شرک و بدعت کے نام پر، بے گناہوں کا

خون بہا کر، دہشت پھیلا کر، اس دہشت گردی کو جہاد کا نام دیکر، صرف حکمران بننا چاہتے ہیں، خلیفہ بننا چاہتے ہیں، اپنی الگ حکومتیں قائم کرنا چاہتے ہیں، اس کے سوا یہ ظالم اور سفاک جماعتیں نہ دین چاہتے ہیں، نہ اسلام، یہ تو صرف دنیا چاہتے ہیں اور دنیا پر ناجائز قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ الغرض انگریزوں نے عربوں کو تباہ کرنے کے لئے عبدالوہاب نجدی کے بیٹے کو مالی مدد اور فوج دیکر عربستان کو تباہ کروادیا، وہاں کے اکابر صحابہ کرام اور صوفیان کرام کے مزارات کے ساتھ عام مسلمانوں کے مزارات کو بھی مسمار کروادیا۔ جس طرح افغانستان کے صوفیوں کے مزارات کوز میں بوس کر کے اُن کا نام ونشان مٹادیا۔ یہ ظلم و بربریت کا نظریہ کہاں سے پیدا ہوا؟ انگریزوں کا بویا ہوا بیج عرب میں پھلا پھولا عربوں نے اس نظریئے کے بیج کو پانی سے نہیں، انگریزوں کی دولت سے نہیں بلکہ پیٹرول اور بے گناہوں کے خون سے سینچا، اور آج بھی یہ ''وہابی ازم'' صوفیوں کے دشمنوں کی فوج تیار کرتا ہے تاکہ وہ شرک و بدعت اور کفر کے نام پر حقیقی اسلام میں نفرت کے بیج بو سکے، اُس کے نظریات سے اتفاق رکھنے والی جماعتوں کے ہر طرح سے خیر خواہ بنے ہوئے ہیں تاکہ وہ جماعتیں صوفیوں کے اسلام میں پھوٹ ڈال سکیں، آج یہ فسادی دہشت پسند وہی تو کر رہے ہیں جو آج سے ۸۰ یا ۹۰ سال پہلے سعودیوں نے ''**جنّت البقیع**'' کے مزارات پر بلڈوزر چلوا کر کیا تھا، بڑے بڑے صحابہ اکرام اور اولیاء اللہ کے مزارات کوز میں بوس کر کے اُن کے نام ونشان مٹادیئے تھے۔ غور کرنے کی بات اور سوال یہ ہے کہ آج فسادی دہشت پسندوں کو یہ طاقت یہ خطرناک اسلحہ، یہ دولت کہاں سے مل رہی ہے؟ یہ سعودی اسامہ بن

لادن افغانستان میں کیا کرنے آیا تھا؟ آخر کیا کیا؟

کیا ایسی خطرناک کاروائیاں ایسے بھیانک جرائم، تباہ کن قتل وغارت گری کسی صوفی نے کیا ہے؟ کیا کبھی کسی صوفی نے بے گناہوں کے قاتلوں کی حمایت کی یا مدد کی ہے؟ کیا کسی صوفی نے ان کے دین کو اسلام مانا ہے؟ کیا کسی صوفی نے کسی بھی قوم کے خلاف کسی بھی مذہب کے ماننے والے بے گناہوں کے خلاف قتل وغارت گری کا کھیل کھیلا ہے؟ کیا کسی صوفی نے کسی بھی مذہب کی عبادت گاہوں کو مسمار کیا ہے؟ کیا کسی صوفی نے کسی بھی قوم کے رہنماؤں کے مزارات کو بموں سے اُڑانے کا حکم دیا ہے؟ اگر نہیں! تو کونسا اسلام درست ہے صوفیوں اور اُن کے ماننے والوں کا اسلام؟ یا آتنک واد پھیلانے والے یا آتنک واد کو بڑھاوا دینے والے لوگوں کا اسلام، حقیقی اسلام تو ہرگز انسان اور انسانیت کے خلاف دشمنی، عداوت، نفرت، ناحق قتل وغارت گری کا کہیں بھی حکم نہیں دیتا۔

ائے ہندوستان کے عقلمندو! ائے دنیا کے دانشورو، ائے دنیا کے امن پسند لوگو، ائے کسی بھی دھرم کے دانشور رہنماؤ، ازروئے انصاف بتاؤ، کیا تم لوگ فساد سے دہشت پھیلانے والوں کو، ناحق قتل وغارت گری کرنے والوں کو، دھوکے سے بسوں میں، ٹرینوں میں، ہوٹلوں اور کھیل کے میدانوں میں بم رکھ کر بے گناہوں کا خون بہانے والوں کو انسان مانتے ہو؟ کیا دنیا کے کونے کونے میں بے گناہوں کو قتل کرنے والے، دھوکے سے اُن کی سرحدوں میں گھس کر بے قصور ممالک کے بے قصور باشندوں کو قتل کرنے والوں کو تم انسان مانتے ہو؟ کیا روس اور فرانس، لندن، پیرس اور خاص کر ہمارے ملک ہندوستان جنت نشان پر دھوکے

سے حملہ کر کے بے گناہوں کا خون بہانے والوں کو دنیا کے مہذب اور منصف مزاج لوگ کیا انسان مانتے ہیں؟ اگر نہیں، نہیں، نہیں ہرگز نہیں! تو تم ان ظالم، دھوکے باز، سفّاک، انسان اور انسانیت کا خون بہانے والے، ناحق قتل وخون کرنے والے، دنیا بھر میں فساد سے دہشت پھیلانے والوں کو جو انسان ہی نہیں انہیں مسلمان کس طرح مان سکتے ہو؟ جب یہ انسان ہی نہیں تو مسلمان کس طرح ہو سکتے ہیں؟ ان کا مذہب تو آتنک واد ہے، اسلام ہرگز نہیں، ذرا غور کرو، وہ کلمہ لکھا ہوا جھنڈا لہرانے والے کس کی جان بخش رہے ہیں؟ یہ لوگ کس کس کو قتل نہیں کر رہے ہیں؟ یہ لوگ ذات، برداری، قوم، دین، دھرم کہاں دیکھ رہے ہیں؟ یہ تو سب کو قتل کر رہے ہیں، یہ قاتل لوگ یہ ظالم اور سفّاک، بے رحم لوگ، اگر انسان نہیں تو تم ایسے لوگوں کو مسلمان مان کر انہیں مذہبِ اسلام سے کیوں جوڑ رہے ہو؟ ان ظالموں، قاتلوں اور بے گناہوں کا خون بہانے والوں کو اگر تم انسان ہی نہیں مانتے ہو تو انہیں مسلمان مان کر اسلام سے کیوں جوڑ رہے ہو؟ اسلام تو انسانوں کو انسان بنانے، (Peacefull) مسلمان بنانے آیا ہے۔ اسلام کا معنٰی ہی سلامتی کا ہے، امن، چین کا ہے، اور (Peace) کا ہے یعنی دائرۂ سلامتی کو ہی اسلام کہتے ہیں۔ اگر یہ آتنک پھیلانے والے خود سلامتی کے دائرے میں ہوتے تو سب کی سلامتی کی کوشش اسی طرح کرتے جیسے صوفیان کرام نے کیا ہے، دنیا کے کونے کونے میں صوفیان کرام نے انسان اور انسانیت سے محبت کا پیغام دیا ہے، امن وشانتی کے ساتھ محبت اور پریم کا پیغام دیا ہے (Peace) کا پیغام دیا ہے، آتما اور پر ماتما کا یعنی روح اور خدا کا پیغام دیا ہے تو کونسا اسلام سچّا ہے؟

اے دنیا کے دانشمند و خود فیصلہ کر لو۔

اے دوستو! اے دنیا کے بھائیو، اسلام نے عالمی بھائی چارگی عالمی برادری، مساوات کا اور تمام انسانوں کو اللہ کا خاندان ہونے کا پیغام دیا ہے اور یہ کام صرف اور صرف صوفیان کرام نے کیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ”**صوفیان کرام کا اسلام**“ ہی حق ہے اور جوان کے اسلام کے خلاف اسلام ہے اس کے تو بہتر ۷۲/ ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ یہ بہتر ٹکڑوں والا اسلام صحیح وسالم نہ رہا، جو حقیقی اسلام ہے وہ اگر اللہ کا دین اور قرآن کا دین ہے تو وہ ہرگز ٹکڑے نہیں ہو سکتا؟ جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا وہ اسلام نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ نے خود قرآن میں فرمایا ہے: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدۃ ۵: ۳، پارہ ۶) ”آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین (اسلام) کو مکمل کر دیا اور اپنی تمام نعمتوں کو مکمل کیا، اور تمہارے لئے اسلام سے (بحیثیتِ نظامِ حیاتِ کے) میں راضی ہوا۔“ اے منصف مزاج دوستو! اے دنیا کے عقلمند بھائیو، ذرا اس پیغام پر غور کرو، اللہ نے ہی جس اسلام کو مکمل کر دیا ہو تو کس کی مجال ہے کہ اُس کے بہتر ٹکڑے کر ڈالے۔ کیا اللہ اسلام کے بہتر ٹکڑوں میں اپنی نعمتوں کو مکمل کرے گا؟ یا اس اسلام پر اپنی نعمتوں کو مکمل کرے گا جس سے وہ راضی ہے۔

آتنک واد خود ایک شیطانی دھرم ھے

ذرا غور کیجئے! ہمارے پڑوسی کی لگائی ہوئی آگ ہندوستان کے شہر ممبئی میں سیریل بلاسٹ کی شکل میں دہک اُٹھی تو سینکڑوں بے گناہ انسان مارے گئے، پھر ہمارے ملک کی پارلیمنٹ پر حملہ کیا گیا، ہمارے جوان اگر بروقت منہ توڑ جوابی

کاروائی نہ کرتے تو خدا جانے انجام کیا ہوتا، فسادی دہشت پسندوں کے دل اتنا کر کے بھی ٹھنڈے نہ ہوئے یہ مظالم کا سلسلہ چلتا ہی رہا، پھر کارگل میں خونی کھیل کھیلا گیا پھر (۱۱-۲۶) کا واقعہ پیش آیا جس میں ہوٹلوں، ریلوے اسٹیشنوں اور سڑکوں کونشانہ بنایا گیا، سینکڑوں بے گناہ لوگوں کا خون بہایا گیا، آخر یہ فسادی دہشت پسند چاہتے کیا ہیں؟ کیوں یہ لوگ بے قصور انسانوں کو چین سے جینے بھی نہیں دیتے، ہمارے فوجی دستوں پر دھوکے سے حملہ کرتے ہیں، اُن کے بیوی بچوں کو بے سہارا کر دیتے ہیں آخر کیوں؟ کہاں جنم لیتی ہے یہ فسادی دہشت پسندوں کی نسل، یہ لوگ مذہب کے نام پر انسانیت کو شرمندہ کیوں کر رہے ہیں؟ جس نے ہمارے ملک کے امن اور سکون کو غارت کرنے کی کوشش کی، وہی پڑوسی اپنی دہکائی ہوئی آگ میں جل رہا ہے، اب حال ہی میں ۔۔۔۔۔۔۔ کراچی کا واقعہ سامنے آیا، پڑوسی حکومت مجبور ولاچار نظر آرہی ہے، سینکڑوں بے گناہ بچوں کو بلی چڑھا کر بھی، فسادی دہشت پسندوں کے سامنے مجبور اور لاچار ہے۔ پڑوسی ملک یہ سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا کہ اگر یہ فسادی دہشت پسند، مسلمان ہوتے تو کیا یہ ان کے ملٹری اسکول پر حملہ کر کے ایک سو ستر طلباء یعنی چھوٹے چھوٹے بے قصور بچوں کو بے دریغ قتل کر دیتے؟ کیا اسلام یا دنیا کا کوئی بھی دھرم اس کی اجازت دیتا ہے؟ جب کہ اس دردناک سانحہ پر ساری دنیا چیخ پڑی، اگر یہ مسلمان ہوتے تو مسلمانوں کو ہرگز قتل نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ یہ مسلمان ہیں نہ انسان بلکہ شیطان ہیں، بے رحم راکھشس ہیں، کیا آج کی دنیا کا کوئی بھی مہذب انسان ان فسادی دہشت پسندوں کو انسان مانتا ہے؟ اگر نہیں تو ان شیطانوں کو

شیطانی فوجیوں کو اسلام سے جوڑ کر اسلام کو کیوں بدنام کیا جارہا ہے؟ کیا یہ انصاف ہے؟ قرآن پر کیوں انگشت نمائی کی جارہی ہے؟ کیا دنیا کے کسی بھی مذہب کی کتاب دہشت گردی یا آتنک وادکی اجازت دیتی ہے؟ میرے بھائیو! یہ آتنک واد خود ایک دھرم ہے، یہ شیطانی فوجوں کا دھرم ہے، جو سوشل میڈیا کے ذریعہ نابالغ ذہنوں والے نوجوانوں، بچیوں کو اپنے جال میں پھنسا رہا ہے۔

اے امن پسند عالمو، اے صوفیو، اے تعلیم یافتہ لوگو، اے شاعرو، اے ادیبو، اُٹھو جاگو! آج کی نئی نسل کو گمراہی سے بچاؤ، ان تک اسلام کے حقیقی تعلیمات پہنچاؤ، اُن کو بتاؤ کہ اسلام کا معنیٰ ہی سلامتی ہے، اسلام کا معنیٰ امن اور شانتی ہے۔ اسلام صرف مسلمانوں کا مذہب نہیں بلکہ یہ ساری انسانیت کے لئے آیا ہے، اسلام امن سلامتی، آپسی بھائی چارگی اور محبت کی تبلیغ کے لئے آیا ہے۔ سوشل میڈیا کے فریب سے نوجوانوں کو نجات دلاؤ، اس انسانیت کے فرض کو ادا کرو، اُن نوجوانوں کو بتاؤ کہ وہ پہلے راشٹر دھرم نبھائے؟ ہم ہماری حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ ہندوستان میں آتنک وادیوں کے تمام ویب سائٹ بند کر دیئے جائیں! آج کے سائنسدانوں نے انسانوں اور جانوروں میں DNA اور نباتات میں RNA کا پایا جانا ثابت کیا ہے اور بہت حد تک دنیا اس کو تسلیم بھی کر چکی ہے۔ اب زرا سائنسدانوں کو شیطان اور آتنک وادیوں کے DNA پر بھی تحقیق کرنا چاہئے اور یہ جاننے کی کوشش کرنا چاہئے کہ شیطان اور آتنک وادیوں کے DNA میں کیا فرق ہے؟ مجھے لگتا ہے کوئی فرق ظاہر نہیں ہوگا کیونکہ شیطان اور فسادی دہشت پسندوں کی فطرت ایک جیسی ہے، ظلم جبر تشدد اور بے رحمی میں

شیطان اور آتنک وادی ایک دوسرے کے بھائی معلوم ہوتے ہیں۔لہٰذا سائنس کو ان پر تحقیق کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

ایسی صورتِ حال میں علامہ اقبال نے کس قدر بہترین پیغام دیا ہے:

اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ — املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ
ناحق کے لئے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ — شمشیر ہی کیا نعرۂ تکبیر بھی فتنہ

ایک اسلام اور بہتر فرقے

خدا کی خدائی میں سب سے پہلا فرقہ شیطانیہ ہے کیونکہ شیطان نے اللہ کے حکم کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر کے لعنتی ہو کر حضرت آدم وحوّا علیہما السلام کی عدوات میں انتہاء کو پہنچ گیا حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے حضرت حوّا علیہا السلام ولیہ تھیں۔لہٰذا شیطان انبیاء اور اولیاء اکرام اور ان کے پیروکاروں کا دشمن بن کر زمین پر اُتر آیا اُن حضرات قدسیہ کو گمراہ نہیں کر سکتا تھا اس لئے اُن کے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کا عزم کر لیا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر نبی کریم ﷺ تک جتنے بھی انبیاء کرام آئے اُن کی اُمتوں کو کوئی نہ کوئی فریب دیکر گمراہی میں ڈالتا رہا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اہل یہود میں اکہتّر فرقے قوم نصاریٰ میں بہتر اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں صرف ایک فرقہ جنتی اور باقی تمام فرقے جہنمی ہوں گے۔'' نیز فرمایا ''جنتی فرقہ وہ ہوگا جو میرے اور میرے تمام صحابہ کرام کے زندگیوں کے مطابق اسلام رکھے گا'' ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ ''میرے صحابہ کرام ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہداہت پر رہو گے۔لہٰذا اجماع امت ہے کہ تمام صحابہ کرام برحق اور نجات یافتہ ہیں اور کسی بھی صحابیٔ رسول ﷺ کی توہین کفر عظیم ہے، نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد چار خلفائے راشدین ہوئے:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ

ان حضرات قدسیہ کے دور خلافت میں بھی شیطان نے فتنے اُبھارے شورشیں پیدا کیا، انجام کار سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بقیہ تینوں خلفائے راشدین کو جام شہادت نوش کرنا پڑا الغرض آخری خلیفۂ راشد حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان خلافت کے تعلق سے ایک اجتہادی مسئلہ پیدا ہو گیا اور صحابہ کرام کی جماعت کے افراد دو حصوں میں بٹ گئے، کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ ساتھ اور کچھ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے حالانکہ اجماع امت کے مطابق صحابہ کرام مجتہد رہے ہیں معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ خلافت بھی مسئلہ اجتہاد تھا نہ کہ مسئلہ حق و ناحق۔ بیشک دونوں فریقین حق پر تھے دونوں فریقین میں شامل صحابہ کرام بھی مجتہدان کرام رہے ہیں جن کے تعلق سے حدیث پاک کے مطابق مجتہد کی خطا پر بھی ایک ثواب ہوتا ہے آخر کار جنگ صفین کی نوبت آ گئی اور دونوں فریقین آمنے سامنے ہو گئے اُس نازک صورت حال کو ٹالنے کے لئے دونوں فریقین رضامند بھی ہوئے اور فریقین میں سے دو ''حکم'' بھی تجویز کئے گئے مگر دونوں حکم کے فیصلے مناسب اور نامناسب کے درمیان لٹک کر رہ گئے اور

آخرکار جنگ کی نوبت آگئی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فتح حاصل ہوئی دونوں فریقین میں سے اکثر لوگ شہید بھی ہوئے اور شہدا کی نعشوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی عزت کے ساتھ سپرد خاک کروایا۔ یہاں غور طلب نکتہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کو جو جنگ ہار چکے تھے ان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی کو بھی حراست میں نہیں لیا اور تماموں کو آزاد چھوڑ دیا کیونکہ یہ جنگ اجتہادی خطا تھی نہ کہ باہمی مفاد کی۔ الغرض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہدہ خلافت سنبھالا پھر آپ کے وصال کے بعد آپ کا بیٹا یزید تخت نشین ہوا اور کربلا کا معرکہ پیش آیا المختصر صحابہ کرام تابعین تبع تابعین کرام تک کبھی کوئی فرقہ وجود میں نہیں آیا ان مذکورہ حضرات کے بہت بعد کے دور میں تین فرقے وجود میں آئے ایک وہ جو صلح پسند امن پسند اور دونوں ''حکم'' کے فیصلہ کی تجویز رکھنے والا ہے جن کو سنّی کہا گیا۔ دوسرا وہ فرقہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں اس قدر آگے نکل گیا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھی صحابہ کرام کی توہین وتذلیل کرنے کو اپنا عقیدہ بنالیا اور خود کو شیعان علی یا فرقۂ شیعہ کے نام سے منسوب کرلیا۔ تیسرا وہ فرقہ ہے جو تمام صحابہ کرام کی تجویز سے نافذ کردہ اُن دونوں ''حکموں'' کے خلاف اور صلح کی تجویز کو پسند کرنے والے دونوں فریقین کے صحابہ اکرام کی توہین اور تحقیر کو اپنا عقیدہ بنالیا کیونکہ اُن کا ماننا تھا کہ حاکم بس ایک اللہ ہے اور دونوں جماعتوں نے اللہ کے دو بندوں یعنی غیر اللہ کو حاکم کس طرح تسلیم کرلیا۔ لہٰذا اُن کے نزدیک اس امن وصلح کی تدبیر کو کفر قرار دے دیا گیا اور یہ تیسرے فرقے کے کچھ لوگوں نے میدان جنگ چھوڑ کر دونوں فریقین کے

خلاف خروج کیا یعنی بغاوت کیا۔ اس لئے لفظ خروج سے فرقہ خارجیہ وجود میں آیا جن کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم نے دو حکم نامزد کرکے اُن کی تقلید میں امن وصلح کو پسند کرتے ہیں اس لئے اس فرقے نے اپنے آپ کو غیر مقلد ہونے کا اعلان کردیا انجام کار، سنّی، شیعہ اور خارجیہ فرقوں کا وجود جنگ صفین کے برسوں بعد ظاہر ہوا ان تینوں فرقوں میں صلح وامن کا فرقہ ہی اہل سنت والجماعت ہے جو اللہ و رسول پاک صحابہ اکرام تابعین تبع تابعین اکرام میں سے نہ کسی سے حسد رکھتا ہے نہ بغض۔ یہ جماعت حقہ مذکورہ تمام اکابرین قدسیہ کی عزت وتعظیم کو اپنے ایمان کی جان مانتا ہے بقیہ دونوں فرقوں نے اکابرین قدسیہ کی توہین وتذلیل کو اپنا عقیدہ بنالیا۔ اس طرح اہل سنت والجماعت کے خلاف سب سے پہلے شیعہ اور خارجیہ دو فرقے وجود میں آئے پھر ان دو فرقوں کی کوکھ سے ستر فرقوں نے جنم لیا جن کے عقائد ہی عجیب وغریب ہیں۔ آیئے! ذرا تفصیل میں جاکر یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان تہتّر فرقوں میں ایک فرقہ ناجیہ اور باقی غیر ناجیہ فرقے کون سے ہوں گے اور یہ ۷۲/ بہتّر فرقے اپنے عقائد میں کس طرح گمراہ ہوگئے۔

فرقوں کا بیان

ان گمراہ فرقوں کے بیان میں جو راہِ ہدایت سے بھٹک گئے ہیں اس کی اصل وہ حدیث ہے جس کو کثیر بن عبداللہ نے اپنے والد کی سند کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے پر قدم بہ قدم ضرور چلوگے اور ان ہی چیزوں کو اختیار کروگے

جن کوانھوں نے اختیار کیا تھا، ایک ایک بالشت ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک گز (ان کی پیروی کروگے) یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار (گوہ) کے بھٹ میں بھی گھسے تھے تو تم بھی ان کی پیروی کے لئے سوسمار کے بھٹ میں داخل ہوگے، اچھی طرح سن لو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے برعکس بنی اسرائیل ۷۱/ فرقوں میں بٹ گئے جن میں ایک کے سوا سب گمراہ تھے اور وہ ایک فرقہ مسلمانوں کی جماعت کا تھا پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی ہدایت کے خلاف عیسائی ۷۲/ فرقوں میں بٹ گئے اور ان میں ایک فرقہ کے سوا تمام فرقے گمراہ اور بے دین تھے وہ ایک فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا تھا اس کے بعد تم ۷۳/ فرقے ہوجاؤگے۔ اور ان میں سوائے ایک فرقہ کے باقی سب گمراہ ہوں گے اور وہ فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت ۷۳/ فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب سے بڑا فتنہ وہ فرقہ ہوگا جو احکام (دینی) کا فیصلہ صرف اپنی رائے سے کرے گا خود ہی حلال کو حرام بنائے گا اور خود ہی حرام کو حلال ٹھہرائے گا۔''

عبداللہ بن زید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہوگئے ایک کے سوا سب دوزخی ہوئے اور میری امت کے ۷۳/ فرقے ہوجائیں گے جن میں سے ایک کے سوا سب دوزخی ہوں گے، صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ایک کیسا ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کی اطاعت کرنے والے یعنی جس اعتقاد وقول اور فعل کا میں اور میرے صحابہ پابند ہیں وہ بھی اسی طرح

ہون گے (یہی قول حق ہے)۔'' جس تفرقہ کا ذکر آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں ہوا بلکہ یہ اختلاف صحابہ کرام اور تابعین حضرات کی وفات کے کئی سو سال بعد ظہور میں آیا یعنی اس وقت جب کہ مدینہ منورہ میں ساتوں فقیہہ حضرات وفات پاچکے تھے، مختلف شہروں کے علماء اور فقہاء بھی دنیا سے رخصت ہوچکے تھے اور ان کے انتقال سے علم بھی مرگیا اور سالہا سال بیت گئے اور صدیاں گذر گئیں تو عام طور پر دین میں افتراق واختلاف پیدا ہوگیا اور صرف ایک چھوٹا گروہ اہل حق کا رہ گیا نجات پانے والا گروہ یہی ہے اللہ نے اپنے دین کی حفاظت اسی کے ذریعہ سے فرمائی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لوگوں کو علم عطا فرمانے کے بعد ان کے سینوں سے نہیں نکالے گا بلکہ علماء (کاملین) وفات پاجائیں گے جب کوئی (کامل) عالم مرجائے گا تو اس کا علم بھی اسی کے ساتھ چلا جائے گا یہاں تک کہ جہلاء باقی رہ جائیں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ علم اس طرح قبض نہیں فرمائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے کھینچ کر نکال لے بلکہ علماء (کاملین) کے وفات پاجانے سے علم بھی مرجائے گا جب کوئی عالم (کامل) باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے تو ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے اور وہ نہ جاننے کے باوجود فتویٰ

دیں گے نتیجہ یہ کہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔'' کثیر بن عبداللہ بن عوف اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس طرح سانپ سمٹ کر اپنے بل میں آجاتا ہے اسی طرح دین سمٹ کر حجاز میں آجائے گا دین کی حفاظت حجاز سے ہوگی جس طرح ہرنوں کی حفاظت پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جانے سے ہوتی ہے دین کا ظہور غربت کی حالت میں ہوا تھا لوٹ کر دوبارہ دین غریب ہو جائے گا غریبوں کے لئے یہ خوشخبری کا باعث ہے عرض کیا گیا کہ غرباء کون لوگ ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ لوگ کہ جب لوگ میری سنت کو بگاڑ دیں گے تو وہ سنوار دیں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہر زمانے میں لوگ ایک سنت کو مردہ اور ایک بدعت کو زندہ کریں گے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا'' کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر فرمایا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فتنوں سے بچ نکلنے کا کیا راستہ ہوگا؟ فرمایا اللہ کی کتاب کہ یہی پر حکمت وموعظت نامہ ہے یہی صراط مستقیم ہے یہی وہ کتاب ہے جس میں زبانوں کا اشتباہ پیدا نہیں ہوتا اسی کو جب جنات نے سنا تو وہ **انا سمعنا قرانا عجبا** کہے بغیر نہ رہ سکے جو اسکے موافق کہے گا وہ سچا ہوگا اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا اور انصاف کرے گا۔''

حضرت عرباض رضی اللہ عنہ بن ساریہ نے فرمایا ہم نے رسول ﷺ کی اقتدا میں فجر کی نماز پڑھی حضور نے ایسا دل نشین وعظ فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے دلوں پر خوف طاری ہو گیا اور بدن گرما گئے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی یہ نصیحت تو ایسی ہے کہ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضور نبی کریم

ﷺ ہم کو چھوڑ رہے ہوں، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے اور حاکم کی اطاعت وفرماں پذیری کی نصیحت کرتا ہوں خواہ وہ (نیک) حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بڑے اختلافات دیکھے گا تمہارے لئے میری سنت اور میرے ان خلفاء کی سنت پر قائم رہنا لازم ہے جو میرے بعد ہوں گے اور تم کو سیدھا راستہ دکھائیں گے اس کو مظبوطی سے پکڑے رکھنا اور دانتوں سے پکڑ لینا دین میں نئی نئی باتوں سے بچنا کیونکہ دین میں پیدا کی ہوئی ہر نئی (بری) بات بدعت ہے اور ہر (بری) بدعت گمراہی ہے۔ نیز فرمایا (اے مسلمانو) میری سنت کی اتباع تم پر واجب ہے اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین کی اتباع کرنا بھی واجب ہے۔ (تفسیر روح البیان)

آیئے ان تہتّر فرقوں کا جائزہ لیتے ہیں جو بنام اسلام وجود میں آئے ہیں یہ تمام فرقے دراصل دس گروہوں سے نکلے ہیں:

(۱) اہل سنت والجماعت	(۲) خارجیہ
(۳) شیعہ	(۴) معتزلہ
(۵) مرجیہ	(۶) مشبّہہ
(۷) جہمیہ	(۸) ضراریہ
(۹) نجارّیہ	(۱۰) کلابیہ

اہل سنت والجماعت کا صرف ایک ہی طبقہ ہے۔ بقیہ ۹ رفرقوں سے بہتر فرقے وجود میں آئے ہیں۔ لہٰذا آیئے ان فرقہ جات میں سے اہم ترین فرقوں کے عقائد کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ خوارج یا خارجیہ کے پندرہ، معتزلہ کے

چھ، مرجیہ کے بارہ، شیعہ کے بتیس، مشبہہ کے تین فرقے ہیں۔ ضراریہ، کلابیہ، نجاریہ، اورجہمیہ کا ایک ایک فرقہ ہے اس طرح کل ۷۲ (بہتر) فرقے ہوئے۔ فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت والجماعت کا ہے اس کا مسلک اورعقیدہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے، قدریہ اور معتزلہ فرقہ کے لوگ اس فرقہ ناجیہ کو مجبرہ کہتے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی مشیت، قدرت، ارادہ اور تخلیق کی تابع ہے۔ مرجیہ اس فرقہ ناجیہ کو شکاکیہّ (شکیہ) کہتے ہیں کیونکہ اس گروہ کے لوگ ایمان کو مشیت الٰہی کی شرط سے مشروط کرنے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں تو اس طرح کہنا درست ہے۔ رافضی اس ناجیہ فرقہ کو ناصبیہ کہتے ہیں کیونکہ ان کا اصول ہے کہ اپنے امام کو جماعت کی رائے سے مقرر کرتے ہیں، جہمیہ ونجاریہ دونوں اس فرقہ کو مشبہہ کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں علم، قدرت اور حیات وغیرہ صفات کا اثبات کرتے ہیں، باطنیہ اس کو حشویہ کہتے ہیں چونکہ یہ گروہ احادیث کا قائل اور آثار کے ساتھ تعلق رکھتا ہے حالانکہ ان کا کوئی اور نام نہیں ہے بجز اس کے کہ وہ اصحابِ حدیث اور اہل سنت ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

خارجیوں کے نام اور القاب مختلف ہیں اس گروہ کو خارجی کہنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف خروج کیا تھا، ان کا نام حکمیہ بھی ہے اس لئے کہ انھوں نے ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حکم ہونے سے انکار کیا تھا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو حکّم مان لیا تو خارجیوں نے کہا حکم دینا صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے (کسی کو خلیفہ کے تقرر

کے متعلق فیصلہ صادر کرنے کا حق نہیں ہے) ان کو حروریہ بھی کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر مقام حرا میں جا کر ٹھہر گئے تھے ان کو شراۃ (بیچنے والے) اسلئے کہا جاتا ہے کہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جانیں فروخت کردی ہیں۔ ان کو مارقہ بھی کہا جاتا ہے، مارقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ دین سے خارج ہوگئے تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہی حالت بیان کی تھی اور فرمایا تھا: **یمرقون من الدّین کمایمرق السهم من الرمية ثم لايعودون فيه** ''وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کمان تیر سے نکل جاتا ہے پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے'' چنانچہ یہ لوگ دین اسلام سے باہر ہوگئے ملّتِ اسلامیہ کو چھوڑ دیا اور جماعت سے الگ ہوگئے اور راہِ راست سے بھٹک گئے، حکومت اسلامیہ سے خارج ہوگئے خلفاء کے خلاف انہوں نے تلوار اُٹھائی اور ان کے خون اور مال کو حلال قرار دیا، اپنے مخالفوں کو کافر کہا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور انصار پر سبّ وّ شتم کیا اور ان سے تبرّا (بیزاری کا اظہار) کیا ان حضرات کو کافر ہوجانے اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہونے کی نسبت کی، اُن کی مخالفت کو جائز قرار دیا۔ یہ لوگ عذاب قبر اور حوض کوثر پر ایمان نہیں رکھتے نہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جو دوزخ میں داخل ہوگیا وہ پھر خارج نہیں ہوگا اور کہتے ہیں کہ جس نے ایک دفعہ جھوٹ بولا یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور بغیر توبہ کئے مرگیا تو وہ کافر ہے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا یہ ایک جماعت سے نماز نہیں پڑھتے، صرف اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، یہ نماز کو اس کے وقت میں تاخیر سے

ادا کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اسی طرح بغیر چاند دیکھے روزے اور افطار کو جائز سمجھتے ہیں، نذر کرنے، بغیر ولی کے نکاح کرنے کو بھی جائز سمجھتے ہیں، دست بدست ایک درہم کے دو درہم لینا جائز سمجھتے ہیں (سود نہیں سمجھتے) چمڑے کے موزے پہن کر نماز پڑھنا ان کے نزدیک درست نہیں، چمڑے کے موزوں پر مسح کو بھی درست نہیں مانتے ان کا عقیدہ ہے کہ بادشاہ کی اطاعت درست نہیں، خلافت قریش کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس فرقے کے لوگوں کے لئے مذہبی کتابیں عبداللہ بن زید، محمد بن حرب، یحیٰی بن کامل اور سعید بن ہارون نے تصنیف کیں، ان کے پندرہ فرقے ہیں، ایک فرقہ نجدات ہے جو نجدہ بن عامر حنفی ساکن یمامہ کی طرف منسوب ہے یہی گروہ عبداللہ بن ناصر کے ساتھیوں کا ہے اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ جس نے ایک مرتبہ جھوٹ بولا یا کوئی صغیرہ گناہ کیا اور اس پر قائم رہا (توبہ نہ کی) تو وہ مشرک ہے اور جس نے زنا کیا، چوری کی شراب پی مگر ان گناہوں پر قائم نہ رہا (توبہ کرلی) تو وہ مسلمان ہے، ان کی نظر میں امام وقت کی ضرورت نہیں صرف کتاب اللہ سے واقفیت ضروری ہے۔

ان میں سے ایک گروہ کا نام ازارقہ ہے یہ نافع بن ازرق کے ساتھیوں کا گروہ ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کفر ہے اور دنیا دار الکفر ہے ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان استحقاق خلافت کا جھگڑا فیصل کرنے کے لئے پنچ اور حکم مانا تو ان دونوں نے حکم بنکر کفر کیا یہ مشرکوں کے بچوں کو (جہاد میں) قتل کرنا جائز قرار دیتے ہیں، یہ زنا کی سزا سنگساری (رجم)

کو حرام کہتے ہیں، پاک دامن مرد پر زنا کی تہمت لگانے والے پر شرعی حد لگانا یہ جائز نہیں سمجھتے اور پاک دامن شوہر والی عورت پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد لگانا جائز خیال کرتے ہیں۔

خارجیوں کا ایک گروہ فدکیہ بھی ہے یہ گروہ فدیک کی طرف منسوب ہے ایک گروہ عطویہ ہے یہ عطیہ ابن اسود کی طرف منسوب ہے، ایک عجاور بھی ہے یہ عبدالرحمٰن بن عجز سے نسبت رکھتا ہے عجاروہ کے مختلف گروہ ہیں یہ سب میمونیہ کہلاتے ہیں یہ لوگ پوتی، نواسی، بھتیجی اور بھانجی سے نکاح جائز قرار دیتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ سورۂ یوسف اصل قرآن میں موجود نہیں ہے بلکہ الحاقی ہے، ان کا ایک فرقہ جازمیہ کہلاتا ہے، ان کے اہل اسلام سے الگ اور خارج ہونے کا باعث ان کا یہ عقیدہ ہے کہ دوستی اور دشمنی اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ہیں، فرقہ جازیہ سے بھی ایک گروہ الگ ہوگیا اس کا نام معلومیہ ہے ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اسکے ناموں سے نہیں پہچانتا وہ جاہل ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال اللہ کے پیدا کئے ہوئے نہیں ہیں۔ خارجیوں کے اصلی پندرہ فرقوں میں سے ایک فرقہ مجھولیہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ اگر کوئی کسی ایک نام سے بھی اللہ کو جانتا ہے وہ عالم ہے جاہل باللہ نہیں ہے، خارجیوں کا ایک فرقہ صلیتہ ہے یہ عثمان بن صلت سے نسبت رکھتا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ جو شخص ہمارے نظریات مان لے اور مسلمان بھی ہوجائے تب بھی اس کی نابالغ اولاد کو مسلمان نہیں کہہ سکتے جب تک کہ وہ (اولاد) بالغ ہونے کے بعد ہمارے نظریات اور عقائد کو نہ مان لے۔

خارجیوں کا ایک گروہ اخنسیہ ہے جو اخنس کی طرف منسوب ہے یہ قائل

ہے کہ آقا غلام کی اور غلام آقا کی زکوٰۃ لے سکتا ہے بشرطیکہ محتاج مسکین ہو، خارجیوں کا ایک فرقہ ظفریہ ہے جس کی ایک شاخ حفصیہ ہے اس کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ کو پہچانتا ہو اس کا اقرار کرتا ہو وہ شرک سے پاک ہو جاتا ہے خواہ وہ رسول کا جنت کا دوزخ کا سب کا منکر ہو اور تمام جرائم کا مرتکب ہو، قاتل ہو، مشرک صرف وہ ہے جو اللہ کو نہ پہچانے اور اس کا انکار کرے اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت میں جو لفظ ''**حیران**'' آیا ہے اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کا گروہ ہے خارجیوں کا ایک فرقہ اباضیہ ہے جس کا خیال ہے کہ تمام فرائض الٰہیہ ایمان ہیں گناہ کبیرہ کفران نعمت ہے کفر نہیں ہے۔ خوارج کا فرقہ بہنسیہ ابی بہنس سے منسوب ہے یہ فرقہ اس امر کا مدعی ہے کہ جب تک آدمی اللہ کے ہر حلال اور حرام کے حکم سے تفصیلی طور پر واقف نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا، خارجیوں کا ایک اور گروہ شمراخیہ ہے یہ عبداللہ بن شمراخ سے منسوب ہے اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ ماں باپ کو قتل کر دینا جائز ہے خارجیوں کا ایک فرقہ بدعیہ بھی ہے جس کا عقیدہ ارازقہ جیسا ہے۔ فرقہ نجدات کے علاوہ تمام خارجی بالا اتفاق گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں۔

شیعہ فرقہ: شیعہ فرقہ مختلف ناموں سے موسوم ہے اس کو رافضی، غالیہ، شیعہ، طیارہ بھی کہتے ہیں اس فرقہ کو شیعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام سے افضل مانتے ہیں۔ شیعہ کا ایک فرقہ قطعیہ ہے اس نے موسیٰ بن جعفر کی موت پر قطعی اجماع کر لیا ہے ایک فرقہ غالیہ ہے یہ گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت

زیادہ غلو کرتا ہے۔ رافضیوں کے اصل تین گروہ ہیں غالیہ، زیدیہ اور رافضہ، غالیہ کے بارہ فرقے ہو گئے جو اس طرح ہیں۔

غالیہ: یہ گروہ تو یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام انبیاء سے افضل ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ کی طرح زمین میں دفن نہیں ہوئے بلکہ وہ ابر میں ہیں غالیہ فرقہ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ہیں جبرئیلؑ نے وحی کے پہچاننے میں غلطی کر دی یہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ الٰہ تھے اللہ اور اس کی مخلوق کی قیامت تک ان پر لعنت ہو اللہ ان کی بستیوں کو اُجاڑ دے ان کی کھیتیاں برباد کر دے اور زمین پر ان کی کوئی بستی باقی نہ چھوڑے اُنھوں نے غلو کی حد کر دی اور کفر پر جم گئے، اسلام کو ترک کر دیا، ایمان سے کنارہ کشی اختیار کر لی اللہ اس کے انبیاء کے اور قرآن کے منکر ہو گئے ہم ایسے اقوال اختیار کرنے والوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

بُنانیہ: فرقہ غالیہ کی ایک شاخ بنانیہ ہے یہ گروہ بنان بن سمعان سے منسوب ہے ان کی لغو باتوں اور تہمت تراشیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی طرح ہے یہ جھوٹے ہیں۔

طیاریہ: غالیہ فرقے کی ایک شاخ طیاریہ ہے یہ فرقہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار سے منسوب ہے یہ تناسخ کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی روح اللہ کی روح تھی جو آدم علیہ السلام کے اندر حلوال کر گئی تھی۔

مغیریہ: یہ فرقہ مغیرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے اس فرقہ کے سربراہ (مغیرہ) نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اس کا قول تھا کہ اللہ نور ہے لیکن

انسانی شکل میں اس نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

منصوریہ : فرقہ منصور یہ ابو منصور سے نسبت رکھتا ہے اس نے بھی آسمانی معراج کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اول ترین مخلوق تھے پھر اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی جنت دوزخ کی کچھ حقیقت نہیں ہے اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ جو شخص ہمارے چالیس مخالفین کو قتل کرے گا وہ جنتی ہوگا لوگوں کا مال لوٹنا ان کے نزدیک مباح ہے ان کا عقیدہ ہے کہ جبرئیل نے نبوت کے پہنچانے میں غلطی کر دی اس فرقہ کا یہ کفر اتنا عظیم ہے کہ اس کے برابر کوئی اور کفر نہیں ہے۔

خطابیہ : یہ فرقہ ابی خطاب سے منسوب ہے اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ امام نبی اور امین ہے ہر زمانے میں دو پیغمبر ضرور ہوتے ہیں ایک ناطق ہوتا ہے اور ایک خاموش رہتا ہے چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ناطق تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ خاموش پیغمبر تھے۔

معمریّہ : معمرہ کا بھی عقیدہ وہی ہے جو خطابیہ کا ہے خطابیہ سے یہ اس امر میں بڑھ کر ہیں کہ یہ نماز کے بھی تارک ہیں۔

بزیعیّہ : بزیعیّہ فرقہ بزیع سے منسوب ہے اس فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اللہ ہیں اللہ اسی شکل وصورت میں دکھائی دیتا ہے یہ گروہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس بھی وحی آتی ہے اور ہم کو عالم فرشتگان (عالم ملکوت) کی طرف اٹھایا جاتا ہے ان کی یہ افترا پردازی، دروغ گوئی اور تہمت تراشی کتنی عظیم ہے اللہ ان کو اسفل السافلین میں ہاویہ کے اندر پھینک دے۔

مفضلیہ : مفضلیہ فرقہ مفضل صیرفی سے منسوب ہے یہ فرقہ والے بھی جھوٹی رسالت اور نبوت کے داعی ہیں اماموں کے متعلق ان کے اقوال بھی وہی ہیں جو مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں عیسائیوں کے ہیں۔

شریعیہ: ریعیہ فرقہ شریع نامی شخص سے منسوب ہے اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ ہستیوں میں حلول کیا تھا نبی علیہ السلام حضرت علی، حضرت عباس حضرت جعفر اور عقیل (رضی اللہ عنہم)

سبائیہ: فرقہ عبداللہ بن سبا سے منسوب ہے اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وفات نہیں پائی قیامت سے پہلے دنیا میں واپس آئیں گے مشہور شاعر سید حمیری اسی فرقہ میں سے تھا۔

مفوضیہ : فرقہ مفوضیہ کا عقیدہ ہے کہ للہ تعالیٰ نے مخلوق کا انتظام اماموں کے سپرد فرما دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کیا بلکہ ہر چیز تخلیق اور اس کے انتظام کی قدرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض فرما دی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ان کا یہی خیال ہے ان میں سے بعض لوگ جب ابر کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں علی رضی اللہ عنہ اس میں ہیں۔

زیدیہ: اس فرقے کا نام زیدیہ اس مناسبت سے رکھا گیا کہ یہ لوگ زید بن علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی طرف راغب تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے تولّا درست ہے۔

جارودیہ: فرقہ جارودیہ کی نسبت ابوالجارود سے ہے اس گروہ کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے وصی تھے اور وہی خلیفہ اوّل تھے۔

سلیمانیہ : یہ فرقہ سلیمان بن کثیر کی طرف منسوب ہے زرقان کا قول ہے کہ اس فرقہ کا گمان ہے کہ امام حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی بیعت غلط ہوئی۔

بتریہ : یہ فرقہ ابتر نامی شخص کی طرف منسوب ہے اس گرہ کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کی بیعت غلط نہیں ہوئی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کو چھوڑ دیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں توقف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ان سے بیعت کی گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ امام تھے۔

نعیمیہ : یہ فرقہ نعیمیہ نعیم بن یمان کی طرف منسوب ہے اس فرقہ کا عقیدہ بھی ابتریہ کی طرح ہے لیکن فرق یہ ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تبرا کرتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر کہتا ہے۔

یعقوبیہ : یہ فرقہ یعقوب کی طرف منسوب ہے یہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی امامت کے قائل تھے اور رجعت کا انکار کرتے تھے۔

رافضیوں کے شاخ در شاخ ۱۴/ فرقے ہوگئے جو اس طرح ہیں

قطعیہ : چونکہ قطعیہ فرقے کے پیروؤں کو حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کا قطعی یقین تھا اسی لئے اس کو قطعیہ کہا جاتا ہے۔

کیسانیہ : اس فرقہ کی نسبت کیسان کی طرف ہے یہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل تھے کیونکہ بصرہ میں علم آپ ہی کو دیا گیا تھا۔

کریبیہ: یہ لوگ ابن کریب ضرر کے ساتھی تھے۔

عمیریہ: اس فرقہ کے لوگ عمر کے ساتھی تھے اور جب انہوں نے مہدی پر خروج کیا تو عمر ہی ان کا امام تھا۔

محمدیہ: یہ گروہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسین رضی اللہ عنہ امام قائم نے تمام بنی ہاشم کو چھوڑ کر اپنا وصی ابومنصور کو بنایا تھا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد کو چھوڑ کر یوشع بن نون کو اپنا وصی بنایا تھا۔

حسینیہ : اس گروہ کا خیال ہے کہ ابومنصور نے اپنے بیٹے حسین کو اپنا وصی بنایا تھا اس لئے ابومنصور کے بعد حسین ہی امام ہے۔

ناوسیہ: یہ فرقہ ناوس بصری کی طرف منسوب ہے وہی اس گروہ کا سردار تھا یہ لوگ امام جعفر رضی اللہ عنہ کی امامت کے اور ان کے زندہ ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں وہی قائم اور مہدی ہیں۔

اسماعلیہ : اسماعلیہ کہتے ہیں کہ جعفر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا ان کے بعد اسماعیل امام ہوئے یہی بادشاہ بنیں گے امام منتظر وہی ہیں۔

قرامضیہ : یہ فرقہ سلسلہ امامت کو جعفر رضی اللہ عنہ تک چلاتے ہیں اور اس کے قائل ہیں کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ نے محمد بن اسماعیل کی امامت کی صراحت کی تھی محمد زندہ ہیں وہی امام مہدی ہیں۔

مبارکیہ: مبارکیہ دسواں فرقہ ہے مبارک نامی شخص سے منسوب ہے جو ان کا سردار تھا ان کا عقیدہ ہے کہ محمد بن اسماعیل زندہ نہیں وفات پا چکے ہیں لیکن ان کے بعد ان کی اولاد میں امامت جاری ہے۔

شمیطیه : یہ فرقہ یحیٰ بن شمیط سے منسوب ہے جو ان کا سردار تھا ان کا عقیدہ ہے حضرت جعفرؓ امام ہیں ان کے بعد امامت ان کے بیٹے پوتوں میں جاری وساری ہے۔

معمریه : یہ فرقہ افطحیہ بھی کہلاتا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ امام جعفرؓ کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ امام ہیں عبداللہ کے پاؤں بہت لمبے اور موٹے تھے اس گروہ کی تعداد بہت زیادہ ہوئی۔

مطموریه : اس فرقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے مناظرہ کیا یونس نے ان کے بارے میں کہا کہ تم لوگ کلاب مطموریہ سے بھی زیادہ گندے ہو اسی وجہ سے اس فرقہ کا نام مطموریہ پڑ گیا اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر زندہ ہیں نہ مرے ہیں نہ مریں گے وہی امام مہدی ہیں۔

موسویه : یہ لوگ سلسلہ امامت میں موسیٰ بن جعفر پر رک جاتے ہیں اس وجہ سے موسویہ سے مقلب ہیں لیکن (مطموریہ کے برعکس) یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم نہیں کہ موسیٰ زندہ ہیں یا مر گئے۔

امامیه : یہ فرقہ سلسلہ امامت کو محمد بن حسن کی طرف چلاتا ہے اور ان کو امام قائم منتظر (مہدی) تسلیم کرتا ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام قائم ظاہر ہو کر زمین کو عدل سے بھر دیں گے جس طرح اب وہ ظلم سے بھرپور ہے۔

زراریه : یہ فرقہ زراریہ نامی شخص کے ساتھیوں کا ہے جو عقیدہ معمریہ کا تھا وہی ان کا ہے۔

مرجئه کے فرقے

مرجۂ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس فرقے کے خیال میں ”لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ محمّد رسول اللّٰه“ کا قائل خواہ کتنے ہی گناہ کرے مگر وہ دوزخ میں نہیں جائیگا ایمان قول کا نام ہے عمل کا نہیں اعمال احکام ہیں ایمان صرف قول ہے لوگوں کے ایمانوں میں باہم کمی بیشی نہیں ہوتی پس عام آدمیوں کا ایمان، انبیاء کا ایمان اور ملائکہ کا ایمان ایک ہی ہے اس میں نہ کوئی زیادہ ہے نہ کوئی کم۔ جو شخص زبان سے ضروریات دین کا اقرار کرے اور عمل نہ کرے جب بھی وہ مومن ہے۔

مرجیه کے ۱۲/ باره فرقے یه هیں

جهمیه : جہمیہ فرقہ جہم بن صفوان سے منسوب ہے جہم کا قول ہے کہ اللہ کو اللہ کے رسول کو اور ان چیزوں کو جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں صرف جاننے اور ماننے کا نام ایمان ہے، اس فرقہ کا دعویٰ تھا کہ قرآن مخلوق ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام نہیں کیا انہوں نے اعمال تولے جانے اور عذاب قبر، جنت و دوزخ کے پیدا ہو جانے کا انکار کیا ہے، ایمان صرف قلب کا نام ہے نہ کہ زبان سے اقرار کرنے کا اس گروہ نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات سے انکار کیا ہے۔

صالحیه : اس فرقہ کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ یہ لوگ خود کو ابوالحسن صالحی کے مذہب کا پیرو کہتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ معرفت کا نام ایمان اور جہالت کا نام کفر ہے۔

یونسیه : یہ فرقہ یونس برّی سے منسوب ہے ان کا عقیدہ ہے کہ معرفت اور اللہ تعالیٰ سے محبت اور خصوع وخشوع اور محبت کا نام ایمان ہے جس نے ان

باتوں میں سے ایک بھی بات ترک کردی وہ کافر ہوگیا۔

شمریہ : یہ فرقہ ابوشمر کی طرف منسوب ہے اس گروہ کا خیال ہے کہ ایمان، معرفت خضوع وخشوع اور محبت کے ساتھ ساتھ زبان سے یہ اقرار کرنا بھی ہے خدا کے مثل کوئی نہیں ہے ان سب باتوں کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔

یونانیہ : یہ فرقہ یونان سے منسوب ہے ان کا عقیدہ ہے کہ معرفت اور اللہ اور رسول کا اقرار اور عقل جسے جائز نہیں سمجھتی اس کام کو نہ کرنا ان سب کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔

نجاریہ : رقہ نجار یہ حسن بن محمد بن عبداللہ نجار سے منسوب ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کی معرفت اور اس کے متفق علیہ فرائض اور اس کے ساتھ خضوع وخشوع اور زبان کے ساتھ اقرار کرنے کا نام ایمان ہے۔

غیلانیہ : یہ فرقہ غیلان سے منسوب ہے اور یہ شمریہ کا ہم خیال ہے اس کا عقیدہ ہے کہ اشیاء کے حدوث سے آگاہ ہونا ایمان کے لئے ضروری ہے اور توحید کا علم ہی صرف زبانی اقرار ہے قلبی شہادت ضروری نہیں۔

شبیبیہ : یہ فرقہ محمد بن شبیب سے منسوب ہے ان کے ساتھی اس کے قائل ہیں کہ اللہ کا اقرار کرنا اللہ کی وحدانیت کو پہچاننا اور اللہ کی ذات کی ہر تشبیہہ سے نفی کرنا ایمان ہے محمد بن شبیب کا یہ عقیدہ تھا کہ ابلیس میں ایمان تھا لیکن وہ اپنے غرور اور تکبر کے باعث کافر ہوگیا۔

حنفیہ : ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے بعض ان پیروؤں اور ساتھیوں کو حنفیہ مرجیہ کہا جاتا ہے جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے پیغمبروں کو پہچاننے اور ان

تمام چیزوں کا اقرار کرنے کا جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں اس کا نام ایمان ہے۔

معاذیہ : یہ فرقہ معاذ موصی کی طرف منسوب ہے معاذ کہتا ہے کہ جس نے اللہ کی طاعت ترک کردی اس کو فاسق نہیں کہا جائے گا بلکہ کہا جائے گا کہ اس شخص نے فسق لیا ہے فاسق نہ اللہ کا دوست ہوتا ہے نہ دشمن۔

مریسیہ : یہ فرقہ بشر مریسی کا ہے اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اور تصدیق دل اور زبان دونوں سے ہوتی ہے ابن راوندی کا بھی یہی مسلک تھا اس کا قول تھا کہ سورج کو سجدہ کرنا کفر نہیں ہے بلکہ ایک علامت کفر ہے۔

کرامیہ : یہ فرقہ ابوعبداللہ بن کرام سے منسوب ہے اس کا عقیدہ ہے زبانی اقرار ہی ایمان ہے قلب کی تصدیق اس کے لئے ضروری نہیں منافق حقیقت میں مومن تھے۔

معتزلہ یا قدریہ

معتزلہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ حق سے کنارہ کش ہوگئے (اعتزال کنارہ کش ہوجانے کو کہتے ہیں) معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں، معتزلہ جہمیہ اور قدریہ صفات خداوندی کے انکار میں یکساں مسلک رکھتے ہیں معتزلہ کے مندرجہ ذیل چھ فرقے ہیں۔

ھذلیہ : فرقہ ہذلیہ کا بانی اور سردار ابوالھذیل اس عقیدے میں معتزلہ کے دوسرے فرقوں سے منفرد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے علم بھی ہے قدرت بھی سمع اور بصر بھی ہے اللہ تعالیٰ کا کچھ کلام مخلوق ہے اور کچھ غیر مخلوق ہے اللہ کے مقدورات کی ایک خاص حد ہے، ابوالھذیل کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے سمیع

نہیں ہے۔

نظامیہ: فرقہ نظامیہ کا بانی اور سردار نظام تھا اس کا عقیدہ تھا کہ جمادات تخلیقی امر کے موافق عمل کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ انسان روح کا نام ہے اور کسی نے رسول ﷺ کو نہیں دیکھا بلکہ انسان کے جسم کو دیکھا جس نے قصداً نماز کوتر کردیا تو لوٹانا اس کے ذمہ واجب نہیں ہے نظام اجماع امت کا قائل نہیں تھا وہ کہتا تھا کہ ان کا اجماع باطل پر تھا وہ اس کا بھی قائل تھا کہ ایمان کفر کی طرح ہے اور طاعت گناہ کے مانند اور حضور کا فعل ابلیس لعین کی طرح ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت حجاج کی سیرت کے مانند ہے اور قرآن حکیم اپنی ترتیب عبارت کے اعتبار سے معجزہ نہیں ہے اس کا قول ہے کہ بچہ اگر دوزخ کے کنارے پر ہو تب بھی اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت نہیں کہ اس کو جلا ڈالے یا وہ دوزخ میں پھینک دے اہل قبلہ میں یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ اقوال کفر کہے ہیں اس کا قول تھا کہ سانپ بچھو گوبر کے کیڑے کتے سور بھی جنت میں ہیں۔

معمریہ: فرقہ معمریہ کا بانی معمر تھا اس کے اقوال مادّہ پرستوں کی طرح تھے بلکہ ان سے بھی کچھ بڑھ کر یہ کہتا تھا کہ اللہ نے نہ رنگ پیدا کیا ہے اور نہ بو نہ زندگی نہ موت بلکہ جسم کے طبعی خواص ہیں وہ کہتا تھا کہ قرآن بھی اللہ کا فعل نہیں ہے بلکہ جسم کے افعال ہیں اس نے اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے کا بھی انکار کیا ہے اللہ اس کا ناس کرے اور اس امت سے اس کے خیالات کو دور رکھے۔

جبائیہ: جبائیہ فرقے کا سردار جبائی تھا چند امور میں اس نے اجماع کے خلاف کیا اور سب سے الگ ہوگیا ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتا تھا بندے اپنے افعال کے خالق ہیں اس سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کہی تھی وہ یہ بھی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ عورتوں میں حمل کی تخلیق کرتا ہے وہ کہتا تھا کہ بندے جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اطاعت کرتا ہے۔

بہشمیہ: بہشمیہ فرقہ ابوالہاشم سے منسوب ہے اس کا قول تھا کہ مکلّف قادر ہوتا ہے فاعل اور تارک نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اسکو اس کے فعل پر عذاب دے گا۔

کعبیہ: یہ فرقہ ابوالقاسم کعبی بغدادی سے منسوب ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے سمیع وبصیر ہونے کا انکار کیا اور اس کا بھی منکر ہے کہ اللہ حقیقت میں صاحب ارادہ ہے یہ قرآن کو حادث کہتا تھا مگر اس کے مخلوق ہونے کا قائل نہیں تھا۔

فرقۂ مشبھہ

فرقہ مشبہہ کے تین فرقے ہیں ہشامیہ، مقاتلیہ، واسمیہ۔ یہ تینوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ جسم ہے اس لئے کہ کسی موجود کا علم بغیر جسم کے نہیں ہوسکتا، رافضیوں اور کرامیہ فرقے پر مشبہہ کے عقائد کا بہت غلبہ تھا ہشام بن حکم نے مشبہہ فرقے کی کتابیں تالیف کی ہیں اللہ تعالیٰ کی جسمانیت کے اثبات میں خصوصیت سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔

ہشامیہ: یہ فرقہ ہشام بن حکم کی طرف منسوب ہے اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے جس میں طول، عرض اور عمق موجود ہے وہ ایک چمکدار نور ہے لیکن اس کی ایک مقدار مقرر ہے وہ کھڑا ہوتا ہے اور بیٹھتا ہے وہ متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی وہ سیال چاندی کی طرح ہے۔

مقاتلیہ: یہ فرقہ مقاتل بن سلیمان کی طرف منسوب ہے مقاتل کا

عقیدہ تھا کہ اللہ انسان کی شکل میں جسم ہے اس کے گوشت بھی ہے خون بھی سر، زبان، گردن اور دوسرے اعضاو جوارح بھی ہیں لیکن اس کی کوئی چیز کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے نہ کوئی شئی اس سے مشابہہ ہے۔

جھمیہ: جہم بن صفوان اس قول میں سب سے منفرد اور الگ تھلگ ہے یہ اللہ کو شئی کہنے کا منکر اور اللہ کے علم کے حادث ہونے کا قائل تھا اس کا عقیدہ تھا کہ چیزوں کی پیدائش سے پہلے اس کا علم اللہ کے لئے محال ہے وہ جنت ودوزخ دونوں کو فانی کہتا تھا اللہ تعالیٰ کے صفات کے وجود کی نفی کرتا ہے۔

ضراریہ: ضراریہ فرقے کو ضرار بن عمرو سے نسبت ہے ضرار اس امر کا قائل تھا کہ اجسام مجموعہ اعراض کا نام ہے اجسام کا اعراض بن جانا اس کے نزدیک جائز تھا ضرار کا عقیدہ تھا کہ قدرت قادر کا جزء ہے اور یہ فعل کے صدور سے پہلے ہوتی ہے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنھم کی قرأتوں کا منکر تھا۔

نجاریہ: یہ فرقہ حسین بن محمد نجار کی طرف منسوب ہے نجار بندوں کے فعل حقیقی فاعل اللہ کو بھی قرار دیتا ہے اور بندہ کو بھی، اور ارادہ الٰہی کے سوا معتزلہ کی طرح باقی تمام صفات الٰہیہ کی نفی کرتا ہے چنانچہ اس نے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لئے قدیم ارادہ کرنے والا ہے وہ خلق قرآن کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ اللہ کے صاحب ارادہ ہونے کے معنی ہیں اللہ کا مجبور و مغلوب نہ ہونا اسی طرح اللہ کے متکلم ہونے کے معنی ہیں کلام کرنے سے عاجز نہ ہونا اسی طرح اللہ کے جواد اور سخی ہونے کے معنی ہیں بخیل نہ ہونا نجار کا مسلک بن عون اور ابو یوسف

رازی کے مسلک کے مطابق ہے۔

کلابیہ: لابیہ فرقہ ابوعبداللہ بن کلاب کی طرف منسوب ہے اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی صفات نہ قدیم ہیں نہ حادث نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات، آیت ''الرحمٰن علی العرش استوی'' میں استوی ہونے کے معنی ہیں کج نہ ہونا، اللہ تعالیٰ جس حال پر پہلے تھا اسی پر ہمیشہ سے ہے اللہ تعالیٰ کی کوئی مخصوص جگہ نہیں اس کا قول تھا کہ قرآن کے حروف نہیں ہیں۔

سالمیہ: فرقہ سالمیہ ابن سالم کی طرف منسوب ہے اس کے بہت سے اقوال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ محمدی آدمی کی شکل میں دیکھا جائے گا جن وانس، ملائکہ اور حیوان ہر ایک کے سامنے اسی کی حیثیت میں نمودار ہوگا اللہ کی کتاب قرآن میں اس کی تکذیب موجود ہے۔ ''لیس کمثلہ شیءٌ وھو السمیع البصیر'' ان کا یہ بھی قول ہے کہ قیامت کے دن کافر اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کا حساب کتاب لے گا ان کا قول ہے کہ دوسری مرتبہ ابلیس نے آدمؑ کو سجدہ کرلیا تھا اس فرقہ کا قول یہ بھی ہے کہ ابلیس جنت میں داخل نہیں ہوا جب کہ ان اقوال کی تکذیب قرآن میں موجود ہے۔

(حوالہ غنیۃ الطالبین)

ان مذکورہ بہتر فرقوں کو اسلام کے نام پر کس نے وجود میں لایا؟ کیا کسی اَنپڑھ جاہل نے وجود میں لایا؟ نہیں میرے بھائیو! ان فرقوں کو وجود میں لانے والے اپنے آپ کو علماء ہی کہتے تھے، اور علماء کے نام سے ہی تاریخ میں محفوظ رہے ہیں، مگر اہل سنت والجماعت کے مطابق یہ علمائے سور ہے ہیں، ان علماء سوٗ

نے اپنے اپنے نظریات، خیالات اور تصورات کے مطابق اپنے اپنے دنیاوی عقائد پیدا کر لئے اور اتنے سارے فرقے وجود میں لائے اور آج تک ان فرقوں کے پیروکاران فرقہ جات کے بانیوں کی تقلید کرتے ہیں اور ان میں کچھ تو ایسے فرقے ہیں جو خود کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

تو آج کے دور میں فرقۂ خارجیہ کے عقائد رکھنے والے فرقۂ وہابی نے تو شرک وبدعت کے نام پر عام مسلمانوں کے عقائد کو اس قدر زیروزبر کر دیا اور اتنی غلط فہمی پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے عوام کو کیا صحیح اور کیا غلط ہے یہ سمجھنا ان کے عقل سے بالاتر ہو چکا ہے۔لہٰذا آج کے ان حالات اور افراتفری، دہشتی ماحول کے ذمہ دار یہی شرک وبدعت کے جراثیم ہیں اور اس بھیانک بیماری سے آج ہر انسان خوفزدہ معلوم ہوتا ہے، آج اس ماحول کے ذمہ داران میں وہابی ازم، سعودی ازم اور علماء سوء کا مولوی ازم آتے ہیں، جنہوں نے اپنے فرقوں کی نمائندگی اور تشہیر کیلئے مساجد اور مدارس کو مراکز بنالیا ہے لیکن خانقاہیں اس دوڑ سے مستثنیٰ ہیں۔

دوستو! ذرا غور کرو، وہ اسلام جو ٹکڑے نہیں ہو سکتا اور نہ آج تک ہوا وہ تو صرف صوفیان کرام کا اسلام ہے، صوفیان کرام بھی کئی سلسلوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر سلسلہ برحق ہے اور تمام سلسلوں کے رہنماؤں کا صرف ایک ہی سندیش ہے کہ ساری دنیا کے لوگ اللہ کا خاندان ہیں، اللہ اپنے خاندان سے محبت کرتا ہے، لہٰذا سارے انسان آپس میں محبت و پریم کرو، ایک دوسرے پر رحم و کرم کرو، ایک دوسرے کی مدد کرو، وِدّیا دان، اَنّ دان کرو، انسانیت کی سیوا کرو، امن اور شانتی کو عبادت سمجھو، ہر انسان اور اُس کے مذہب اور ان کے مذہبی رہنماؤں کی عزت

کرو، ظالموں کی مذمت کرو، مظلوموں کی حمایت کرو۔

اۓ اللہ کے بندو! اۓ عالمی برادری میں یقین رکھنے والو، اۓ دنیا کے باشندو، ٹھنڈے دل سے سوچو، اسلام کے نام پر تمہارے سامنے بہتر ٹکڑے ہیں۔اگر کوئی مکمل اسلام ہے تو وہ صوفیان کرام کا اسلام ہے، جہاں تک میں جانتا ہوں دنیا کی ہر قوم کے لوگ صوفیان کرام کے مزارات پر جا کر سر جھکاتے، تعظیم کرتے، منّت وسماجت کرتے ہیں، بھلا بتایئے کہ اسلام صوفیان کرام اور اُن کے ماننے والوں کا ہے، یا صوفیان کرام کے مزارات کو بموں سے اُڑا دینے والوں کا ہے؟ اگر اسلام صوفیان کرام کا ہے اور یہی سچّا اسلام ہے تو آج میں دنیا کے ہر ملک سے گذارش کروں گا کہ صوفیان کرام کے ''اسلام'' کو ہی اسلام تسلیم کیا جائے، باقی جو اسلام کے نام پر بہتر ٹکڑے ہو چکے ہیں، جو تمہیں اور ہمیں گالیاں دیتے ہیں، صوفیان کرام کے ماننے والوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور صوفیان کرام کے لباس پہننے والوں کو تک گولیوں سے بھون دیتے ہیں۔ اسلام کے نام پر بہتر ٹکڑوں میں سے ان فسادی دہشت پسندوں کو کس ٹکڑے سے جوڑو گے؟ یہ کٹ پٹیں اسلام رکھنے والوں کو کیا دنیا کا کوئی بھی عقلمند انسان انہیں مسلمان کہے گا؟ مسلمان تو دور کی بات کیا ایسے لوگ انسان کہلانے کے لائق ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں تو انہیں دنیا والے مسلمان کس طرح مان سکتے ہیں؟ جب کہ آتنک واد خود ایک مذہب بن چکا ہے، ان فسادی دہشت پسندوں کی جماعتوں میں، ان کی شیطانی فوجوں میں دنیا کے ہر مذہب کا انسان کسی نہ کسی ٹکڑے کے نام پر شامل ہو چکا ہے، یہ اپنا اپنا مذہب یا دھرم بدل کر ان فسادی دہشت پسندوں میں شامل

ہو رہے ہیں آخر کیوں؟ کیونکہ یہ لوگ انسان نہیں شیطان ہیں، ان کی فطرت شیطانی ہے اسی لئے یہ لوگ خون خرابہ پسند کرتے ہیں اور بے گناہوں کے گلے کاٹنے کا شوق رکھتے ہیں، بے قصور عورتوں اور بچّوں کو اغواء کر کے ظلم وستم اور بربریت کی تعلیم دیتے ہیں، فسادی دہشت پسند لوگ کسی بھی ایک دھرم کے نام پر جمع نہیں ہوتے بلکہ کسی بھی دھرم والے کو اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں، کیونکہ ہر دھرم میں کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو باہر سے انسان مگر اندر سے شیطان ہوتے ہیں۔

فتنہ وفسادی دہشت کو دنیا کا کوئی بھی انسان پسند نہیں کرتا، بے گناہوں کے قتل وغارت گری، عورتوں کی آبروریزی کو دنیا کا کوئی مذہب پسند نہیں کرتا، دنیا کا کونسا ایسا مہذب انسان ہے جو ان ملعون حرکتوں کو پسند کرتا ہو، اگر نہیں، تو انہیں اسلامی آتنک وادنہ کہو بلکہ شیطانی آتنک وادکہو۔ ان شیطانوں کو اسلام سے مت جوڑو اور ان کو جوڑ کر بے قصور بھولے بھالے لوگوں کو شرمندہ نہ کرو۔ میں دنیا کے ہر ملک سے اپیل کرتا ہوں کہ اسلام صرف صوفیان کرام اور ان کے پیروکاروں کا مذہب ہے اور اسی اسلام کے ماننے والوں کو صوفی سنّی مسلمان کہتے ہیں اور باقی جتنے ٹکڑے بنام اسلام ہیں، جتنی جماعتیں ہیں، ان کو تم لوگ یا تمہاری دنیا کے لوگ کس نام سے پکاریں گے اس فیصلے کو ہم دیانتدار انسانیت نواز لوگوں پر چھوڑ دیتے ہیں۔

اگر آج کی دنیا کے سلگتے ہوئے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں، خون میں نہاتی، تڑپتی، سسکتی، دم توڑتی انسانیت کو دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھوں سے خون کے آنسو بہتے ہیں T.V پر جب ایسی خبریں سُنتے اور دیکھتے ہیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے، لوگ یہ مناظر دیکھ کر، جلتے حالات، ظلم وستم، ناحق قتل وغارت گری، عورتوں اور بچّوں کی چیخیں سن کر پوچھ رہے ہیں کہ اس دنیا کا کوئی خدا ہے کہ نہیں؟ اب بتاؤ! ان بھولے بھالے لوگوں کا ہم عاجز، غریب ونادار صوفی کیا جواب دیں؟ سوائے دعا کے ہمارے پاس کیا ہے؟

دعوتِ فکرواصلاح

آج یہ ناحق قتل وغارت گری کرنے والی ظالم جماعتیں نہ صرف ہماری دھرتی اور دیش کو بلکہ ساری دنیا کو برباد کر دینا چاہتی ہیں، اگر یہ ظالم فساد اور دہشت پھیلانے والی تنظیمیں، جماعتیں اگر زمین پر زندہ رہیں گی تو یہ آتنک واد کا راکھشس ساری دنیا کو تباہ کر دے گا۔ ان ظالموں کو یاد رکھنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو ظالم کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسی ظالم کو مدد کرنے والے پر مسلط کر دیتا ہے نیز ظالم حکمرانوں کے تعلق سے بھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ کسی علاقہ کی حکومت وسلطنت بخشتا ہے اگر وہ اپنی رعیت کے درپے آزار ہوتا ہے اور ان کے امور یعنی حقوق کی کوتاہی کر کے ان کے ساتھ عدل وانصاف نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس پر بہشت حرام فرما دیتا ہے۔ اۓ دنیا کے امن پسند لوگو، اۓ دنیا بھر کے امن پسند باشندو! اۓ دنیا کے انصاف پسند حکمرانو! اُٹھو آپسی اختلافات کو بھلا کر ایک طاقت اور ایک قوّت بن کر امن قائم کرنے کی کوشش کرو، ملکی رنجشیں بھلا کر اپنی اپنی سرحدوں کی حفاظت کرو۔ اۓ دنیا کے امن پسند حکمرانو! جاگو، اُٹھو اور دنیا میں امن وشانتی بحال کرنے کی کوشش کرو، بے گناہوں کے

خون سے ہولی کھیلنے والوں کوکڑی سزا دو، ٹی وی یا میڈیا کے ذریعہ آنے والی خبروں کی مکمل تحقیق کر کے انسان اور انسانیت کے دشمن جراثیم کوختم کردواور اُس وقت تک خاموش نہ بیٹھو جب تک ایک بھی جراثیم باقی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

یـاایھاالذین اٰمنوا ان جآء کم فاسق بنبا فتبیّنوا ان تصیبوا قوماًبجھالۃٍ فتصبحوا علیٰ مافعلتم نٰدمین

’’اے ایمان والو! اگرکسی فاسق کے ذریعہ تم تک کوئی خبر پہنچے تو پہلے تحقیق کرلوکہیں ایسانہ ہوکہ تم (اس پر اعتبار کر کے) نادانی سے کسی قوم کونقصان پہنچاؤ پھرانجام کاراپنے کیئے پرندامت ہو۔

لہٰذامسلم ہو یاغیرمسلم کوچاہیے کہ کسی بھی خبر کی پہلے تحقیق کرلی جائے آئے دن ٹی وی پر پہلے ایک خبر آتی ہے پھر فوراًبعد اس کی تردید میں دوسری خبر آتی ہے سوشل میڈیا پر ایسی کئی خبریں آتی ہیں جس کے نتائج کبھی کبھی بھیانک بھی ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا دنیا اور بے گناہ دنیا والوں پر رحم کرو، اپنے اپنے دیش کے لوگوں کی حفاظت کرنا حکومتوں کی ذمہ داری ہے اپنی اپنی ذمہ داری نبھاؤ اور ساری دنیا کے امن پسند حکمران مل کر اس فرض کو انجام دو۔ میں ایک صوفی ہوں ہمارا اسلام صوفیوں کا اسلام ہے، ہم صوفی سنی مسلمان ہیں۔ ہم امن اور شانتی کے متوالے ہیں، محبت اور پریم ہمارا مذہب ہے۔

صوفیوں سے التماس

اے صوفیو! اے صوفیوں کی پیروی کرنے والو! اے غوث وخواجہ کے دیوانو! جاگو، تم اعلان کردو کہ ہمارا حقیقی اسلام ’’**صوفیوں کا اسلام**‘‘ ہے اور ہم اسلام کے نام پر پیدا ہونے والے بہتر ٹکڑوں میں سے کوئی بھی کٹ پیس اسلام نہیں رکھتے۔ اے دوستو! کسی بھی مذہب کے امن پسند لوگوں کا ہم احترام کرتے ہیں، ہر مذہب کے امن پسند لوگوں کی عزت کرتے ہوئے ہر مذہب کے امن پسند انسان سے دوستی اور محبت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی جماعت کا فرد صوفیوں سے عداوت رکھتا ہے، ان کے مزارات پر جانے کو شرک وبدعت کہتا ہے تو ہم گزارش کرتے ہیں کہ خدارا اس شرک، کفر وبدعت کے عقیدے سے باز آجاؤ۔ ذرا غور کرو یہ شرک وبدعت کے جراثیم آخر کس نے پیدا کیئے ہیں؟ یہ انگریزوں کی پیداوار ہے، اس کو انگریزوں نے پیدا کر کے سعودی عرب میں پھیلا دیا، سعودی عرب کے پھیلائے ہوئے شرک وبدعت کے یہ جراثیم ساری دنیا میں پھیل کر کہیں نہ کہیں کٹر پنتھی، کٹر نظریہ اور کہیں نہ کہیں آتنک کو جنم دینے کے کام میں مصروف ہیں۔ سو سال پہلے تک یہ شرک وبدعت کے جراثیم نہیں تھے، لوگ مذہبی بیمار اور کٹر نظریہ کے حامی بھی نہیں تھے، آتنک کے طرفدار نہیں تھے، اچانک سو سالوں سے یہ بھیانک روگ اس قدر پھیل گیا کہ اس کی صورت مسخ ہو کر آتنک میں بدل گئی۔

ماضی کا اسلام اور آج کا اسلام

اے محترم دوستو! یہی وہ شرک وبدعت کے مہلک جراثیم ہیں جو انسان اور انسانیت کو تباہ کر رہے ہیں، اللہ کے لئے سوچو، آج سے سو سال پہلے کی تاریخ

پر نظر ڈالو، وہ کیسا اسلام تھا جو دنیا کے کونے کونے میں انسان اور انسانیت کو ترقی دینے، امن اور پریم کا درس دینے کے لئے پہنچا تھا، آج سے سو سال پہلے کے لوگ جو صوفیان کرام کا حقیقی مذہب اسلام رکھتے تھے، کیا ان کے تیرہ سو سالہ اسلام کے دامن پر ایک بھی داغ نظر آتا ہے؟ آج سو سال کے اندر اسلام کا دامن داغدار ہی نہیں تار تار ہو چکا ہے، انسانیت شرمسار ہو رہی ہے آخر کیوں؟ کیوں کہ ہم تیرہ سو سال کے پہلے والے ''صوفیوں کے اسلام'' کے خلاف ہو کر صوفیان کرام کے دُشمن ہو گئے، پیغمبروں اور اولیاء اللہ کے آستانوں کو مزاروں کو مسمار کرنے پر جشن اور خوشیاں منانے لگے، وہ روحانی مقبرے جو ''حقیقی اسلام'' کی علامتیں تھیں۔ وہ صوفیان کرام کے آستانے تمام مذاہب والوں کے لئے امن اور اتحاد کا درس دینے والے، محبت اور پریم کا سندیش دینے والے مراکز تھے، آج یہ کیا ہو گیا کہ ہم صوفیان اکرام کے ہی ''حقیقی اسلام'' کے دشمن ہو گئے۔ انجام کارسازی دنیا میں انسانیت رسوا اور شرمسار ہو رہی ہے لوگ ظلم سے تنگ آ کر قرآن اور اسلام پر حملے کرنے لگے ہیں، ہمارے علماء نے قرآن کے تراجم کئے اور وہاں بھی گڑبڑیاں کر بیٹھے (لفظ کافر تو عربی ہے اس لفظ کا ترجمہ کیوں نہیں کیا اس کا ترجمہ حق کا انکار کرنے والا، ستیہ کا انکار کرنے والا ہونا تھا) عربی نہ جاننے والے لوگ اپنی اپنی زبانوں میں قرآن کے تراجم پڑھ کر آگ بگولہ ہونے لگے۔ دوسرے مذہبوں کے رہنما جو کل تک صوفیان کرام کے دیوانے تھے آج وہ لوگ قرآن اور اسلام سے نفرت کرنے لگے ہیں کل تک ہر قوم کے لوگ یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے کے لوگ صوفیوں کے اسلام کی، اسلام کے قرآن کی عزّت و تعظیم

کرتے تھے، آخر ایسا کیا ہو گیا؟ کیا قرآن بدل گیا؟ نہیں بلکہ تراجم بدل گئے ہیں، ہر فرقے نے اپنا من پسند ترجمہ کر لیا ہے۔ ہر فرقے کے علماء نے اپنے نظریات اور فطرت کے مطابق گول مول ترجمہ کر چکے ہیں جس کو پڑھکر لوگ کچھ کا کچھ سمجھنے لگے ہیں۔

اے صوفیان کرام کے ماننے والو! ائے صوفیان کرام کے ماننے والوں کی اولادو! سعودی ازم کو اسلام نہ سمجھو وہ شرک اور بدعت کے جراثیم پیدا کرنے والی لیبارٹری ہے۔ سعودی عرب کے وجود میں آنے سے پہلے عربستان میں کونسا اسلام تھا، اس تاریخ کو بھی پڑھو، سمجھو اور عمل کرو۔ ان کی داڑھیاں اور حلیہ نہ دیکھو، ان کے اخلاق اور کردار کو دیکھو! کیا ان لوگوں کے اخلاق و کردار صوفیان کرام جیسے ہیں؟ کیا وہ بھی انسان اور انسانیت کے دوست رحم دل اور شفیق ہیں؟ کیا وہ انسانیت سے محبت رکھنے والے امن اور شانتی کا سندیش دینے والے ہیں؟ ہرگز نہیں، جو بھی وہاں جاتا ہے پٹرو ڈالر کے لئے انہیں کے جیسا شرک و بدعت کا روگی بنکر آتا ہے، اولیاء اللہ کی، صوفیان کرام کی دشمنی لیکر آتا ہے یا صوفیوں کے اسلام کا دشمن بن کر آتا ہے۔ زرا سوچو! تم اللہ کے دوستوں کی توہین کرو، ان کو گالیاں دو اور ان کے مزارات کو مسمار کرنے کی تمنّا رکھو تو کیا تمہیں اللہ دوست رکھے گا؟

ائے عالمو! ائے عالموں کو اپنا پیشوا ماننے والو، ائے پیرو، ائے مرشدو، ائے انسانیت سے ہمدردی رکھنے والو، دانشورو، ائے شاعرو، ائے ادیبو، ائے فنکارو، ائے ملک عظیم ہندوستان کے باشندو، زرا میری تحریروں پر غور کرو، میرے نظریات کو تنقیدی نظر سے نہ پڑھو، میری کتاب کو عیب جوئی کی نیت سے نہ پڑھو،

زرا ٹھنڈے دماغ سے سوچو، آج دنیا کے حالات کیسے ہیں اور ہمارے ملکی حالات کیسے ہیں؟ ہمارے ملک پر بے دریغ حملے کر کے بے گناہوں کا ناحق خون بہایا جا رہا ہے، ہماری سرحدوں میں چوری چھپے انسانیت کے دشمن گھس آ رہے ہیں جن سے مڈبھیڑ میں ہمارے بے گناہ فوجیوں کی جانیں جا رہی ہیں اگر ہمارے فوجی ہمارے ملک کی سرحدوں کی نگرانی نہ کرتے تو کیا ہم سب چین کی نیند سو سکتے تھے؟ کیا ہمارے شہر، گاؤں، ہماری تجارتیں اور ہمارے پریوار یا خاندان صحیح سلامت ہوتے؟ ہمارے فوجیوں کی بیویاں بیوہ ہو رہی ہیں، ان کے بچّے یتیم ہو رہے ہیں، اب ہر ہندوستانی کا ضمیر جاگ جانا چاہئے، ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ اپنے دیش اور دیش کی سرحدوں کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کر دے، نچھاور کر دے۔ اگر دیش سلامت ہے تو ہم سلامت ہیں، دیش کی سلامتی میں ہم سب کی سلامتی ہے، اب ہر ہندوستانی کو پہلے ہندوستانی ہونا ہوگا اور ہندوستان کے دشمنوں کو جواب دینے کے لئے ہر ایک ہندوستانی کو تیار رہنا ہوگا۔

معاهدۂ امن

اے مسلم بھائیو! کیا نبی کریم ﷺ نے مدینے اور مدینے والوں کی حفاظت کے لئے مدینے میں بسنے والی ہر قوم کے لئے اسلامی تاریخ میں ''**میثاقِ مدینہ**'' کے نام سے معاہدہ نہیں کیا تھا؟ کیا نبی کریم ﷺ نے بذاتِ خود یہودی علماء کے ساتھ معاہدے میں یہ نہیں لکھوایا تھا کہ ہمارے مذہب الگ الگ ہیں مگر قومیت کے لحاظ سے ہم سب ایک ہیں، ہم سب بھائی بھائی ہیں؟ کیا نبی کریم ﷺ نے میثاقِ مدینہ کے معاہدہ میں یہ نہیں لکھوایا تھا کہ تمہارا دشمن اگر تم پر حملہ

کرے تو ہم تمہارے ساتھ ان انسانیت کے دشمنوں کے خلاف لڑیں گے (خواہ وہ کسی بھی قوم کا ہو) اگر ہمارا دشمن ہم پر حملہ کرے تو تم ہمارے ساتھ مل کر ان انسانیت کے دشمنوں کے خلاف لڑو گے، کیا اس معاہدہ پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ یہودی علماء نے دستخط نہیں کئے تھے؟ کیا نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کو ان کے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی نہیں دی تھی؟ کیا قرآن نے ''تمہارا دین تمہارے ساتھ میرا دین میرے ساتھ'' کہنے کا حکم نہیں دیا ہے؟ اگر یہ سب کچھ واقعات تاریخی شواہدات ہیں تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ کسی کا مذہب خواہ کوئی بھی ہو، کسی بھی مذہب والا اپنے مذہب پر عمل کرے اور ہمیں اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے سوچنا چاہئے کہ کیا ہم ہندوستانیوں کی قومیت ایک نہیں، شہریت ایک نہیں؟ اگر ہے تو ہم سب کو ایک ہو کر اپنے ملک کی حفاظت کے لئے ہر وقت تیار رہنا ہوگا۔

ائے ہندوستان کے غیور فرزندو!

ائے سامراٹ اشوک کے بیٹو! ائے رام کے پرستارو! ائے اہنسا کے پجاریو! ائے گوتم بدھ کے پرستارو! ائے بسویشور کے بھگتو! ائے نانک جی کے سردارو! ائے عیسیٰ علیہ السلام کے پرستارو! ملک کے کونے کونے میں پھیلے رشیوں منیوں سنتوں اور سادھوؤں کے ماننے والو! ائے اللہ کے امن پسند بندو! ائے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اور چار پیر چودہ خانوادوں کے مریدو! ائے خواجۂ اجمیری کے غیور روحانی بیٹو! ائے بختار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی پیروکارو! اے بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے دیوانو! ائے نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے پروانو! ائے صابر پیا رحمۃ اللہ علیہ کے مستانو! ائے مخدوم اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادو! ائے قاسم سلیمانی قادری رحمۃ اللہ علیہ

چنار شریف کے روحانی اولا دو! اۓ خواجۂ دکن بندہ نوازؒ کے متوالو! اۓ قطب الاقطاب سرکار نور محمد شاہ قادریؒ کے روحانی فرزندوائے میراں اشرف قادریؒ (پیر چھتر) بھرونچ کے شیدائیو! اۓ عبدالستار ہادی قادریؒ چگری کے عاشقو، اۓ بابا فخر الدینؒ پیگنڈہ کے محبوبو، اۓ شہنشاہ دکن سرکار ہاشم پیر دستگیرؒ کے شریف روحانی اولا دو، اۓ حضرت مؤمن بادشاہ قادریؒ کے شریف اولا دو! اۓ امام احمد رضا خاںؒ کے روحانی پیروکارو! اۓ حضرت انوار اللہ شاہ فاروقیؒ کے روحانی سپوتو! اۓ قادرولی ناگور شریفؒ کے جاں نثارو! اۓ شاہ عبداللطیف قادری قطب ویلورؒ کے مستانو! اۓ دنیا کے تمام صوفیان کرام کے پیروکارو! جاگو، اٹھو! ان اللہ کے دوستوں کے پیغامات ہر انسان تک پہنچاؤ، امن اور صلح کی تبلیغ کرو، پریم اور محبت کا سندیش دو اپنے ملک ہندوستان جنّت نشان کی عظمت ووقار اور تحفظ کے لئے جاں نثاری کا جذبہ رکھو اس صوفیوں اور سنتوں کے دیش کے تعلیمات کو عام کرو، ساری دنیا میں ہندوستان کے ادھیاتم اور تصوف کی تشہیر کرو تا کہ ہمارا ملک ساری دنیا میں امن اور انسانیت کا علمبردار بن جائے۔ آپسی نفرتیں، عداوتیں بھلا دو، اب وقت آ چکا ہے اپنے دیش کی حفاظت میں کھڑے ہو جاؤ، ہمارا دیش سیتا کے دامن کی طرح پوتر ہے، اس پر دشمنوں کی ناپاک نظریں پڑنے نہ دو، اپنے دیش کی طرف اٹھنے والے ہر ناپاک ہاتھوں کو توڑ دو، اب سب ملکر اس کی حفاظت کرو، دین دھرم ذات برادری کے نام پر نفرت پھیلانے والی بیماری کو ہی جڑ سے اکھاڑ پھینک دو، حدیث پاک میں آتا ہے: **حب الوطن شعبة من الایمان.** ''وطن کی محبت ایمان کا حصّہ

ہے۔'' اپنے وطن اور اہل وطن سے محبت کرو، ہمارے وطن کو یوگ اور ایوروید سے صحت مند بناؤ، ادھیاتم اور تصوف سے ہمارے دیش کے ہر انسان کی آتما کو پوتر کرو، آپسی بھائی چارگی کو فروغ دو، ہماری اس دھرتی پر جینے والا ہر انسان پہلے انسان ہے پھر وہ کسی بھی دھرم کو ماننے والا ہے۔ ہم ہندوستان کے لوگ پہلے انسان ہیں بعد ''ہندو'' یا ''مسلمان'' ہیں، ہمارے لئے پہلے دیش ہونا چاہئے پہلے ہمیں ہماری زمین ہونا چاہئے اگر زمین ہی نہیں ہوگی تو عمارت کیسے بنے گی؟ اگر دیش ہی نہ ہوگا تو یہاں نہ ہندو ہوگا نہ مسلمان ہوگا۔ لہٰذا دیش کی حرمت کو سمجھو، اسی دیش میں ہم کو جینا اور مرنا ہے ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اپنے دیش کو جنت کا نمونہ بنالیں، سورگ کا نمونہ بنالیں، بس ہمارے علم احساس اور شعور نے جہاں تک ہمیں اجازت دی ہم نے اپنا قلمی پیغام پہنچانے کی کوشش کی، اب اللہ سب کو نیک عقل دے، اور ایشور سب کو ست بدھی دے! آمین ثم آمین

اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرۃ ۲:۳۰) ''میں زمین پر اپنا خلیفہ (نائب) بنانا چاہتا ہوں'' معلوم ہوا کہ اللہ ربّ العزت اپنے خلیفہ آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے یا بنانے سے پہلے زمین کو پیدا فرما چکا تھا پھر آدم علیہ السلام کو زمین پر روانہ کرنے سے پہلے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرۃ ۲:۳۱) ''ہم نے آدم کو تمام علوم سکھائے۔'' یہ تمام علوم کیا ہیں؟ اۓ دوستو! یہ تمام علوم دین اور دنیا کے ہیں، قانون الٰہی کے ہیں اور نظام دنیا کو برقرار رکھنے کے ہیں۔ لہٰذا آدم علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائے تو دین اور دنیا کے تمام علوم لائے اور اپنی اولادوں کو دین اور دنیا کے علوم سے آراستہ کرنے لگے۔ معلوم

ہوا کہ زمین پہلے تھی بعد میں دین آیا اگر زمین ہی نہ ہوتی تو دین کی یا دنیا کی عمارت کہاں تعمیر ہوتی؟ اگر اللہ چاہتا تو آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر آسمان پر ہی رکھ لیتا، زمین کی طرف کیوں بھیجا؟ جاننا چاہئے بنی نوع انسانی سے پہلے اس زمین پر قوم ''اَجنّہ'' بستی تھی اور ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالی نے تقریباً آٹھ سو پیغمبر بھیجے اور قوم اجنہ نے تمام پیغمبروں کو قتل کر ڈالا کیونکہ قوم اجنہ حق کو جھٹلانی والی تھی نیز اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ:

''ہم نے کل مخلوقات کے ساتھ زمین اور آسمانوں کو (ہمارے وقت زمانی کے مطابق) صرف چھ دنوں میں پیدا فرمایا'' اس سے معلوم ہوا کہ زمین پہلے تھی آدم علیہ السلام بعد میں آئے اور اس زمین کی مٹی سے آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی! اس لئے ہم ہندوستانیوں اور دیش واسیوں کے لئے ہم سب کے لئے پہلے دیش پیارا ہونا چاہیے کیونکہ ہماری قومیت ایک ہے، شہریت ایک ہے، ملک ایک ہے۔ اسی قومیت کے نظریہ کی تائید میں ''میثاق مدینہ'' کا عبرت انگیز واقعہ گذر چکا ہے اگر ہم مذکورہ واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو کئی قومی نظریئے نہیں رکھنا چاہئے، ہم ہندوستانیوں کو صرف ایک قومی نظریہ رکھنا چاہئے خواہ مذہب چاہے جتنے بھی ہوں اور جو بھی ان کے نظریات رہے ہوں، اسلام نے سب کو اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کا اختیار دیا ہے۔ **لکم دینکم ولی دین** ○ ''تیرا دین تیرے ساتھ میرا دین میرے ساتھ۔''

نیز ارشاد گرامی ہے: **لا کراہ فی الدین** ○ ''دین میں زور زبردستی نہیں ہے۔'' آگ، ہوا، پانی، مٹی ان چار عناصر سے اللہ نے زمین اور آسمان میں

چاند، سورج، ستارے، سیارے وغیرہ کی تخلیق فرمائی اور ہر چیز کا ایک دین ہوتا ہے مثلاً ''آگ'' کا دین جلنا اور جلانا ہوتا ہے اگر اعتدال سے اسے استعمال کیا جائے تو انسان اور زمینی مخلوقات کو نفع پہنچاتی ہے۔ اس طرح ''ہوا'' کا دین چلنا اور مخلوقات کو زندہ رکھنے میں مدد کرنا بہار اور خزاں کی آمد کا پیغام دینا ہے۔ ''مٹی'' کا دین زمین کو بسائے رکھنا اور اس پر بسنے والوں کے لئے امداد پہنچانا ہے، اگر زمین کو اعتدال سے استعمال کرتے ہیں تو زمین ہی کو جنت کا نمونہ بننا ہے اگر اعتدال سے باہر چلے جاتے ہیں تو زمین ہی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح ''پانی'' کا دین زمینی مخلوقات کو سیراب کرنا، بہنا، پیاس، بجھانا ہے اور زمین کو سبزہ زار کرنا ہے، زمین پر بسنے والی ہر مخلوق کا ایک دین ہوتا ہے، حشرات الارض کا دین رزق کی تلاش کرنا ہے، چرندوں کا دین چارہ چرنا ہے اور اس میں جو پالتو ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ انسانوں کو نفع پہنچائے، درندوں کا دین درندگی کرنا، پرندوں کا دین رزق وروزی کی تلاش کرنا ہے۔ اس طرح انسان کا دین انسانیت کا تحفظ کرنا، ظلم وبربریت سے پاک رکھنا ہے، قانونِ الٰہی کے مطابق اس زمین کو جنت کا نمونہ بنانا ہے نہ کہ جہنم کا۔ شیطان کا دین شیطانیت کو پھیلانا ہے ظلم وستم کی ترغیب دینا ہے۔ لہٰذا اس زمین پر بسنے والے رحمان کے بندے انسان، انسانیت کے دوست اور خدمت گذار ہوتے ہیں، اسی طرح شیطان کے چیلے ظلم وبربریت، جفا کاری، غداری، بے ایمانی، جھوٹ فریب، دھوکہ اور دہشت گردی میں ملوث ہو کر اس زمین کو جہنم کا نمونہ بنانا چاہتے ہیں۔ اب اس بحث سے اندازہ لگا لو کہ اگر زمین ہی نہ ہوگی تو عمارت کہاں تعمیر ہوگی؟

اے دوستو! ہم سب ہندوستانی ہیں، ہم سب بھارتی ہیں، بھارت کے عزت دار شہری ہیں، ہماری قومیت ایک اور ہماری شہریت ایک ہے، ہماری تہذیب ملتی جلتی ہے، ہمارا معاشرہ ایک دوسرے کی مدد کے بغیر نہیں چلتا، ہمارے کاروبار ایک دوسرے کی مدد کے بغیر نہیں چلتے، ہمارے محترم قانون نے ہم سب کو برابری کا حق دیا ہے، سب کو اپنے اپنے مذہبوں پر عمل کرنے کا حق دیا ہے، تو ہم سب ایک ہیں اور ہمیں ایک ہی بنکر رہنا ہوگا، ہم سب کو مل کر ملک اور انسانیت کی خدمت کرنا ہوگا، اپنے ملک کا نام روشن کرنا ہوگا، اگر کہیں تمہیں اپنے ملک کا غدار نظر آتا ہے خواہ وہ غدار کوئی بھی ہو حکومت کو اس غدار کی اطلاع دو، انسان اور انسانیت کو امن وشانتی، محبت، پریم سے جینے دو۔ یاد رکھو (Internet) انٹرنیٹ پر انسان اور انسانیت کے دشمن شیطانی نظریات کی تبلیغ کر رہے ہیں، بے گناہوں پر ظلم ڈھانے کی تبلیغ کر رہے ہیں، جنت کے سہانے سپنے دکھا رہے ہیں، ایسے شیاطین کی باتوں پر ہرگز یقین نہ کرو، نہ ہی ایسی کسی (Website) ویب سائٹ کو دیکھو، خبردار رہو، چوکنّے رہو اور اپنے ملک کی حفاظت کو اپنا فرض اوّلین سمجھو، ملک اور قوم کی خدمت کرو۔

انٹرنیٹ کا جال

انٹرنیٹ ایک جال ہے یا جنجال ہے اس میں پھنسے ہوئے ایک عام انسان کی عقل پریشان ہے اس کا نفع اور نقصان سمجھنے سے عام عقل عاجز ہے سوشل میڈیا کے حقوق کے نام پر غیر انسانی نظریات کی تبلیغ کی جارہی ہے بناوٹی خبریں حادثے جنسی بے راہ روی اور وحشیانہ ترکیبوں کے نسخے عام کئے جارہے ہیں،

نوجوان نسلوں کو گمراہ کرنے کی کوششیں تیز تر ہوچکی ہیں، انٹرنیٹ کے ذریعہ اچھی مثبت اور انسانیت کو نفع پہنچانے والی باتیں کم اور غیر انسانی جذبات کو اُبھارنے کی ترکیبیں بہت زیادہ ہیں دیش اور دنیا کے خلاف نفرتوں کے بارودی حربے زیادہ ہیں، بیہودہ مذاکرات کی تفصیلیں بھی ملتی ہیں دوسری طرف انٹرنیٹ کا ایک اچھا پہلو بھی ہے جہاں انسانیت کو نفع پہنچانے والے صوفی سنتوں کی زندگیوں کی معلومات کے ساتھ صوفیانہ زندگی اور ادھیاتمک زندگی جینے کے طریقے بھی بتائے جاتے ہیں کہ ہم ایک بہترین انسان کس طرح بنیں، بڑے بڑے گیانیوں اور صوفیوں کی داستانیں بھی پڑھنے کو ملتی ہیں مگر سوال یہ ہے کہ اس طرف دنیا کے عام لوگوں کا رجحان کس قدر ہوتا ہوگا؟ کیونکہ صوفیانہ طریق یا ادھیاتمک راستہ انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنانا چاہتا ہے مگر آج کا انسان اگر واقعی انسان بننا چاہے تو اس طرف اُس کا رجحان ضرور ہوگا مگر آٹے میں نمک کے برابر، آج کل دیندار اور دیانتداروں کو اختلاف میں اُلجھانے کے لئے احادیث کے نام پر کچھ ایسی ایسی عجیب وغریب بے سند آدھی ادھوری روایات واحادیث پیش کی جارہی ہیں جس کو پڑھنے کے بعد ایک جاہل قاری اُسے فوراً تسلیم کرلیتا ہے مگر عقلمند حیران ہوجاتا ہے کہ آخر یہ کیسی حدیثیں ہیں۔ لہٰذا گر ایسی حدیثیں آپ کو انٹرنیٹ سے پہنچ رہی ہوں تو کسی صوفی سنّی عالم سے تحقیق کرواکر اس کو تسلیم کریں ورنہ جنت اور جہاد کے نام پر بہت سے بے معنی اقوال حدیثوں کے نام پر انٹرنیٹ کے ذریعہ پیش کی جارہی ہیں، اگر کسی بھی حدیث میں مظلوموں کے خلاف ظلم کرنے کا حکم ملتا ہے تو اُسے ہرگز حدیث تسلیم نہ کریں کیونکہ رسول پاک ﷺ جو خود مظلوموں

کے حامی اور سراپا رحمت ہیں یہ حکم کس طرح دے سکتے ہیں۔لہٰذا ایسی معلومات کے لئے مستند صوفی سنّی علماء کی کتابوں سے ان احادیث کی تحقیق کرلیں ورنہ انٹرنیٹ کی یہ سازشیں عالمی بھائی چارگی محبت ومساوات اور عالمی امن کے لئے خطرناک ثابت ہونگیں۔آج کل انٹرنیٹ کے ذریعہ فتوے بازی عام ہورہی ہے من گھڑنت مناظرے کی خبریں پھیل رہی ہیں۔لہٰذا عوام الناس کو چاہیے کہ ایسی خبروں پر ہرگز دھیان نہ دیں۔اۓ اللہ کے بھولے بھالے بندو اگر تمہیں انٹرنیٹ کے استعمال کا شوق ہے تو انسانیت کی خدمت امن و پریم شانتی و بھائی چارگی کے متعلق معلومات حاصل کرکے اس پرشوق سے عمل کرو ورنہ انٹرنیٹ نام کے گمراہ شیطان سے پرہیز کرو خصوصاً ایک فرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور پنجتن پاک کی آڑ میں اکابرین صحابہ اکرام کی توہین کا پہلو نکالنے کے جتن میں مصروف ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں عجیب وغریب اقوال کو پیش کرتا ہوا انٹرنیٹ پر مل رہا ہے یادرکھو اگر خلفائے راشدین میں سے کسی کا بھی انکار کوئی فرقہ کرتا ہے تو وہ سراسر گمراہی ہے کوئی بھی اکابر صحابہ کرام کی توہین کرتا ہے تو وہ ہدایت کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے،ایسے مقررین یا پیروں کے اثرات سے اپنے ایمان کو بچاؤ۔ لہٰذا انٹرنیٹ کا استعمال دینی معلومات کے لئے کرتے ہو تب بھی یہ نقصان دہ ہوگا کیونکہ انسان غلط فیصلہ بھی اخذ کرسکتا ہے اس لئے صوفی سنّی علماء کے مشورے کے بغیر کسی بھی قول کو تسلیم نہ کرو اور نہ ایسے کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت کرو۔

ایک عاجزانہ گذارش

اۓ میرے دیش واسیو!اۓ دیش بھکت لوگو!اۓ دیش پریمیو!اۓ

انسانیت کے دوستو!ہمدردو!اۓ میرے دیش کے مہان سپوتو!ہمارے دیش کو وشوگرو بناؤ،امن وشانتی اور پریم کا پرتیک بناؤ اور دنیا والوں کو یہ سندیش بھی دو کہ ہمارا ہندوستان جنت نشان دنیا میں ایک ایسا واحد ملک ہے جس نے کسی بھی ملک پر حملہ نہیں کیا۔دنیا کی کوئی بھی تاریخ ہندوستان کے خلاف یہ ثبوت پیش نہیں کرسکتی کہ ہندوستان نے کسی بھی ملک کے خلاف جارحانہ حملے کئے ہیں،انسانیت کے خلاف سازشیں کی ہیں،ہمارا ملکِ عظیم وہ ہے جس کی تعریفیں دنیا کے صوفیان کرام نے کی ہیں،شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ،علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ،مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہندوستان کو بہت پسند فرمایا ہے۔اس کے علاوہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہندوستان کے متعلق فرمایا کہ مجھے ہند سے (خوشبودار) ٹھنڈی ہوا آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

اے ہندوستان کے غیور سپوتو!اۓ ہندوستان کے عظیم بیٹو!ہندوستان کو وشوگرو بنانے کی کوشش کرو،دین دھرم کے نام پر دنگے فساد بند کرو،اللہ اور رام کے نام پر سیاست نہ کرو،مندر مسجد کے نام پر ظلم وزیادتی کو ہوا نہ دو"راشٹر گان گایا جائے یا نہ گایا جائے"یہ فتنے بند کرو،ہمارے راشٹر کا گیت فخر سے گاؤ،بھارت کا سر اونچا کرو،ترنگے کی حرمت اور حفاظت کے لئے جان کی بازی لگادو،اگر ہم سب مل کر جینے کی بجائے آپس میں ہی لڑتے رہیں گے،دنگے فساد کرتے اور راشٹر کی سمپتی کو نقصان پہنچاتے رہیں گے،تو کیا ملک کے اندر ہی ہونے والے جھگڑے اور فسادات سے ملک کے دشمنوں کو فائدہ نہیں ہوگا؟اس لئے یہ جھگڑے ختم کرکے آپسی بھائی چارگی کو فروغ دو اور ملک کے باہر ہی دشمنوں کو منہ توڑ

جواب دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہو، ورنہ ہمارے ملک کا دشمن ہماری اس کمزوری کا فائدہ اٹھا کر ہمارے ملک میں فساد اور دہشت کو پھیلانے میں کامیاب ہوجائے گا۔

کونوا مع الصّادقین

اے انصاف پسند لوگو! ذرا اللہ کے اس فرمان یا آدیش کو غور سے سنو! کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ''تم سچوں یعنی صادقین کے ساتھ ہوجاؤ'' حق پرستوں یا ستیہ کے پرستاروں کے ساتھ ہوجاؤ، اب بتاؤ یہ صاقین یا سچّے اور حق پرست حضرات اگر صوفیان کرام نہیں تو اور کون ہیں؟ صادقین کے ساتھ ہونے والے لوگوں کو صوفیان کرام کے پیروکار کہا جارہا ہے یا نہیں؟ اللہ نے خود صادقین کی جماعت یعنی صوفیان کرام اور ان کے ماننے والے ان کے ساتھ یا ان کے نقش قدم پر چلنے والے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ نہیں؟ نیز اللہ تعالی فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ''بیشک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے'' کیا معنٰی؟ یہ صبر والے لوگ کون حضرات ہیں؟ صبر کا معنی کیا ہے؟ شانتی و امن اور اللہ کی ذات پر پورا یقین رکھ کر نفس کے ہر تقاضے کے خلاف دھیرج یا شانتی رکھنے کو صبر کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ نے شانتی پسند، امن اور صلح پسند لوگوں کو ہی صبر والے لوگ کہا ہے، یہ صبر والے لوگ کون ہیں؟ یہ صرف صوفیان کرام ہی ہیں اس دنیا میں ہر مہذب قوم صوفیان کرام کے صبر، امن اور شانتی کی قائل ہے، دنیا کی کسی بھی قوم کا انسان صوفیان کرام کا دشمن نہیں ہوسکتا، نہ ہی ان کو بے صبر لوگ کہہ سکتا ہے۔ قرآن نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ صادقین و صابرین کی جماعت ہر جماعت سے الگ ہے۔ حق

پرستوں، امن اور شانتی رکھنے والوں کا اسلام یقیناً اسلام کے نام پر بننے والے بہتر ٹکڑوں سے سو فیصد الگ ہے۔ اسلام صبر، امن اور شانتی والوں کی جماعت کو کہتے ہیں نہ کہ اسلام کے نام پر بنے ہوئے بہتر ٹکڑوں کو۔ کیونکہ اللہ نے صوفیان کرام، صادقین، حق پرست صبر والوں کے اسلام کو تمام نعمتوں کے ساتھ خود مکمل کیا ہے، صبر اور شانتی والوں کے اسلام سے خود راضی ہے تو ایسے اسلام کے بہتر ٹکڑے کس طرح ہوسکتے ہیں؟ اور یہ جو کہہ رہے ہیں۔ اسلام ٹکڑے ہو چکا ہے وہ اسلام نہیں، معلوم ہوا کہ حق پرست صبر والوں کا اسلام ہرگز ٹکڑے نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ صوفیان کرام اور ان کے پیروکاروں کا دین ہے جس سے اللہ خود راضی ہے۔

اگر صوفیان کرام کا اسلام ہر فرقے سے بہتر اور تمام فرقوں سے الگ نہ ہوتا تو مذکورہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے بہتر ٹکڑوں میں سے چند ٹکڑوں کے لوگ صوفیان کرام کے ماننے والے یا پیروی کرنے والوں کو قتل کیوں کرتے؟ اور یہ وہابی ازم کے ماننے والے لوگ صوفیان کرام، انبیاء کرام اور صحابۂ کرام کے مزارات کو بموں سے کیوں اُڑاتے؟ سعودی حکومت اگر صوفیان کرام کی عزت کرتی یا ان کا اسلام رکھتی تو جنت البقیع پر بلڈوزر چلا کر صحابۂ کرام اور صوفیان کرام کے مزارات پر ظلم کیوں ڈھاتی؟ اور ان کے مزارات، گنبدوں، قبروں کو مسمار کرکے زمیں بوس کیوں کرتی؟ معلوم ہوا کہ اس زمین پر حق پرست، صادقین اور صبر والے صوفیان کرام کا اسلام ہی وہ اسلام ہے جس سے اللہ خود راضی ہے اور وہابی ازم ناراض ہے۔

افریقہ میں ایک غریب طبقہ صوفیان کرام کا پیروکار ہے اور ان کی ایک

مختصر جماعت ہے۔ لہٰذا صوفیان کرام کے دشمن ظالموں نے ان لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنادیا، کیا صوفیان کرام کے ماننے والوں کے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو بخشا؟ کیوں ان بے گناہ لوگوں کو ناحق موت کے گھاٹ اُتار دیا؟ اور ہم دنیا کی ہر مُہذب قوم کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ حق پرستوں کی صبر والی جماعت کا نام ہی حقیقی ''اسلام'' ہے، نہ کہ اسلام کے نام پر بننے والے بہتر ٹکڑوں کا کٹ پیس اسلام حقیقی اسلام ہے۔

مذہب صوفیان اکرام

اے ہندوستان کے انصاف پسند باشندو! اے حق اور صبر میں یقین رکھنے والے بھائیو! جان لو ہم صوفیان کرام کے پیروکاروں کا دین ہے ''**صوفیان اکرام کا اسلام**'' ہے لیکن شیعہ طبقہ کے علاوہ اسلام کے نام پر جتنے ٹکڑے بنے ہیں وہ سب لوگ خود کو سنّی کہتے ہیں۔ صوفیان کرام کے دشمن صوفیان کرام اور پیغمبروں کے مزارات کو بموں سے اڑانے والے، جنت البقیع کے مزارات کو بلڈوزر سے روندھ کر رکھ دینے والے، حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو مسمار کرنے والے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت گاہ کو مسمار کر کے لائبریری بنانے والے کیا سنّی ہو سکتے ہیں؟ اگر چہ شیعہ جماعت کے خلاف یہ خود کو سنّی کہتے ہیں، تو ہم اِن ظلم وستم کرنے والے دہشت گردوں کو سنّی مسلمان ماننے والے نہیں ناحق قتل و غارت گری کر کے بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے، سیریا میں کئی لاکھ لوگوں کو دانے پانی سے تک محروم کر کے بھوکے پیاسے مرنے پر مجبور کرنے والے، پیغمبرانِ خدا، صحابۂ کرام اور صوفیان کرام کے مزارات کو بموں سے ارانے والے سنّی نہیں

ہیں، ہم لوگ تو انہیں مسلمان تو درکنار انسان بھی نہیں مانتے، تو تم دنیا والے انہیں سنّی مسلمان کس طرح مان سکتے ہو؟ وہابی ازم کے پیروکار اور آتنک وادی جماعت کے درندے اگر خود کو سنّی مسلم کہتے ہیں تو ہم صوفیان کرام کے پیروکار، حق پرست صبر والوں کے پیروکار آج سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم اُن کے مذہب کے سنی مسلمان نہیں ہیں، ہم ان کے فرقے کے سنّی نہیں ہیں، ہم فسادی دہشت پسندوں کے جیسے سنّی مسلمان نہیں ہیں، ہم سعودی ازم والوں کے جیسے مسلمان نہیں ہیں، ہم قبروں کو مسمار کرنے والے سنّی مسلمان نہیں ہیں، ہم وہابی ازم کے سنّی مسلمان نہیں ہیں، ہم آج سے اعلان کرتے ہیں کہ ہم صوفیان کرام کے پیروکاروں کا دین حقیقی اسلام ہے اور ہم صوفی سنّی مسلمان ہیں! دین حق صرف ''**صوفیوں کا حقیقی اسلام**'' ہے اور ہم ''**صوفی سنّی مسلمان**'' ہیں۔ ہم حق پرست صبر والے اور صوفیان اکرام کے اسلام کے پیروکار اور صوفی سنّی مسلمان ہیں اور ہم صوفیوں کے اسلام کے پیروکاروں یعنی صوفی سنّی مسلمانوں کو دہشت پسند ظالم وسفاک لوگوں کے مذہب سے نہ جوڑا جائے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم صبر اور شانتی والے صوفیوں کے اسلام کے پیروکار اور صوفیوں کے اسلام والے صوفی سنّی مسلمان ہیں اور صوفی سنّی مسلمان کہلانے کا حق صرف وہی رکھ سکتا ہے جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی دوسری قوموں کے تعلق سے کھوٹ نہ اور اُن کے لئے بحیثیت انسان وہ تمام حقوق تسلیم کرتا ہو جو اپنے لئے کرتا ہے۔ کسی بھی حالت میں نفرت کو دل میں جگہ نہیں دے گا محبت کا پرچار کرنے والے، نفرت کو محبت سے بدل دینے والے عمل جن کو صوفیان اکرام نے اپنا مذہب بنایا تھا اس پر ایمان رکھتا ہو۔ یکطرفہ طور پر

دوسری قوموں کے افراد کے ظلم وستم کو ملک کے قانون کے حوالے کر کے اپنی قوم کے افراد کے دوسری قوموں پر ظلم وستم سے پردہ پوشی نہ کرنا جن کے اصولوں میں شامل ہو، اس صوفیانہ طرزِ عمل کے علمبردار کی حمایت کرنے والے ہوں۔

حکومتِ ہند سے ایک مؤدبانہ التماس

ہم ہندوستان جنت نشان کے صدر جمہوریہ سے اپیل کرتے ہیں کہ ہم صوفیوں کے اسلام کے پیروکاروں کو ''**صوفی سنّی مسلمان**'' تسلیم کیا جائے۔ اور ہم ہمارے وطن عزیز ہندوستان کے آنریبل سپریم کورٹ سے اپیل کرتے ہیں کہ ہم صوفیوں کے اسلام رکھنے والے صوفی سنّیوں کو دیگر دہشت پسند لوگوں کی سنیت سے بالکل جدا سمجھے، ہم صوفیوں کے اسلام کے پیروکاروں کو صوفی سنی مسلمان تسلیم کر کے ہمارے شناختی دستاویزات میں ہمارے دین کو ''**اسلام**'' اور ہم صوفیوں کے اسلام رکھنے والوں کو ''**صوفی سنّی مسلمان**'' کہلانے کا حق دیا جائے اور ہماری شناخت اور شناختی دستاویزات کو صرف اسلام اور سنّی ہونے سے الگ کر کے ہمارے دین کو اسلام اور صوفیوں کے اسلام کے پیروکاروں کو صوفی سنّی مسلمان تسلیم کیا جائے۔ ہم ہمارے ملک کے وزیر اعظم سے اپیل کرتے ہیں کہ ہمیں صرف (peace loving) صوفیان کرام کے پیروکار تسلیم کیا جائے اور ہم کو صوفی سنّی مسلمان کہلانے کا قانونی حق دیا جائے۔ ہماری شناخت کو صوفیوں کے اسلام والے اور صوفی سنّی مسلمان کے نام سے تسلیم کر کے ہمیں امن اور شانتی سے جینے کا حق دیا جائے، ہم صوفیوں کے اسلام والے صوفی سنّی مسلمان لوگ، محترم لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے تمام ممبران حضرات سے گزارش

کرتے ہیں کہ ہم صوفی سنّی مسلمانوں کے اسلام کو حقیقی اسلام مانا جائے ''صوفی'' کا معنٰی ہندی میں ''سنت'' ہے۔ اے سنتوں کے ماننے والو! اے سنتوں کے بھگتو! ہم صوفیوں کے اسلام والے، صوفی سنّی مسلمان ہیں، ہم سعودی ازم کے نظریات رکھنے والے اسلام کے وہ سنّی مسلمان نہیں ہیں جو ساری دنیا کے ملکوں میں ظلم وبربریت پھیلاتے ناحق بے گناہ انسانوں کا خون بہاتے پھر رہے ہیں۔ لہٰذا ہم حقیقی ''**اسلام**'' کے پیروکاروں کو صوفی سنّی مسلمان تسلیم کر کے صوفیان کرام کے نقش قدم پر چلنے والوں کو صوفی سنی مسلمان مانا جائے کیونکہ یقیناً ہم صوفی سنّی مسلمان ہیں، ہم صوفیان کرام کے پیروکار سعودی ازم اور وہابی ازم کے نظریات کا اسلام رکھنے والے سنّی مسلمان ہرگز نہیں ہیں، اس طرح ہم اپنے ملک عظیم کی ہر ریاست کے وزراء اعلیٰ سے اور ان کی اسمبلیوں کے حضرات سے گزارش کرتے ہیں کہ ہم صوفیان کرام کے پیروکاروں کے دین کو حقیقی ''**اسلام**'' اور صوفیان کرام کی پیروی کرنے والوں کو صوفی سنّی مسلمان ہونے کا دستاویزی درجہ دلایا جائے تاکہ ہم امن وامان سے جی سکیں اور ہم ہندوستان جنت نشان کے تمام مذہبی رہنماؤں سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہماری شناخت کو صوفی سنی مسلمان کے طور پر تسلیم کریں اور ہم صوفیان کرام کے پیروکاروں کے دین کو حقیقی ''**اسلام**'' اور حقیقی اسلام کے ماننے والوں کو صوفی سنّی مسلمان کے نام سے پہچانیں کیونکہ ہر مذہب کے رہنما، علماء اور پنڈت حضرات نہ صرف صوفیان کرام کو جانتے ہیں بلکہ مانتے بھی ہیں وہ حضرات خود صوفیان کرام کے وچار اور اخلاق کی مثالیں دیتے ہیں تو لہٰذا ہم صوفیوں کے پیروکاروں کو صرف صوفی سنّی مسلمان تسلیم کریں۔

ائے دنیا کے کسی بھی ملک میں رہنے بسنے والے مسلمانو!

اگر تم لوگ حقیقت میں مسلمان ہو اور صرف حق وصداقت کو ہی پسند کرتے ہو اور تم دنیا میں امن اور چین سے جینا چاہتے ہو تو تم کو صوفیان کرام کی تاریخیں ضرور پڑھنی چاہئے اور اگر تم نے نہیں پڑھا ہو تو صوفیان کرام کے اخلاق، کردار، سیرت اور نظریات کو ضرور پڑھو اور بغور پڑھو اور سمجھو اور ان کی تعلیمات پر مکمل عمل پیرا ہو کر ان کے تعلیمات کو اپنا کردار بنالو اور اپنے آپ کو مہذب بنالو اور اپنی آنے والی نسلوں کو ان صوفی علوم سے آراستہ وپیراستہ کرو تا کہ وہ بھی حقیقی اسلام پر عمل پیرا ہو کر حکم الٰہی کے مطابق مکمل اسلام میں داخل ہو جائیں۔ ارشاد گرامی ہے: ادخلوا في السلم كافة ٥ ’’(ائے ایمان والو) تم اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ‘‘ یعنی دائرہ امن وسلامتی میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔ اور اپنے اپنے ملک کی حکومتوں سے اپیل کرو کہ وہ تمہارے دین کو حقیقی ’’اسـلام‘‘ تسلیم کریں اور تمہیں صوفی سنّی مسلمان کہلانے کا حق دیں، تم اعلان کردو کہ ہم سعودی ازم اور وہابی ازم کے نظریات والے اسلام کے پیروکار نہیں بلکہ تم لوگ صرف صوفیان کرام کے پیروکار اور صوفی سنّی مسلمان ہو خواہ تم لوگ دنیا کے کسی بھی ملک کے مسلم باشندے کیوں نہ ہوں، اب وہ وقت آچکا ہے کہ تم لوگ اپنے اپنے ملکوں کی حکومتوں سے اپیل کرو کہ ہمارے دین کو حقیقی اسلام اور حقیقی ’’اسـلام‘‘ کے پیروکاروں کو صوفی سنّی مسلمان تسلیم کرلیا جائے۔ ورنہ ان ممالک کے حکمرانوں سے پوچھو کہ کیا تاریخ میں ایک بھی ایسا کوئی صوفی ملتا ہے جس کو

بادشاہت کا، اقتدار کا، دولت کا، اور شہرت کا نشہ رہا ہے؟ بلکہ تاریخ میں تو یہ ملتا ہے کہ صوفیان کرام نے تخت وتاج کو ٹھکرا کر خدمت خلق کو ترجیح دی، اگر نہیں! تو وہ صبر کرنے والے امن اور شانتی کے متوالے، انسان اور انسانیت کی خدمت کرنے کا حکم دینے والوں کی جماعت کا حقیقی اسلام اور سعودی ازم، وہابی ازم کے نظریات رکھنے والوں کا اسلام برابر کس طرح ہوسکتا ہے؟

ائے دنیاکے صوفی سُنی سلاسل کے رھنماؤ!

ائے اللہ کی دنیا کے حقیقی اسلام والو، صوفی سنّیو! دنیا کے حالات کو دیکھو، دنیا میں ہونے والے خون خرابے کو دیکھو، بے گناہوں کے بہتے خون کی فریاد سنو، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کے جلنے، مرنے، سسکنے کی آوازیں اور چیخیں سنو اور کوشش کرو کہ تم امن اور شانتی کے پیغام والے بنکر اُٹھو۔ ائے حقیقی اسلام کے ماننے والو، ائے صوفی سنّی عالمو، صوفی سنّی اسلام کے رہنماؤ، حقیقی اسلام کے رحم دل، شفیق، مہربان فرزندو، ائے دانشورو، ائے کامیاب اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگو اُٹھو! ائے منصف مزاج میڈیا سے جڑے ہوئے لوگو اُٹھو! ائے ادیبو، ائے شاعرو اُٹھو، جاگو اور کھلے دل سے اعلان کردو کہ ہم صوفیوں کے حقیقی اسلام کے پیروکار اور صوفی سنّی مسلمان ہیں اور اعلان کردو کہ ہم ظلم اور بربریت، ناحق قتل وخون اور غارت گری کرنے والوں کا اسلام نہیں رکھتے بلکہ حقیقی وہ اسلام رکھتے ہیں جو تمام انسانوں کی سلامتی کا ضامن ہے۔ لہٰذا شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں کہ تصوف عین دین اسلام ہے معلوم ہوا کہ صوفیان کرام اور صوفیان کرام کے پیروکاروں کا مذہب عین دین اسلام یعنی تصوف ہے۔

اۓ ہندوستان کے تمام سلسلوں کے پیرو مرشدو، صوفیو! اُٹھو جاگو اور اپنے صوفی مریدوں کو جگاؤ، ہاتھ پر ہاتھ دھرے مت بیٹھو اب وقت آچکا ہے، دنیا جل رہی ہے، جہنم کی طرح سلگ رہی ہے، انسان اور انسانیت بے قصور قتل ہورہی ہے، ظلم و دہشت اور بربریت کا شیطانی بازار سج چکا ہے۔ اُٹھو، جاگو، اۓ صوفیان کرام کے دیوانو! اُٹھو! اۓ نبی کریم ﷺ کے ''فقر'' پر فخر کرنے والو! اۓ صحابۂ کرام کے صوفی اخلاق، کردار، رحم دلی، شفقت اور انصاف کے قائل صوفیو، اٹھو، جاگو، اۓ صوفیان کرام کے صبر والے راستے پر چلنے والو، امن اور شانتی کے علمبردارو، اُٹھو! اۓ حقیقی اسلام رکھنے والے صوفیو، جاگو! اور صوفی سنّیوں کو جگاؤ، امن اور شانتی کا علم تصوف یعنی صوفی کردار کا، انسانیت نواز اخلاق کا، خدمتِ خلق، محبت اور پریم کا، آپسی بھائی چارے کا، پیغام دو! خواہ تم کسی بھی سلسلے سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں، تمام سلاسل برحق ہیں ہم سب کا ایک ہی اسلام ہے وہ ہے ''حقیقی اسلام'' ہم سب لوگ ایک حقیقی اسلام کے پیروکار اور صوفی سنّی مسلمان ہیں، اپنی اپنی خانقاہوں سے باہر نکلو، علماء حق کے سوا علماء سوء کے نظریات کی تائید مت کرو علماء حق جو صوفیان کرام کے پرستار ہیں ان کو مدارس کے ساتھ خانقاہی تعلیمات کی طرف توجہ دلاؤ، حقیقی اسلام اور صوفی سنّیوں کے حقوق کے لئے آوازیں اُٹھاؤ، ادھیاتم اور تصوف کا بول بالا کرو، نبی کریم ﷺ کی صوفی سیرت پر عمل کرو اور کرواؤ، صحابۂ کرام کے صوفیانہ اخلاق پر عمل کرو اور کرواؤ، صوفیان کرام کے امن اور شانتی والے نظریات پر عمل کرو اور کرواؤ اور **ہندوستان کو ادھیاتم اور تصوف کی تعلیمات سے وشو گرو بناؤ۔** ہمارا ''حقیقی اسلام''

ساڑھے چودہ سو سالہ پُرانا ہے، ہم ساڑھے چودہ سو سالہ حقیقی اسلام کے پیروکار ہیں ۱۸۵۷ء کے بعد کے جو مردہ فرقے اسلام کے نام پر وجود میں آئے ان سے دوری اختیار کرو ۱۸۵۷ء کے بعد کا اسلام سعودی ازم کی دین ہے، وہابی ازم کی دین ہے، صوفیان کرام کے دشمن دہشت پسند مولوی ازم کی دین ہے اس ۱۸۵۷ء کے بعد کے اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے فرقوں سے بیزاری کا اظہار کرو اور انھیں حقیقی صوفیانہ اسلام سے متعارف کراؤ جو سیرت مصطفیٰ ﷺ کا نچوڑ رہا ہے جو نفرت کے خلاف نفرت نہیں بلکہ محبت کا سلوک کرنا سکھاتا ہے، جو سماجی انتشار سے بچنے کے عمل کو عبادت کا درجہ دیتا ہے۔

اۓ دنیا کے ہر ملک میں بسنے والے صوفیو، پیرو مرشدو، تم سب جاگو، صوفیان کرام کے تمام سلاسل والے صوفیو! جاگو، حقیقی اسلام اور صوفی سنّیت کی تعلیم دو، اخلاق و کردار، سیرت، انصاف، انسانیت اور خدمتِ خلق کے جذبے کے ساتھ جاگو اور صوفیان کرام کے پیروکاروں کو جگاؤ، تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو، جو کہتے ہو اس پر عمل کرو، دولت اور شہرت کے پیچھے مت بھاگو، دنیا بھر کے مظلوم لوگوں کی حمایت کے لئے اُٹھو، ان بھوکے، پیاسے لوگوں کی حمایت کے لئے اُٹھو، انسانوں اور انسانیت کا ناحق خون بہانے والوں کے خلاف صف آرا ہو جاؤ، اپنے اپنے ممالک کے وفادار بن کر رہو۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وفادار ہو، صحابۂ کرام اور صوفیان کرام کے وفادار ہو تو اللہ کے بندوں کے غدار کس طرح ہو سکتے ہو، اگر تم حق کے وفادار ہو تو یقیناً ہر مورچے پر، ہر جگہ، ہر ملک میں وفادار ہی رہو گے اگر تم حقیقی اسلام رکھتے ہو، اگر تم صوفی سنّی مسلمان

ہو، ہم نے سنا ہے رشیا کے پاسپورٹ پر ان کے مذہب کے خانے میں ''صوفی اسلام'' لکھا جاتا ہے، رشیا کی حکومت نے صوفی اسلام کو قبول کرلیا ہے، رشین مسلمانوں کو صوفی ہونے کا درجہ دے دیا ہے۔تو ہم سب خواہ کسی بھی ملک میں کیوں نہ رہیں ہمارے شناختی دستاویزات پر ہمارے مذہب کے خانے میں حقیقی اسلام کیوں نہیں لکھا جاسکتا؟ ہم صوفیان کرام کے پیروکاروں کو صوفی سنّی مسلمان کیوں نہیں لکھا جاسکتا؟

حق بات کھو!

اۓ دنیا بھر کے صوفی اسلام کے پیروکارو، اۓ صوفی سنیّو، کیا نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ظالم بادشاہوں کے سامنے بے جھجک حق بات کہو، کیا یہی حق باتیں اور یہی حقیقی اسلام کو امام اعظم ابوحنیفہؒ نے نہیں پیش کیا؟ کیا اُس وقت کے ظالم و جابر حکمران نے ان کو جیل میں ڈال کر ان پر مظالم نہیں ڈھائے؟ انھیں جیل میں ڈال کر اس قدر تکلیف پہنچائی گئی کہ جیل سے آپ کا جنازہ ہی باہر نکلا، آخر ایسا کیوں ہوا؟ شاید اس وقت بھی کہیں نہ کہیں کٹر نظریات کے حامل بادشاہ رہے ہیں، جب امام احمد بن حنبلؒ نے جابر بادشاہ کے سامنے ''خلقِ قرآن'' کے مسئلے میں قرآن کے متعلق حق بات کہی کہ قرآن غیر مخلوق ہے، اس حق بات کے کہنے کے نتیجہ میں کیا آپ کو بھی جیل میں ڈال کر اذیتیں نہیں دی گئی؟ ہاں بہت اذیتیں دی گئی اتنی کہ آپ جیل میں زندہ گئے مگر جیل سے آپ کا جنازہ ہی باہر آیا، کیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو تنگ نظر سخت مزاج لوگوں نے آپ کے منہ پر کالک پوت کر شہر کی گلیوں میں گھما کر رسوا نہیں کیا؟ حضرت امام مالک کو تیس سال تک ان کے

اپنے گھر میں نظر بند رکھا، نماز باجماعت تک پڑھنے نہ دیا، ان کا قصور کیا تھا؟ بس یہی تھا کہ آپ سب حقیقی اسلام کے پابند حق بات کہنے والے اور کسی سے نہ ڈرنے والے تھے، ایسے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے، حق پرست صادقین صوفیوں کے پیروکاروں اور صبر والوں کے لئے، اتنی مثالیں کافی ہیں کہ وہ ظالموں سے نڈر ہوکر حقیقی اسلام کا اعلان کریں اور خود کے صوفی سنّی مسلمان ہونے کا اعلان کریں اور صوفیان کرام کے نقش قدم پر پوری ایمانداری کے ساتھ چلیں، حق بات کہیں اور حق بات کہنے پر کبھی نہ ڈریں کیوں کہ زندگی اور موت کا مالک صرف اور صرف اللہ ہے۔

آج کی دنیا اور دین دھرم کی حیثیت

آج کی مادّہ پرست دنیا، ترقی کی ہر منزل کو طئے کرنے کے جنون والی دنیا، خود کو سپر پاور ثابت کرنے کے لئے پاگل پن میں مبتلا ملکوں کی دنیا میں ''دین ودھرم یا مذاہب'' کی حیثیت آخر کیا ہے؟ دین دھرم کیا ہے؟ دین دھرم صرف ایک لیبل ہے، آج کل ایک ایسی دکان کا اصلی بورڈ ہے جس میں اکثر نقلی سامان بیچا جارہا ہے، اکثر لوگ دین دھرم کا سہارا بھی اسی لئے لینے لگے ہیں اور اسی لئے ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، پرچار اور تبلیغیں ہورہی ہیں کہ اصلی لیبلوں کی آڑ میں نقلی سامان بیچا جائے اور دنیا کمائی جائے، آج کل دین دھرم ایک ایسا خوبصورت پردہ ہے جس کی آڑ میں لوگ اپنی فطری بدصورتی کو چھپا رہے ہیں، دین دھرم شہد سے زیادہ میٹھے الفاظ ہیں مگر آدمی پورے جنون کے ساتھ جب اس شہد کو پی لیتا ہے تو دھرم کے نام پر دھرم کے اصولوں کو توڑ مروڑ کر رکھ دیتا ہے، آج کا انسان

خود کو کسی بھی دین دھرم سے جوڑ لیتا ہے، مرنے مارنے پر تُل جاتا ہے مگر دین دھرم کے معنٰی سے یکسر جاہل ہوتا ہے۔ صدیوں کی تاریخیں اُٹھاؤ، پڑھو اور انصاف سے سمجھنے کی کوشش کرو، مسلم، عیسائی ہو یا یہودی دین دھرم کے نام پر کتنی لڑائیاں لڑی ہیں، ان لڑائیوں کو جہاد یا دھرم یدھ کا نام دے دیا گیا اور ہر دین دھرم کے مفاد پرست ٹھکیدار یہی کہتے ہیں کہ دین دھرم کے نام پر قتل ہونے والے کو جنت یا سورگ ملے گی۔ بس مرو یا مارو، پوری دنیا میں دین دھرم کے نام پر جتنا خون بہا ہے اتنا خون دنیا کی کسی بھی جنگ میں نہیں بہا۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کیا دنیا کا کوئی بھی مذہب ناحق قتل وغارت گری کا حکم دیتا ہے؟ ہرگز نہیں مگر دنیا کے مذاہب کو ماننے والے اکثر لوگ عقل کے اندھے بھی ہوتے ہیں اور عقل کے بینا بھی ہوتے ہیں، دنیا میں کسی بھی مذہب کے ماننے والوں میں عقل کے اندھوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور عقل کی آنکھ رکھنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئی بھی مذہب اندھا نہیں ہوتا بلکہ مذاہب کے ماننے والے اندھے ہوسکتے ہیں۔ یہ دین دھرم کو ماننا کیا ہے؟ دین دھرم کو ماننا تو صرف ماننا ہے نہ جاننا ہے نہ پہچاننا ہے۔ اگر یہ دین دھرم کو ماننے والے، دین دھرم کو جانتے پہچانتے اور عمل کرتے تو کیا دنیا جہنم کا نمونہ بنتی؟ دین دھرم کو ماننا کیا ہے؟ ایک اعتقاد ہے، ایک وشواس ہے۔ یہ اندھا بھی ہوسکتا ہے؟ یہ اعتقاد یا وشواس ماننے اور پہچاننے کے تجربات سے محروم بھی ہوسکتا ہے، اعتقادات اور تجربات کا فرق ایک عام انسان نہیں سمجھ سکتا کیوں کہ اس طوطے کو جتنا رٹایا جاتا ہے رٹ لیتا ہے۔ مثلاً اسلام کا معنٰی کیا ہے؟ اسلام کا معنٰی ہے قانونِ سلامتی، یہ وہ قانون ہے جس سے اللہ راضی

ہے۔ اب ہم اسلام کے ماننے والے سے یہ پوچھتے ہیں کہ تم نے صرف اسلام کو مانا ہے تو کیا جاننے کی کوشش کی ہے؟ اگر جانا ہے تو کیا پہچاننے کی کوشش کی ہے؟ اگر کوئی صرف اسلام کو مانتا ہے نہ جانتا ہے نہ پہچانتا ہے تو وہ مسلمان اسلام کی عین فطرت سے ناواقف ہے۔ کیوں کہ اگر جانتا اور پہچانتا تو یہ جہاد کے نام پر مرنے مارنے والا مسلمان اپنے جہادی تنظیموں کے آقاؤں سے پوچھتا کہ تم ہمارے ساتھ مرنے اور مارنے کے لئے کیوں نہیں آتے؟ صرف ہمیں بے موت مرنے کے بعد ملنے والی جنت کے راستے پر کیوں چلا رہے ہو؟ کیا تمہیں اپنی جان جنت سے زیادہ عزیز ہے؟ اے ماننے والے مسلمانو! یہ جہاد نہیں ہے، دین کے نام پر تمہاری بلی چڑھا کر، دنیا میں دہشت پھیلا کر، حکومت حاصل کرنے کا حربہ ہے۔ ذرا سوچو! اس خونی کھیل میں اکثر وہی لوگ شامل ہوتے ہیں جو دین کو مانتے ہیں اور یہ لوگ نہ دین کو جانتے ہیں نہ پہچانتے ہیں، اگر یہ لوگ دین کو جانتے اور پہچانتے تو کیا یہ خونی کھیل کھیلتے؟

مہاراج مہاویر کے مطابق" **ویتھو سھاؤ ودھرم** "یعنی (کسی بھی) چیز کا فطری مزاج اس کا دھرم ہے۔ معلوم ہوا کہ اپنے مزاج کا علم رکھنا، اپنے فطری مزاج کو جاننے اور پہچاننے کا نام دھرم ہے۔ میرے خیال میں یہ دین دھرم کے ماننے والے مکمل دین دھرم نہیں رکھتے بلکہ دین دھرم کے نام پر فرقے رکھتے ہیں، جیسے اسلام میں مقلد اور غیر مقلد وغیرہ مشہور فرقے ہیں۔ یہ غیر مقلد کون ہے؟ اب میں غیر مقلد سے پوچھتا ہوں کہ تو کیسا غیر مقلد ہے؟ تو اپنے فرقے کی شدت سے تقلید کرتا ہے اور خود کو مقلد کہتا ہے۔ دین اور دینداری کیا ہے؟ دین ایک جسم

ہے دینداری روحانیت ہے دھرم شریر ہے، دھار مکتا آتما کا گیان ہے۔لہٰذا اگرتم انسان ہوتو سوچنے سمجھنے کی کوشش کرو۔

اللہ کے صفاتی نام

یوں تو اللہ کے انگنت صفاتی نام ہیں جن میں بزرگوں نے ۹۹ ناموں کو سرفہرست رکھا ہے،ان ننانوے ناموں میں اللہ کا ایک صفاتی نام ایمان نہیں بلکہ ''مومن'' ہے اور اللہ کا ایک صفاتی نام مسلم نہیں بلکہ سلام ہے!اب ذرا غور کرنے والی بات یہ ہے کہ اللہ کا نام اگر مسلم نہیں تو کیا ''نعوذباللّٰہ'' اللہ غیر مسلم ہے؟ عام عالمانہ مزاج اور غیر مسلم کی اصطلاح کو سب جانتے ہیں، بیشک اللہ مومن ہے اور دوسری طرف اسلام کے پیروکار بھی مومن ہیں اور مومن ایمان رکھنے والے کو کہتے ہیں۔اب ایمان کا معنٰی کیا ہے؟ ایمان کا معنٰی ہے''مان لینا'' یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، جانے بغیر مان لینا یا جان کر مان لینا؟ دیکھے بغیر جان لینا یا دیکھ کر جان لینا؟ اگر جان لینا کافی ہے تو پہچان کر جان لینا چاہئے؟ یا پہچانے بغیر مان لینا چاہئے؟ اگر ہم ایمان مجمل اور ایمان مفصل کو صرف مانتے ہیں نہ جانتے ہیں اور نہ پہچانتے ہیں،صرف مانتے ہیں، کیا اتنا مان لینا کافی ہے؟ کیا اللہ بھی خود ہماری طرح کا مؤمن ہے؟ کیا ایمان مجمل اور مفصل کے سوا کسی چیز کو جاننا اور پہچاننا نہیں؟ بیشک اللہ حق کو مانتا ہے، حق کو جانتا ہے اور حق کو پہچانتا ہے۔ ''تخلقوا بااخلاق اللّٰہ'' ''اپنے اندر اللہ کے اخلاق کو پیدا کرو'' اگر مؤمن اللہ کے اخلاق سے مزین ہے یا اللہ کے صفات رکھتا ہے تو وہ یقیناً مؤمن ہے یعنی مؤمن اللہ کو ماننے، جاننے اور پہچاننے والے کو کہتے ہیں تو ہم کیسے مومن ہیں؟

اللہ ہر چیز کو مانتا ہے تو جانتا اور پہچانتا بھی ہے کیونکہ اللہ حق ہے۔ہم صرف مانتے ہیں، نہ جانتے ہیں نہ پہچانتے ہیں۔معلوم ہوا کہ ایمان کے دو درجے قرار پائے ایک''ایمانِ عام جو صرف مانتا ہے اور دوسرا''ایمانِ خاص'' جو مانتا، جانتا اور پہچانتا ہے۔اگر اللہ مؤمن ہے تو بے شک وہ برحق ہے جو مانتا ہے، جانتا ہے، جانتا ہے تو ہر چیز کو پہچانتا ہے۔اگر ہم ایمان والے لوگ مانتے، جانتے اور حق کو پہچانتے تو اِس ساری دنیا میں ایک مثالی قوم ہوتے یہ لوگ فسادی دہشت پسند، ظلم و بربریت کرنے والے، بے گناہوں کا خون بہانے والے ہرگز نہ ہوتے۔کیا ایسا کوئی کارنامہ صوفیان کرام کے کسی بھی سلسلے نے کیا ہے؟ کیا ایسے شیطانی کھیل صوفیان کرام کے یہاں جائز ہے؟ ہرگز نہیں کیوں کہ وہ صرف ماننے والے مؤمن نہیں تھے بلکہ جاننے والے اور حق کو پہچاننے والے مؤمن رہے ہیں اور انشاء اللہ صوفیان کرام اور ان کے پیروکار قیامت تک رہیں گے۔

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کچھ لوگوں کو کچھ آیات یا حکم میں خرابی کہاں سے نظر آئی؟ اسلام جیسے پاکیزہ مذہب میں یہاں جو حکم دیا جارہا ہے وہ قتل کا نہیں ہے بلکہ دفاع کا ہے اپنے آپ کو ظلم و بربریت سے روکنے کا ہے ظلم کے خلاف، فساد انگیزی کے خلاف، ناحق قتل و غارت گری کے خلاف آواز اٹھانے کا ہے۔کلام پاک میں جہاں پر ظلم و بربریت کے خلاف آواز اٹھانے کا حکم ہے وہیں پر تنبیہ کی جارہی ہے: ارشادِ گرامی ہے کہ: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ط (البقرۃ ۲:۱۷۸) ''اے ایمان والو!تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کئے جائیں۔'' یہاں پر قتل کا لفظ عام ہے جو تمام لوگوں

کے لئے شمار ہوگا، مسلم اور غیر مسلم ہر انسان کے لئے ہے اور قصاص میں بھی یہی حکم ہے کہ جان کے بدلے جان۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ کوئی بھی فرد دائرۂ اسلام میں رہ کر ناحق قتل وغارتگری نہ کرے، بے گناہ انسانوں کا خون نہ بہائے انسان اور انسانیت کی قدر کرے اور ناحق ہتھیار اٹھانے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچے ورنہ وہ خود بھی قانونِ اسلام کے مطابق ناحق قتل میں اپنی جان بھی کھودے گا۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ تنگ نظر حاسد لوگوں کو یہ پاکیزہ قانون کیوں سمجھ میں نہیں آتا؟

تیل کا کھیل

اے عالم اسلام کے پیروکارو! اے ذی شعور اہل علم مسلمانو! اے فرقہ بندی گروبندی میں مبتلا لوگو، اے آج کی ترقی یافتہ دنیا کے دانشورو! خدارا غور کرو کہ ہم کس طرف اور کیوں جارہے ہیں ۱۸۵۷ء سے پہلے ہندوستان میں بھی اسلام تھا برائے نام کچھ شیعہ اور بقیہ کثیر تعداد میں صوفیان کرام کے سنّی تھے۔ آج اچانک یہ کیا ہوگیا کہ ہندوستان میں بھی بنام اسلام کئی فرقے یعنی گڑھے ہوئے مردے زندہ ہوگئے یہ خود بہ خود زندہ ہوگئے یا انہیں کوئی دوسری قوت نے زندہ کیا۔

اگر آپ ٹھنڈے دماغ سے ۱۸۵۷ء سے پہلے کی تاریخ میں حقیقی اسلام کو تلاش کرتے ہیں جب ہندوستان کا ہر مسلمان صوفی سنّی تھا نہ کہ وہ وہابی، دیوبندی، اسلامی، ندوی، قادیانی اور اہل حدیث تھا مگر ۱۸۵۷ء کے بعد اچانک یہ کیا ہوگیا کہ ہم اتنے فرقوں میں بٹ گئے اور بنام اسلام اپنے اپنے فرقوں کو فروغ دینے کے لئے بڑے بڑے سمینار کانفرنس جلسے اور جلوس کیوں ہورہے ہیں، اس کے لئے پیسہ کہاں سے آرہا ہے، کون ان فرقوں کی پرورش کر رہا ہے اور

کیوں کر رہا ہے؟ میرے بھائیو یہ تیسری کوئی طاقت ہے جو گلف ممالک کو ترقی دینے کے نام پر تیل پر اپنی ناپاک نظریں جمائے بیٹھی ہے، نادان عربی قوم تیل کے اس کھیل کو نہ سمجھ کر پٹرو ڈالر کے پیچھے پڑ گئی ہے اور یہی پٹرو ڈالر کا ریال یا دینار ان فرقوں کی تبلیغ اور تشہیر کے لئے روح رواں بن گیا ہے۔ آخر یہ گلف ممالک خصوصاً وہابیت کا مرکز سعودی عرب گورے ممالک کا مرید کیوں ہے؟ کیونکہ محمد بن سعود نے یہ خفیہ معاہدہ کر رکھا ہے کہ وہ محمدی عربیہ کو سعودی عربیہ میں تبدیل کردیگا۔ لہٰذا اس معاہدے کے دستورُ العمل کے ساتھ معاہدہ ہوا حقیقی اسلام کو توڑ کر مزارات کو مسمار کرکے ابن تیمیہ کے نظریات کے قائل فرقے بنام اسلام لائے جائیں گے اور ان کی پرورش کے لئے پٹرول کی کمائی کا پٹرو ڈالر خرچ کریں گے، اس سعودی حکام کو اس خفیہ معاہدے نے مجبور کردیا ہے اور تیسری طاقت جس فرقے کی سفارش کرتی ہے اُس فرقے کو ریال یا دینار سے مالی مدد دی جاتی ہے جس میں انہیں اپنی اور اپنی حکومت کی بقا نظر آتی ہے۔

غور کرنے والی بات یہ ہے کہ گورے ممالک کی لابی اپنے اپنے ملکوں کی ترقی پر زور دینے کی بجائے وہ عرب ممالک میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟ یہ دلچسپی عرب ممالک میں نہیں بلکہ وہ تیل کے کھیل میں لے رہے ہیں، اِس تیل کے کھیل کے باعث عراق اور ایران کو نو یا دس سال لڑایا گیا اور انہیں کمزور و بے بس کردیا گیا، جب عراق کا حکمران تیل کے کھیل کی سازش کو سمجھ گیا تو اُسے پھانسی دیدی گئی یہی چال کرنل قذافی سمجھ گیا تو اس کا صفایا کردیا گیا، اِس تیل کے کھیل کے کھلاڑیوں کی نظر جب افغانستان پر پڑی تو افغانستان تباہ ہوگیا، وہابی مبلغین کو

پناہ دینے کے لئے وقت سے بہت پہلے وہاں وہابیت لاکر مزارات کومسمار کرواکر، ماحول بنائے رکھا تھا اور جب وقت آن پڑا تو طالبان نام کا فرقہ تیار بیٹھا تھا جس نے بن لادن کو اپنا سربراہ بنالیا دنیا بھر میں بدنام فرقے ایک دوسرے کے دوست، معاون اور مددگار بنتے گئے، ان کے ہاتھوں میں خطرناک اسلحہ بھی آگیا یہ کہاں سے آیا کس نے سپلائی کیا آخر یہ چال کیا ہے کیوں کہ وہاں کی زمین میں بھی قدرتی وسائل یعنی تیل کے ایک بھنڈار کے ساتھ عجیب عجیب معدنیات اور کیمیکلز ہیں۔لہٰذا یہ تمام خرافات کے پیچھے بہت حد تک تیل کا کھیل بھی ذمہ دار ہے۔اس دہشت گردی اور ناحق قتل و غارت گری کے پیچھے تیل کے کھیل کا پٹروڈالر بھی ذمہ دار ہے۔آج کے موجودہ حالات یمن، مصر اور شام بھی تیل کے کھیل میں پھنس کر خونی کھیل کھیل رہے ہیں، اگر اس دنیا میں تیل کا کھیل اور پٹروڈالر کا تماشہ بند ہوجاتا ہے تو دنیا ایک ہزار سال تک پرسکون ہوجائے گی اور اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے تمام فرقے بھوکے پیاسے ہوکر ختم ہوجائیں گے۔

ائے صوفی سنّیو جاگو

اے صوفیان اکرام کے سنّیو! جاگو اور صوفیان اکرام کے سنّیوں کو جگاؤ خواب غفلت سے بیدار ہونے کا وقت آچکا ہے، اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کو پڑھو اور پڑھاؤ تاریخ کے آئینہ میں اگر ہم دیکھتے ہیں تو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے زمانے تک مسجدوں کی اتنی بھرمار نہیں تھی جتنی آج ہمارے مشاہدے میں آرہی ہے۔ساتوں صدی ہجری میں ابن تیمیہ نے قانقاہوں کے خلاف مسجدوں کو فروغ دینے پر زور دیا کیونکہ وہ قانقاہوں اور قانقاہی نظام کے خلاف تھے، پہلے صوفیان

کرام قانقاہوں میں دینی تعلیم، علم معیشت اور علم معرفت کی تعلیم بھی دیتے تھے کی وجہ سے قانقاہوں سے کامیاب نسلیں تیار ہوتی تھیں، مسجدوں کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ قانقاہی تعلیم کا نظام بہت سست ہوگیا اور مدارس وجود میں آنے لگے جیسے جیسے اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے فرقوں اور مسجدوں کو فروغ دینے کا خیال آیا تو اپنے عقائد کے پرچار کرنے کے لئے یہی مسجدیں کام آنے لگیں، مسجد میں آنے والے لوگ جب ان کے نظریات سے اتفاق رکھنے لگے تو ان کی اپنی اپنی فکر اور عقائد کے مطابق مدارس بھی وجود میں آنے لگے، بڑی سختی کے ساتھ تمام فرقوں نے اپنی اپنی مسجدوں کے ممبر سے اپنے اپنے عقائد اور نظریات کی تشہیر شروع کردی۔نتیجتاً سنت والجماعت کی مسجدیں اور مدارس بھی خانقاہی نظام کو سست روی میں چھوڑ کر مساجد اور مدارس کے پیچھے پڑ ر عقائد کی زبانی اور قلمی جنگ میں مصروف ہوگئے خصوصاً ۱۸۵۷ء کے بعد کا دور تو علم تصوف کے حق میں انتہائی سست پڑ گیا۔صوفیان اکرام کے سنّی حضرات سنت والجماعت کے علماء کی تقلید میں جلسے جلوس اور مناظرات میں اُلجھ کر رہ گئے اور خانقاہیں عدم توجہی کا شکار ہوگئیں تو ان خانقاہوں کو ان پڑھ گنوار شرعی علوم سے ناآشنا لوگ اپنے اپنے سلسلے کی پیروی کرنے والے اپنے اپنے سلسلوں کے لباس اور ٹوپیاں پہن کر اپنے اپنے آباء واجداد کے نام پر پیری مریدی کرنے لگے! سنّی علماء ہی نے پیروں کو تسلیم نہ کیا بلکہ نظرانداز بھی کردیا کیوں کہ ان نام نہاد پیروں میں بہت حد تک ایسے پیر رہے ہیں جو علم ضروریات دین سے بھی نہ آشنا تھے، جب یہ فرق ظاہری علماء نے ظاہر کیا تو ان نام نہاد پیروں نے نماز روزہ حج وغیرہ ضروری احکام سے

خودکو مستثنیٰ قرار دے لیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ علم ظاہر کا کچھ تو چرچا رہا مگر علم تصوف گہرے اندھیرے میں جانے لگا، علماء کے پاس تو فقیہہ کے نام پر بہت کچھ اثاثہ تھا مگر نام نہاد پیروں کے پاس سنا سنایا اور معمہ نما تصوف کا بہت کم ذخیرہ رہ گیا، بہت کم ایسی کتابیں رہ گئیں تھیں جن کو تصوف کے شائقین پڑھ کر عمل کر سکتے تھے، اگر تصوف کے نام پر کچھ کتابیں دستیاب بھی تھیں تو وہ علم تصوف کے اصطلاحات میں پوشیدہ تھا اور آج کا انسان ان اصطلاحات کو سمجھنے سے قاصر ہوتا چلا گیا، تو رسم نبھانے کا نام اور بزرگوں کے قصّے کہانیاں بیان کرنے کا نام علم تصوف بن کر رہ گیا۔

آج کے عالمی حالات، گروہی تصادم، فرقوں کا ٹکراؤ، فتنہ فساد اور انسانیت سوز حرکتیں جو ہو رہی ہیں وہ سب کچھ تصوف سے نا آشنا اور بے عملی کا نتیجہ ہیں۔ اگر دنیا کے تمام مسلمان صوفیان کرام کے پیروکار ہوتے عملاً اگر وہ ثابت کرتے کہ ہم صوفیان کرام کے پیروکار ہیں تو کیا آج کے یہ حالات وجود میں آتے؟ اور اس اُمت کو یہ دن دیکھنا ہر گز نصیب نہ ہوتا کیونکہ صوفیان کرام کے نزدیک دنیا کی ساری زمین اللہ کی مسجد ہے، نبی کریم ﷺ نے بھی ساری زمین کو اللہ کی مسجد قرار دیا ہے۔ اب از روئے انصاف بتاؤ کیا اللہ کی مسجد میں جھوٹ فریب، دغا، مکاری، دوغلہ پن، بے رخہ پن، نمائش، نفرتیں اور ظلم و بربریت کو روا رکھا جا سکتا ہے؟ کیا اس زمین کو اگر ہم واقعی اللہ کی مسجد تسلیم کرتے تو کیا اس مسجد میں ہم وہ سب کچھ کرتے جو ہم آج دیکھ رہے ہیں؟

واقعی میرے بھائیو بزرگو اور دوستو اب وقت آچکا ہے کہ اس زمین کو اللہ کی مسجد سمجھو اور احترام کرو، اللہ اور رسول پاک کے احکام کے مطابق گذر بسر کرو

صلح وصفائی کو اہمیت دیکر صوفیان کرام کی زندگیوں کو پڑھ کر اور اُن کے طرز عمل کے مطابق زندگی گذارو تو دنیا بدامنی سے فرقوں سے فرقوں کی جنگوں سے پاک ہو جائے گی۔

خانقاهی فروغ

آج کے حالات میں یا فرقوں کی کشیدگی کے ماحول میں عقائد کے ٹکراؤ سے بچنے کے لئے ہمیں خانقاہوں کو فروغ دینا ہوگا تصوف اور اُصول وآداب تصوف سیکھنا اور سکھانا ہوگا، آپسی بھائی چارے کے ساتھ انسانیت کی فلاح و بہبودی کے کام کو فرض اولین کے درجے میں تصور کر کے خدمت خلق کے بہترین جذبات کو فروغ دینا ضروری ہو چکا ہے۔ لہٰذا خانقاہی شیوخ کو صرف بڑوں کی باتیں نہیں بلکہ بڑوں جیسے طرز عمل اختیار کر کے تصوف کی طرف دعوت دینا ہوگا۔ اُٹھو جاگو وقت کی نزاکت کو سمجھو آپسی اختلافات کو بھلا کر صوفیان کرام کے نقش قدم پر عملاً چلو اور چلانے کی کوشش کرو۔ انشاء اللہ اگر ہم اللہ کے دوستوں کے طریق پر چلتے ہیں تو ایک مثالی قوم وجود میں آئے گی۔

حسب ونسب کا غرور

ائے بھائیو! حسب ونسب کے غرور سے توبہ کرو کیونکہ اللہ کے نزدیک حسب ونسب سے زیادہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی اہمیت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں بنی آدم میں سردار یعنی سید کی حیثیت رکھتا ہوں، مگر یہ بات میں فخر (یا غرور) سے نہیں کہتا، بیشک آپ ﷺ بنی آدم ہی کیا دونو عالم کے سردار یعنی سید الکونین ہیں، پھر آپ ﷺ نے اس عظیم الشان مرتبہ کے باوجود فخر وغرور کی نفی

کی۔حسب ونسب میں آپ ﷺ افضل واعلیٰ ہوکر بھی آپ نے فخر وغرور کی نفی کی، آخر کیوں؟ کیونکہ آپ کی امت میں لوگ اپنے حسب ونسب پر قیامت تک فخر وغرور کی نفی کرتے رہیں، مگر افسوس آج کل نبی کریم ﷺ کے حکم اور اخلاق کے خلاف کچھ لوگ اپنے اسلاف کی مشیخیت پر غرور کرتے ہیں تو کچھ لوگ اپنی سیادت پر غرور کرتے ہیں۔

مسئلہ سیادت

آج کل یہ مناظر اشتہارات میں عام نظر آرہے ہیں القابات میں سیادت کی تشہیر کی جارہی ہے اگر کوئی اللہ کا بندہ کہتا ہے کہ میں نسباً یا حسباً سیّد ہوں تو اس سے یہ پوچھا جارہا ہے کہ وہ اپنی سیادت کا ثبوت یا سند پیش کرے، اب وہ بیچارہ سید جس کے پاس سیادت کا کوئی ثبوت یا سند نہیں یا ضائع ہوچکی ہو یا جل چکی ہو تو وہ کیا پیش کرے گا اب اس کے پاس صرف ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ ثبوت میں وہ اپنا DNA پیش کرسکتا ہے، کیا وہ اپنا DNA کے ذریعے ثبوت پیش کرے؟ کہ وہ سید ہے یا نہیں، اگر وہ ثبوت یا سند نہیں پیش کرتا ہے تو اُسے اس کے خاندان سے بے دخل کیا جانا کہاں کا انصاف ہے۔ کچھ مسئلہ سیادات سے ناواقف لوگ تو سیادت کا تعلق صرف باپ کی طرف منسوب کردیتے ہیں اور اعلان کرکے اس کو اس کا حسب ونسب یاد دلا دیتے ہیں، جب کہ مسئلہ سیادت کو علماء سے جاننا چاہیے نہ کہ اپنے من پسند فیصلے کو مسئلہ سیادت کا حل جاننا چاہیے، اگر کوئی باپ کی نسبت سے سید ہے اور ماں کی نسبت سے سید نہیں تو کیا اُسے آدھا سید تسلیم کیا جائے؟ یا اگر وہ ماں کی نسبت سے سید ہے اور باپ کی نسبت سے غیر سید ہے تو کیا اس شخص

کو ہم زُمرۂ سیادت سے خارج کردیں، نہیں میرے بھائیو! وہ سیادت جس پر سید حضرات فخر کرتے ہیں وہ تو نبی کریم ﷺ کی دختر سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے چلی ہے تو دوسروں کی مادری سیادت کا انکار کرکے پدری سیادت کو تسلیم کرنا کیا یہ درست ہے؟ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین سید رہے ہیں یعنی ماں اور باپ کی نسبت سے الحسنی والحسینی رہے ہیں۔ لہٰذا آپ کی تمام اولادیں حسنی اور حسینی سید ہیں۔ اگر آپ کی اولاد میں سے کوئی شخص غیر سیدہ سے شادی بیاہ رچالیتا ہے تو کیا وہ سید نہیں؟ یا اگر آپ کی اولادوں میں سے کوئی بیٹی غیر سید شریف النفس سے بیاہی گئی ہو تو کیا اُس سیدہ کی اولاد سید نہیں ہوسکتی۔ کیا ہم اس کی اولاد کو پدری نسبت سے منسوب کرکے سیادت کے زُمرے سے خارج کردیں؟ ہرگز نہیں کرسکتے تو میرے بھائیو! مسئلہ سیادت کا حل یہی ہے کہ کوئی شخص پدری یا مادری نسبت سے سید ہے تو وہ یقیناً سید ہی ہوگا نہ مرتبہ میں کمی ہوگی نہ حسب ونسب میں کمی ہوگی۔ اگر یہ مسئلہ تمہاری سمجھ میں نہیں آرہا ہے تو اس امت محمدی ﷺ میں ہزاروں قابل احترام علماء موجود ہیں اُن سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھئے کہ کیا صرف پدری سیّد کو سیّد تسلیم کیا جائے یا مادری سیّد کو بھی سیّد تسلیم کیا جائے، کس سیّد کو تسلیم کریں اور کس سیّد کو زمرۂ سیادت سے خارج کریں، کسی کی سیادت کا ثبوت مانگیں یا نہ مانگیں، آیا اگر وہ اسناد نہیں رکھتا یا باپ دادا کے آستانوں سے ناآشنا ہے مگر وہ سیّد مشہور ہے تو کیا اُسے ہم زمرۂ سیادت سے خارج کردیں؟ حسب ونسب پر غرور کرنے والوں کو ان مسائل سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔

سیّد کے معنیٰ کیا ھے؟

سیّد کا معنیٰ سردار ہے یعنی قوم کا سردار ہوتا ہے سیّد میں کیا اوصاف ہونا چاہیے، اس کے اخلاق کیسے ہونا چاہیے، سیّد میں نبی کریم ﷺ کے خون اطہر کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علوم و اعمال کا پایا جانا ضروری ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کا صبر، حیا اور تقویٰ کا پایا جانا بھی ضروری ہے، حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے علوم، اعمال، صبر، شکر، تقویٰ، طہارت، ہمت اعلیٰ ظرفی عجز و اختیار اور قناعت کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ اگر ان اوصاف سے سیّد مزیّن نہیں تو وہ سرداری کے لائق برائے نام رہ جاتا ہے تو اُن پر غیر سیّد حکومت کرتے ہیں۔ آج کل کچھ سادات گھرانوں کے آپسی اختلافات اشتہارات کورٹ کچہری تک پہنچ رہے ہیں۔ سجادہ نشینی کے تعلق سے خاندانوں میں دراڑیں آنے کی خبریں کیا عام نہیں ہو رہی ہیں، یہ مناظر نہایت عبرت انگیز ہیں، جب قوم کا سردار اپنے خاندان کو متفق نہیں رکھ سکتا یا اتحاد بنا کر نہیں رکھ سکتا وہ قوم کے اتحاد کے ساتھ کیا معاملات کرے گا؟ لہٰذا معزز سعادات اکرام خواہ وہ پدری نسبت سے سیّد ہوں یا مادری نسبت سے اُن کو چاہیے کہ پہلے وہ اپنے خاندان میں پنجتنِ پاک کے اوصاف اخلاق علوم اور اعمال کی طرف توجہ مبذول کروائیں، انشاء اللہ اس قوم وملت کو بہت فائدہ ہوگا۔

مسئلہ مساجد اور ائمہِ مساجد

مساجد کی تعمیر کرنا ثواب جاریہ ہے بیشک مسجدیں تعمیر کرو، اس تعمیر میں حلال کی کمائی کا خاص خیال رکھو صوفی سنّی یا صحیح العقیدہ متقی پرہیزگاروں کی کمائی

سے امداد لیکر اللہ پاک کا گھر پاک کمائی سے تعمیر کرو تا کہ وہاں آپ کی عبادت اور دعائیں شرف قبولیت کے قابل ہو جائیں، آمیزش یا ملی جلی کمائی کا ایک پیسہ یا ایک اینٹ بھی مسجد میں نہ لگاؤ ورنہ آمیزش کی کمائی سے تعمیر کردہ اللہ کا گھر پاک ہونے کے بجائے اس کے برعکس ہوگا۔

مسئلہ امامت اور اوصاف امام

صاحب غنیۃ الطالبین فرماتے ہیں جب تک یہ باتیں (اوصاف) امام میں موجود نہ ہوں اس شخص کا امام ہونا جائز نہیں ہے۔

(۱) اس شخص کو خود امامت کی خواہش نہ ہو لیکن اس صورت میں کہ دوسرا آدمی اس منصب کو انجام دینے والا موجود ہو (اگر موجود نہ ہو تو خواہش کرنا درست ہے)۔

(۲) جب اس سے افضل شخص امامت کے لئے موجود نہ ہو تو بھی خود آگے نہ بڑھے۔

(۳) حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں کی امامت کوئی شخص کرے اور اس سے افضل شخص اس کے پیچھے موجود ہو تو ایسے لوگ ہمیشہ پستی میں رہیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میری گردن ماردی جائے تو میری نظر میں اس بات سے بہتر ہے کہ میں ایسی جماعت کی امامت کروں جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔

(۴) امام قاری ہو دین کی باتیں سمجھتا ہو، سنت سے خوب آگاہ ہو، حدیث شریف میں آیا ہے کہ ”اپنا دینی معاملہ تم اپنے فقیہوں کے سپرد کردو اور قاریوں کو

اپنا امام بناؤ‘‘ایک دوسری حدیث اس سلسلہ میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ’’تمہاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں بہتر ہوں وہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارے نمائندے ہیں۔‘‘ حضور ﷺ نے یہ تخصیص اس لئے فرمائی ہے کہ دیندار امام اور علم و فضل رکھنے والے لوگ اللہ کو جاننے اور اس سے ڈرنے والے ہوتے ہیں وہ اپنی نماز اور اپنے مقتدیوں کو سمجھتے ہیں اور وہ نماز کو خراب کرنے والی باتوں سے گریز کرتے ہیں، وہ خود اپنا اور اپنے مقتدیوں کا بار اُٹھاتے ہیں۔ قاریٔ قرآن سے حضور نبی کریم ﷺ کی مراد بے عمل قاری نہیں بلکہ باعمل حافظ ہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ ’’اس قرأت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو اس پر عمل کرتا ہے اگر وہ اس کو پڑھتا نہ ہو یعنی حافظ قاری نہ ہو۔‘‘ جو قاری قرآن پر عمل نہیں کرتا اور حدود الٰہی کی پرواہ نہیں کرتا نہ اللہ تعالیٰ کے فرائض پر عمل کرتا ہے اور نہ اس کی ممنوعات سے بچتا ہے اللہ بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ایسا شخص عزّت وکرامت کا مستحق ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جانا وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا لوگوں کو جائز نہیں کہ ایسے شخص کو امام بنائیں، امامت کے لائق وہی ہے جو سب سے زیادہ عالم ہونے کے ساتھ اس پر عمل بھی کرے اور اس کو خدا کا خوف بھی ہو (۴) امام لوگوں کی عیب جوئی اور غیبت سے اپنی زبان کو روکے، دوسروں کو نیکی کا حکم دے اور خود بھی اس پر عمل کرے، دوسروں کو برائی سے منع کرے اور خود بھی باز رہے، نیکی اور نیک لوگوں سے محبت رکھے بدی اور بدوں سے نفرت کرے، اوقات نماز سے واقف ہو اور

ان کی پابندی کرے، اپنے حال کی اصلاح کرتا رہے، مشتبہ روزی سے بچتا ہو (پاکیزہ شکم ہو) حرام باتوں سے اجتناب کرتا ہو فعل حرام سے اپنے ہاتھوں کو روکنے والا ہو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا دوسری چیزوں کی کم کوشش کرے، دنیا کی طلب اس میں نہ ہو حلیم ہو، صابر اور شر سے چشم پوشی و اعراض کرنے والا ہو۔ لوگ اگر اس پر نکتہ چینی کریں تو صبر کرے اور خدا کا شکر ادا کرے، برے کاموں سے آنکھوں کو بند رکھے ہر کام حلم اور بردباری سے انجام دے، ستر عورت سے اپنی آنکھوں کو بچائے اگر کوئی جاہل اس کے ساتھ برائی سے پیش آئے تو اس کی برائی کو برداشت کرے اور کہہ دے اَللّٰھُمَّ سَلَامًا۔ لوگ اس کی طرف سے آرام پائیں (لوگوں کو اس سے تکلیف نہ پہنچتی ہو) لیکن وہ خود اپنے نفس کی طرف سے بے چین ہو، نفسانی خواہشات سے اپنی آزادی کا خواہاں ہو اور ان سے اپنے نفس کی رہائی کی کوشش کرتا ہو وہ ہمیشہ اس بات کو محسوس کرتا ہو کہ امامت جیسے عظیم کام کو اس کے سپرد کرکے اس کی آزمائش کی گئی ہے، امامت کا درجہ بہت بزرگ اور عظیم ہے، امام کے پیش نظر ہمیشہ امامت کی عظمت اور مرتبت پر رہنا چاہیے۔

امام کو لازم ہے کہ بیکار گفتگو نہ کرے، امام کی حالت دوسرے لوگوں کی حالت سے بالکل جداگانہ ہو، جب وہ محراب میں کھڑا ہو تو اس وقت اس کو سمجھنا چاہئے کہ میں انبیاء اور رسول ﷺ کے خلیفہ کے مقام پر کھڑا ہوں اور ربّ العالمین سے کلام کر رہا ہوں۔ نماز کے ارکان پورے پورے ادا کرنے کی دل سے کوشش کرے اور جن لوگوں نے امامت کی یہ رسی اس کے گلے میں ڈالی ہے یعنی اس کو امام بنایا ہے اُن کی نماز کی تکمیل کی بھی کوشش کرے، نماز مختصر پڑھے اس غرض

سے کہ تمام ارکان پورے ادا ہو جائیں جو لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہیں ان کا خیال کرے کہ ان میں کمزور اور ضعیف لوگ بھی شامل ہیں اس لئے اپنے آپ کو کمزور ونا تواں لوگوں میں محسوب کرے۔

اللہ تعالیٰ امام سے خود اس کے بارے میں دوسرے لوگوں (مقتدیوں) کے متعلق باز پرس فرمائے گا، اپنی اس امامت کی ذمہ داری پر تاسف کرے، سابقہ خطاؤں، گناہوں اور تلف کردہ اوقات پر ندامت کا اظہار کرے۔ اپنے آپ کو مقتدیوں سے برتر نہ سمجھے اور اسی طرح کم درجہ لوگوں سے اپنے آپ کو برتر نہ گردانے، گر کوئی شخص اس کی برائی کرے تو اسے برا نہ سمجھے، اگر اس کی غلطی ظاہر کرے تو نفسانی خواہش کے پیش نظر ہٹ دھرمی اور ضد نہ کرے، اس بات کو پسند نہ کرے کہ لوگ اس کی تعریف کریں، تعریف اور مذمت دونوں کو برابر سمجھے۔ امام کا لباس صاف ستھرا اور خوراک پاک ہو اس کے لباس سے تکبر اور بڑائی ظاہر نہ ہوتی ہو اس کی نشست میں غرور کی جھلک نہ ہو کسی جرم کی سزا میں اس پر اسلامی حد جاری نہ کی گئی ہو (سزا یافتہ نہ ہو) لوگوں کی نظر میں تہمت زدہ نہ ہو۔ کسی بھائی کی حاکموں سے لگائی بجھائی نہ کرتا ہو، لوگوں کے رازوں کا تحفظ کرے۔ (پردہ دری نہ کرے) کسی بھائی سے کینہ نہ رکھے، امانت، تجارت اور مستعار چیزوں میں اس نے خیانت نہ کی ہو۔ خبیث کمائی والا امامت کا اہل نہیں ہے، جس کے دل میں حسد، کینہ اور بغض ہو اس کو بھی امام نہ بنایا جائے۔ وہ جو کسی کے عیب کی تلاش میں ہو اور امت محمدیہ کو فریب دینے والا، مغلوب الغضب، نفس پرست اور فتنہ پرور شخص کو بھی امام نہیں بنانا چاہیے۔

امام کے لئے مزید شرطیں

امام کے لئے ضروری ہے کہ فتنہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے نہ فتنہ کو تقویت پہنچائے بلکہ باطل پرستوں کے خلاف اہل حق کی مدد کرے ہاتھ سے ممکن نہ ہو تو زبان سے اگر زبان سے بھی ممکن نہ ہو تو دل سے ان کی مدد کا خواہاں ہو، اللہ کے معاملہ میں کسی برا کہنے والے کے برا کہنے کا خیال نہ کرے اپنی تعریف کو پسند نہ اپنی مذمت کا برا مانے اپنے لئے دعا میں تخصیص نہ کرے بلکہ جب دعا کرے تو اپنے لئے اور تمام لوگوں کے لئے عام طور پر دعا کرے، اگر تنہا اپنے لئے دعا کرے گا تو دوسروں کے ساتھ خیانت ہوگی۔

اہل علم کے سوا کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے مجھ سے متصل دانشور اور ذی فہم لوگ کھڑے ہوں، اسی طرح امام کے پیچھے یعنی اگلی صف میں ایسے ہی لوگوں کو ہونا چاہیے۔ دولت مند کو اپنے قریب اور غریب کو حقیر جان کر دور کھڑا نہ کرے، ایسے لوگوں کی امامت نہ کرے جو اس کی امامت کو پسند نہیں کرتے، اگر مقتدیوں میں کچھ لوگ اس کی امامت کو پسند اور کچھ ناپسند کرتے ہیں تو ناپسند کرنے والوں کی تعداد اگر زیادہ ہے تو امام کو محراب چھوڑ دینا چاہیے لیکن شرط یہ ہے کہ مقتدیوں کی ناگواری اور ناپسند اور کچھ ناپسندیدگی کی وجہ حقانیت اور علم وآگہی پر ہو اگر ناگواری کا باعث جہالت، باطل، نادانی اور فرقہ وارانہ تعصب، نفسانی خواہش پر مبنی ہو تو پھر مقتدیوں کی ناگواری کی پرواہ نہ کرے اور ان کی وجہ سے نماز پڑھنا ترک نہ کرے، اگر قوم میں اس بنا پر فتنہ وفساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو تو البتہ کنارہ کش ہو جائے اور محراب کو چھوڑ دے اور اس وقت

تک محراب کے پاس نہ جائے جب تک لوگ آپس میں صلح نہ کرلیں اور اس کی امامت پر راضی نہ ہوجائیں۔

امام جھگڑنے والا، زیادہ قسمیں کھانے والا اور لعنت کرنے والا نہ ہو، اس کو برائی کی جگہ اور تہمت کے مقام پر جانا مناسب نہیں اس کو چاہیے کہ صالحین کے علاوہ کسی سے میل ملاپ نہ رکھے امام کو لازم ہے کہ فتنے اور فساد اٹھانے والوں سے گناہ اور گناہگاروں سے سرداری اور سرداروں سے محبت نہ کرے اگر لوگ اسے ایذاء پہنچائیں تو اس پر صبر کرے اور اس کے عوض ان سے محبت کرے اور ان کی بھلائی کا طالب ہو اور خیر خواہی کی کوشش کرتا رہے۔

امامت کے لئے جھگڑا نہیں کرنا چاہئے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کو اس کی جگہ سے اٹھانا چاہتا ہے تو اس سے اس معاملہ میں جھگڑا نہ کرے، اکابرین ملت اور صالحین سلف کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے امام بننے سے گریز کیا ہے اور اپنی بجائے انھوں نے امامت کے لئے ایسے لوگوں کو بڑھا دیا جو بزرگی اور تقویٰ میں ان کے برابر نہیں تھے اس طرز عمل سے ان کا مدعا یہ تھا کہ خود ان کا بوجھ ہلکا ہوجائے وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں امامت میں ان سے کوئی قصور کوتاہی نہ ہوجائے۔ (حوالہ غنیۃ الطالبین)

امام کا تقرر

مسجد کے لئے امام کا تقرر ایک اہم اور شرعی مسئلہ ہے اب وقت آچکا ہے متقی اور شریف علماء کو چاہیے کہ صاف صاف مسئلہ امامت سے عوام الناس کو آگاہ کریں کہ امامت کا مستحق کون ہے؟

(۱) امامت کا مستحق غیر مقیم سے پہلے مقیم افضل ہے، اب اگر امام مقیم ہے تو اس میں کیا دیکھنا چاہیے، اس کا علم اور علم پر مکمل عمل کرتا ہے یا نہیں اور اس کی خاندانی شرافت اس کی گواہ ہونا ہیے، اگر امام شریف ہے اور اس کا خاندان غیر متقی غیر شریف رہا ہے تو اس کے برخلاف ایسے شخص کو امام منتخب کرنا چاہیے خواہ اس کا علم کم مگر عمل زیادہ ہو امام کے تقرر میں یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اس کا بچپن اس کی جوانی اور اگر وہ بوڑھا ہوچکا ہے تو اس کے اسلام اور ایمان کے مطابق اس کے اعمال رہے ہیں یا نہیں، اگر نہیں رہے ہیں یا امام دین اور دنیا کی آمیزش کا پتلہ ہے تو ایسے امام سے گریز کر کے اپنے گلی محلے یا گاؤں کے ایسے متقی پرہیزگار اہل تقویٰ کے خاندان کے فرد کا انتخاب کرو خواہ وہ عالم نہ ہو کر دو ہی سورتیں کیوں نہ یاد رکھا ہو کیونکہ ایک حافظ قاری یا عالم جو اپنے حاصل کردہ علم پر مکمل عامل نہ ہو اُس سے بہتر وہی شخص ہے جو صرف دو سورتیں یاد رکھا ہو اور نہایت شریف خاندان کا فرد اور متقی ہو۔

اگر کوئی امام غیر مقیم ہو تو اُس کی تحقیق کے ثبوت میں اس کے علمیت کا ثبوت قابل یقین نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا غیر مقیم کو اگر آپ امام مقرر کر رہے ہیں تو مسجد کے متقی پرہیزگار افراد اُس منتخب ہونے والے امام کے گاؤں یا شہر میں جائیں اور تحقیق کریں کہ فلاں شخص عالم حافظ یا قاری تو ہے مگر کیا وہ اپنے علم پر مکمل عمل کرتا ہے؟ کیا وہ شریف اور اہل تقویٰ کے خاندان سے ہے، اس کے ماں باپ کا ذریعۂ معاش کیا رہا ہے۔ اُس نے علم دین کو اللہ اور اُس کے رسول پاک کی رضا کے لئے حاصل کیا ہے یا دنیا کمانے کے لئے، اگر جواب میں اس کی بستی کے نیک متقی

حضرات گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً وہ شریف اور اہل تقویٰ کے خاندان سے ہے، وہ اپنے علوم پر مکمل عمل کرنے والا متقی ہے، وہ محض اللہ اور اس کے رسول پاک کی رضا کے لئے علم حاصل کیا ہے نہ کہ دنیا کمانے کے لئے۔ پس ایسے غیر مقیم شخص کو بیشک آپ منصب امامت پر فائز کر کے اس کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

اگر عالم دین فروش دنیا طلب یا مفاد پرست ہے تو ایسے شخص کو نہ امام نامزد کرنا چاہیے نہ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا چاہئے، محض یہ دیکھ کر امام کا تقرر کرنا کہ وہ ایک اچھا مقرر ہے، یا ایک بہترین تعویذ باز ہے تو یہ نظریہ غلط ہے۔ جاننا چاہیے کہ مقرر کی تقریر سے زیادہ اس کے اخلاق عادات کردار اور اعمال کا اثر عوام الناس پر ہوتا ہے! وہ شخص جس کے لئے اس کا علم ایک فن یا آرٹ بن گیا ہو تو وہ اُسی کو بیچ کر کمانا شروع کر دے گا، اب ایسوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا کہاں تک درست ہے۔ اگر امام جھوٹا چاپلوس، ریاکار اور مفاد پرست ہے تو ایسے امام کو ہرگز نامزد کرنا نہیں چاہیئے کیونکہ اللہ نے فرمایا "لعنت الله على الكاذبين" یعنی جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ لہٰذا دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ" یعنی صادقین کے ساتھ ہو جاؤ، اب امام کے کے تقرر میں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ شخص جسے ہم امام مقرر کرنے جا رہے ہیں وہ کس زُمرے سے تعلق رکھتا ہے کاذبین یا صادقین کے، اگر وہ شخص جو اپنے علم دین پر مکمل تقویٰ کے ساتھ عمل کرتا ہو اور صادقین کے زُمرے میں سے ہو تو بیشک ایسے امام کی تعظیم کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ تمہیں وہ امام میسر آ گیا جو اللہ اور اس کے رسول پاک کا پسندیدہ شخص ہے۔

ورنہ مسئلہ امامت کو جانے بغیر کسی بھی غیر مقیم کی سند اور مدرسہ کا معیار دیکھ کر امام مقرر کرنا کسی بھی طرح درست نہیں کیونکہ امام قوم کا اُستاد رہبر اور خادم بھی ہوتا ہے۔ کیا اللہ نے ہمیں تعلیم دینے کے لئے ابلیس کو فرشتوں کا استاد بنا کر علم سے آراستہ کرنے کے باوجود اپنی حکمت سے اُس کی فطرت کو ظاہر نہیں کیا؟ اگر اللہ ابلیس کے علم ہی کو دیکھتا اور اس کی باطنی سرشت کو نظر انداز کر دیتا تو کیا وہ ملعون ہوتا؟ میرے بھائیو صرف علم کو دیکھ کر کسی کو امام نامزد کرنا اور اس کی باطنی فطرت اعمال کردار اور اخلاق سے چشم پوشی کر لینا کہاں کی دانشمندی ہے؟ لہٰذا امام کے تقرر میں یہ دیکھنا بہت ضروری ہے کہ وہ مقیم ہے یا غیر مقیم، اگر مقیم ہے تو اس کی باطنی فطرت علم کے مطابق عمل اور خاندانی شرافت منفی رہی ہے یا مثبت۔ اسی طرح غیر مقیم کو امام بنانے سے پہلے خود جا کر اس کی گلی محلے کے بزرگوں سے ملیں تحقیق کریں کہ یہ شخص کیسا ہے؟ علم کے مطابق عمل کرتا ہے یا نہیں اور اس کا خاندانی شرافت کا پس منظر کیسا رہا ہے، صرف مدرسوں کے علماء کی گواہی کافی نہیں ہے کیونکہ مدارس میں پڑھنے والے طالب علم غیر مقیم ہوتے ہیں خود علماء کو بھی اُن کے خاندانی شرافت کا علم نہیں ہوتا اور اگر اُنہوں نے رضا مندی ظاہر کر دی اور ہم نے قبول کر لیا تو بھیا نک غلطی کے احتمال کی گنجائش رہ جاتی ہے اگر آپ حضرات کو میری ان باتوں سے اتفاق نہیں تو آج کل بڑے بڑے دارالعلوم میں کئی مفتی حضرات دارالافتاء کا منصب سنبھالے بیٹھے ہیں، اُن سے التماس کیجئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پاک کی رضا کے لئے مسئلہ امامت سے ہمیں آگاہ کریں تو یقیناً مفتی حضرات آپ کو اس مسئلہ سے بخوبی آگاہ کر دیں گے ورنہ آج کل مساجد کے

ممبر علم وتقریری فن کے اظہار کا ذریعہ بن رہے ہیں ائمہ مساجد انہیں اپنی شخصیت کو مقبول بنا کر قوم کے غرباء ورؤساء سے تعلقات بنا لینے اور اپنے مفاد کو حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف نظر آنے لگے ہیں، T.V وغیرہ پر بھی ان کے نجی کردار پر الزامات عائد کئے جارہے ہیں۔

اے دارافتاء دینی مدارس اور دارالعلوم کے حق پرست اور ذمہ دار مفتیو! اب وقت آچکا ہے کہ آپ حضرات دین کا یہ اہم فریضہ ادا کریں اور مسئلہ امامت کی باریکیوں اور شرعی شرائط عوام الناس پر ظاہر کریں عام بھولے بھالے مسلمانوں کو اس اہم مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ کریں تاکہ وہ مسجد کے امام کے انتخاب میں غلطی نہ کر بیٹھیں آئے دن یہ خبریں آرہی ہیں کہ فلاں مسجد کے امام نے یہ کیا فلاں مسجد کے امام نے وہ کیا، یہ کیا یا وہ کیا کا معنیٰ آپ خود سمجھ لیں ہم تفصیل میں جانا نہیں چاہتے مسئلہ امامت دین کا ایک اہم مسئلہ ہے اور امت مسلمہ کو اس مسئلہ کے متعلق جاننے کا مکمل حق حاصل ہے۔لہٰذا اے متقی پرہیزگار مفتیو! اب وقت آچکا ہے اپنے اپنے قلم اُٹھاؤ اور دین کے تقاضے کے مطابق فتویٰ صادر کرو یہ کوئی ایسا جن نہیں ہے جو بوتل سے باہر آجائے تو نظام عالم درہم برہم ہوجائے یاد رکھو ہم تماموں کو ایک دن اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہوگا اگر ہم نے جان بوجھ کر حق کو چھپایا تو ہم ضرور مجرم قرار دیئے جائیں گے۔لہٰذا یہی وقت ہے کہ اس مسئلہ کی صداقت کو بلا خوف وخطر ظاہر کردیں نہیں تو ہم عالم اسلام کے عام مسلمانوں سے التماس کرتے ہیں کہ اس مسئلہ کی صداقت کو جاننے کے لئے اپنے اپنے شہروں کے دارالعلوم کے حق پسند مفتیوں سے ملیں اور فتویٰ

حاصل کر کے مسجد کے امام کا انتخاب کریں صرف سند کی بنیاد پر امام کا تقرر ہرگز نہ کریں۔ مجھے مزید اس مسئلہ میں بحث نہیں کرنی ہے لہٰذا امت مسلمہ کو چاہیے کہ مسئلہ امامت کے متعلق خوب واضح علم رکھیں اور اماموں کا تقرر کریں، ورنہ اس امت کا حال علامہ اقبال کے اس شعر کے مطابق ہورہا ہے۔

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
کیسے اس بات کو سمجھیں گے دو رکعت کے امام

ورنہ وہ دن دور نہیں (زرا تبدیلی کے ساتھ) بقول اقبال

نہیں سمجھوگے تو مٹ جاؤگے ہندی مسلمانو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اے میرے بھولے بھالئے بھائیو مسئلہ امامت انتہائی اہم اور نازک ترین مسئلہ ہے لہٰذا ہر متقی مسلمان کو اس مسئلہ کا جاننا ضرری ہے اگر آپ اس مسئلہ کی اہمیت سے ناواقف ہیں تو کسی بھی دارالافتاء کے منصف مزاج متقی مفتی سے یہ پوچھ لیں کہ کیا آزاد مسلمان کی نماز غلام مسلمان کے پیچھے ہوسکتی ہے؟ کیا مقرر تنخواہ شدہ امام کے پیچھے تنخواہ دینے والے یا تنخواہ دینے والی جماعت کے افراد کی نماز ہوتی ہے؟ کیا گورنمنٹ کے ملازم یا جماعت کے ملازم کے پیچھے نماز ادا ہوتی ہے؟ بس آپ کے سامنے از روئے شرع تمام تفصیل آجائے گی بس آپ اس مسئلہ کی نزاکت سے واقفیت حاصل کر کے بڑے شوق سے نماز ادا کیجئے۔

حاصل بحث

آج کل کے جلتے سلگتے حالات، ماحول، اختلافات آپسی رنجش متفرق عقائد کا پرچار حسب ونسب کا غرور اور گھمنڈ آخر ملت اسلامیہ کو کس طرف لے جائے گا؟ کیا ملت اسلامیہ کی وحدت برقرار رہے گی؟ اور اگر اس کا شیرازہ بکھر رہا ہے تو ان حالات میں کیا ہم بری الذمہ ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا اے دوستو! حسب و نسب کا غرور وتکبر ترک کر کے نبی کریم ﷺ کی سیرت کے مطابق عمل کرو، یہ سیّد ہے، وہ سیّد نہیں۔ ہم افضل ہیں وہ ادنیٰ ہیں، سندیں دینا بند کرو۔ کیا ابوجہل اور ابولہب نبی کریم ﷺ کے خاندان سے نہیں تھے؟ گمراہ اور بے دین ہو کر کیوں مر گئے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات اور دعوت کو قبول نہیں کیا، کیا حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے باپ کی دعوت پر عمل کیا؟ کیا حضرت نوح علیہ السلام سیّد نہیں تھے؟ بے شک ہر پیغمبر اپنی قوم کے سیّد رہے ہیں مگر اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کے صلب کی نفی کر کے ان کے بیٹے کو باپ کے دین سے خارج کر دیا۔ اگر سیّد کا بیٹا سیّد ہے تو سیّدہ کا بیٹا سیّد کیوں نہیں ہو سکتا یہ مسئلہ آپ کو امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لینا چاہیے کیونکہ وہ بے باک اور حق پسند حق پرست عالم رہے ہیں، آج گول مول علماء بھی ہیں اور متقی علماء بھی ہیں تو مسئلہ سیادت کے متعلق متقی علماء سے پوچھ لیجئے۔

رہی بات مساجد کی، ہر گروہ اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر اپنے اپنے نظریات اور عقائد کی تبلیغ کر رہا ہے، لوگ کبھی ادھر کبھی اُدھر ہو رہے ہیں، جماعتیں بن رہی ہیں اور بگڑ رہی ہیں انتشار پیدا ہو رہا ہے اور ملت اِسلامیہ منتشر

ہو رہی ہے اگر آپ حضرات مساجد کی تعمیر میں تقویٰ سے کام لیں، امام کے تقرر میں شرعی اصول اور احکام کے مطابق عمل کریں اور ہمارے مدارس میں ضروریات دین کے علم کے ساتھ جدید اور عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ ظاہری ہی نہیں نفس کو بھی مسلمان بنانے والی تعلیم، اخلاق و کردار کو آراستہ کرنے والی تعلیم دیں تو چند ہی سالوں میں اس امت کی کایا پلٹ جائے گی۔

لمحۂ فکر

آج کے جلتے سلگتے خوف و دہشت کے ماحول سے ایک عام انسان کس طرح محفوظ رہے، مذہبی گروبندی، نفرت اور افراتفری کے جنون سے ایک عام انسان یا ایک عام مسلمان کس طرح نجات پائے آخر اس کا حل کیا ہے؟ آئیے حضرات ہم ان سوالات کے جوابات قرآن ہی سے پوچھتے ہیں! لہٰذا ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اَطِیۡعُ اللّٰہ واطیع الرسول واولی الامرِ منکم'' یعنی اللہ کی اطاعت کرو اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو صاحب امر ہیں یعنی اللہ کی اطاعت اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت پر موقوف ہے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت صاحب امر حضرات یعنی اولیاء اللہ کی اطاعت پر موقوف ہے کیونکہ حقیقت میں یہی وہ صاحب امر حضرات ہیں جو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور گناہوں سے انسان کو روکتے ہیں، معلوم ہو گیا کہ اللہ اُس کے رسول ﷺ اور اولیاء اللہ کی اطاعت کرنے والے کو حقیقت میں مسلمان کہتے ہیں، یہ آیت حقیقی اسلام کی جان ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اس کے بعد صحابہ اکرام پھر اس کے بعد تابعین یعنی کامل ترین اولیاء اللہ

کا زمانہ ہے۔ نیز فرمایا میری اور میرے صحابہ اکرام کی اطاعت کرو کبھی نفاق یا گمراہی میں مبتلا نہیں ہوگے، اجماع امت کا اتفاق بھی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اس جماعت کو سنت والجماعت کہتے ہیں جنگ سفین بھی اس کی گواہ ہے جس کے بعد براہ راست نبی کریم ﷺ اور "اولیٰ لامر منکم" کی جماعت کو سنّی یعنی اہل سنت والجماعت کے نام سے موسوم کیا گیا، خلفائے راشدین کی جماعت والے حضرات دیگر صحابہ تابعین تبع تابعین اکابرین، صوفیان اکرام کا حقیقی دین ہی دین اسلام ہے۔ اگر ہم فرقہ بندی، گروہ بندی، نفاق، بدعملی، بدکرداری، بدنیتی اور اکابرین کی توہین کرنا چھوڑ کر صوفیان اکرام کا راستہ اختیار کرتے ہیں یا اگر ہم صوفیان اکرام کے حقیقی راستہ یعنی صراط مستقیم پر چلنے کا پختہ عزم کر لیتے ہیں تو یقیناً تمام ان سلجھے مسائل سلجھ جائیں گے اور دنیا میں پھر سے صوفیان کرام کے علم و عمل اخلاق و کردار انسانیت نوازی اور خدمت خلق کے جذبات بیدار ہو جائیں گے اور انسان کو انسانیت نصیب ہو جائے گی۔

لہٰذا اب وقت آچکا ہے بلا اختلاف اگر ہم انسانیت نواز اور انسانیت کے خادم بن جاتے ہیں تو یقیناً ہم سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ راضی ہو جائیں گے، اب ہمارے سامنے صرف ایک ہی سلامتی کا راستہ رہ گیا ہے وہ ہے صوفیان اکرام کا اسلام، انسانیت نواز انسانیت دوست اسلام، اب اگر ہم اس ایک مثبت اور رحمت بھرے راستے کے خلاف اپنی ہٹ دھرمی یا ضد سے اپنے اپنے من پسند فرقوں کی تشہیر و تبلیغ میں مصروف رہ جاتے ہیں تو بچی کچی امت کا شیرازہ بھی یقیناً بکھر جائے گا۔ لہٰذا امن پسند انسانیت دوست منصف مزاج بھائیو! ہم انسان ہیں

اس زمین پر بسنے والا ہر انسان انسان ہے اور تماموں کو اپنی اپنی زندگی امن سے جینے کا حق ہے۔ لہٰذا خدمت خلق کو اپنا مقصد اولین سمجھ کر صوفیان کرام کے حقیقی راستے کی طرف لوٹ آؤ کیونکہ یہی حقیقت میں صراط مستقیم ہے! شرک و بدعت کی آڑ میں صوفیان اکرام اور ان کے پیروکاروں کی تذلیل کرنا چھوڑ دو مشرک و بدعتی کے فتوے دینے سے توبہ کرو ۱۸۵۷ء سے پہلے تک کے تمام مسلمان بڑے فخر سے صوفیان اکرام کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، دنیا شانت تھی صوفیان اکرام کے ساتھ صوفیان اکرام کے پیروکاروں کی بھی عزّت تھی، اس کے بعد اچانک شرک و بدعت کے نظریہ نے جنم لیا، زرا سوچو یہ نظریہ کب کہاں اور کیوں جنم لیا، کیوں صحابہ اکرام، صوفیان اکرام کے مقابر کے ساتھ دشمنی کی گئی؟ کیوں جنت البقیع پر بلڈوزر چلائے گئے؟ اگر صوفیان اکرام کے پیروکار تمھیں مشرک و بدعتی نظر آتے ہیں تو کیا ۱۸۵۷ء سے پہلے گذرنے والے ساڑھے بارہ سو سالوں تک خود کو مسلمان کہہ کر جینے اور مرنے والے تمام حضرات مشرک اور بدعتی ہو کر مرے ہیں؟ کیا ۱۸۵۷ء کے بعد کے وہ مسلمان ہی رہ گئے جو صوفیان اکرام کے مزارات کی زیارت کو بھی شرک و بدعت سمجھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر عمل کا دارومدار اس کی نیت پر ہوتا ہے، کیا صوفیان اکرام اور ان کے پیروکاروں کا دین ان کی نیت کے خلاف تھا کیا ان کی نیتیں شرک و بدعت سے لبریز رہی ہیں؟ ہرگز نہیں، کیا اللہ نے ایسے لوگوں کے خلاف یہ نہیں فرمایا جو میرے ولی کی توہین یا دشمنی کیا گویا اس نے میرے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا، کیا یہ اولیاء اللہ کی دشمنی اللہ کے خلاف جنگ کا اعلان نہیں

ہے؟ اے بھولے بھالے مسلمانو! ذرا تاریخ کو پڑھو، تاریخی سچائی جاننے کی کوشش کرو، آؤ واپس صوفیانِ اکرام کے راستے کی طرف لوٹ کر آؤ! راہِ سلامتی کی طرف لوٹ کر آؤ، بس ہمارے سامنے یہی ایک راستہ رہ گیا ہے جس پر چل کر ہم اپنے وجود کو برقرار رکھ سکتے ہیں انسانیت کی بقا کے لئے کوشش کر سکتے ہیں یا خدمتِ خلق کر سکتے ہیں۔ ورنہ!

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہیں جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

(علامہ اقبال)

اے کسی بھی سلسلے کے پیرواور مرید و

آج کل کچھ لوگ پیری مریدی کے نام پر سنّت والجماعت کا شیرازہ بکھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ہمیں کسی کا خط آیا تھا اُس میں لکھا تھا، تمہاری کتابیں پڑھی بہت اچھی ہیں مگر ایسا لگتا ہے کہ آپ خلفاء ثلاثہ کو مانتے ہیں، کم بخت کو یہ بھی نہیں معلوم کہ خلفاء راشدین چار رہے ہیں، صاف اشارہ تھا کہ وہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا بقیہ خلفائے راشدین کی نفی کر رہا تھا نعوذ باللہ من ذالک، ایسے لوگ بھی پیری مریدی میں گھس آئے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو برحق تسلیم ہی نہیں کرتے، ایسے پیروں سے یہ پوچھنا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو وصیت کی کہ میں تمہیں تقوے اور سمع وطاعت کی وصیت فرماتا ہوں اگر تمہارا امیر کسی غلام کو بنایا جائے تو بھی تم اس کے سامنے سر جھکاؤ میرے وصال کے بعد جو

زندہ رہے گا وہ بہت بڑے اختلافات دیکھے گا۔ اے میرے اُمتیو! میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے خلفائے راشدین کے طریقے کو ہرگز نہ چھوڑنا۔

(حوالہ تفسیر روح البیان)

نیز ارشاد فرماتے ہیں کہ: ’’میں علم کا شہر ہوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس شہر کی بنیاد ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُس کی دیوار ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی چھت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔‘‘ نیز ارشاد فرماتے ہیں: **علیکم بسنّتی وسنة الخلفاء لراشدین من بعدی** یعنی ’’(اے مسلمانو) میری سنت کی اتباع کرنا تم پر واجب ہے اور میرے بعد خلفاء راشدین کی اتباع کرنا بھی واجب ہے۔‘‘ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کے تعلق سے بھی یہ اعلان فرما دیا کہ ’’میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے راہِ ہدایت پر رہو گے‘‘۔ لہٰذا حضرت علی کی محبت کی آڑ میں کسی بھی صحابی کی توہین کرنے والے لوگوں کو بے دین سمجھنا چاہیے اور اگر یہ لوگ پیری مریدی کر رہے ہیں تو ان لوگوں کے ہاتھ پر بیعت کرنا حرام ہے جن کا عقیدہ ہمارے اکابرین صوفیان کرم کے خلاف ہو۔ اے تصوف کے شوقین مسلمانو۔ اے پیروں کی پیروی کرنے والو! کسی کے بھی ہاتھ پر بیعت کرنے سے پہلے یہ دیکھو کہ اس کا عقیدہ سنّت والجماعت کے مطابق ہے یا نہیں اگر وہ سنّت والجماعت سے تعلق نہیں رکھتا اور پیری مریدی کر رہا ہے تو اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا حرام ہے۔ پیری مریدی کی آڑ میں صحابہ اکرام کی توہین کرنے والا کیا مسلمان ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں تو صحابہ اکرام کی جماعت کے خلاف عقیدہ رکھنے والا پیر کس

طرح ہوسکتا ہے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''فرقۂ ناجیہ صرف سنّت والجماعت ہے'' پیری مریدی راہِ نجات ہے اور راہِ نجات تو سنّت والجماعت ہے اگر کوئی پیر ہی راہِ نجات کے خلاف ہے تو ایسے گمراہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا کیا خود کے ایمان کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں ہے؟ ایسے گمراہ پیروں کے تعلق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **طلعت لیل المعراج علی النّارفرأیت اکثر اھلھاالفقر أ** '' یعنی میں نے معراج کی رات میں دور سے جہنم میں جھانک کر دیکھا جس میں اکثر فقراء تھے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **من المالِ** یعنی کیا فقراء سے مالی فقراء مراد ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لامن العلم** یعنی نہیں بلکہ وہ علم یعنی معرفت الٰہی سے جاہل ہیں۔

لہٰذا اۓ اللہ کے بھولے بھالے بندو! کسی بھی پیر سے بیعت کرنے سے پہلے یہ دیکھو کہ وہ سنّت والجماعت سے ہے یا نہیں؟ وہ تمام صحابہ کرام کا غلام ہے یا نہیں؟ وہ شریعت مطہرہ کا پابند ہے یا نہیں اگر اس کا علم اور عمل شریعت مطہرہ کے خلاف ہے تو چاہے ہزار بار بیعت کرلو، یہ بیعت نہیں ہوسکتی، راہِ شریعت صراط مستقیم ہے جس پر چلے بغیر کوئی بھی مسلمان مسلمان نہیں ہوسکتا تو پیر یا مرید کس طرح ہوسکتا ہے۔ اۓ اللہ کے بھولے بھالے بندو! جاہل بدعقیدہ گمراہ اور گمراہ گران پیروں سے سخت پرہیز کرو جو صحابہ اکرام کی توہین کرتے ہیں۔ اسلام کے نام پر اور شرک وبدعت کے نام پر تو کئی گمراہ علماء نے سنّت والجماعت کے خلاف اپنے من پسند فرقے بنالئے۔ اب پیری مریدی میں بھی کچھ ایسے لوگ گھس آئے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پنجتن پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت کی آڑ میں

صوفیان کرام کی سنّت والجماعت کا شیرازہ بکھیرنے میں لگے ہیں، ایسے لوگوں سے خبردار ہو، اگر اپنے قرب وجوار میں ایسا کوئی پیر رہتا ہو جو سنّت والجماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو یا صحابہ اکرام کی توہین کررہا ہو تو اپنی اپنی گلی یا جماعت کے صوفی سنّی علماء اکرام سے ان کے متعلق فتویٰ پوچھ لیں، ورنہ ایسے گمراہ پیروں کی بیعت کرنے کی بجائے شریعت مطہرہ پر مکمل عمل کریں اور متبع شریعت بن کر جئیں اور مریں تمہارا اسلام اور ایمان سلامت رہ جائے گا انشاء اللہ، اللہ کے حضور بخش دیئے جاؤ گے۔

اے اللہ کے بندو صحابہ اکرام کے متعلق خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان سن لو، کسی نے آپ سے پوچھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر سائل نے پوچھا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد کون افضل ہے، آپ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر سائل نے پوچھا آپ اپنے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا میں بس ایک مسلمان ہوں، نیز ارشاد فرمایا کہ میرے مرتبہ کو بلند کرنے کے لئے میرے بعد ایک جماعت رفض کرے گی۔ لہٰذا اے بھائیو جس طرح دین اسلام کے نام پر اپنے من پسند بہتر فرقے یا ٹکڑے بنالئے گئے اسی طرح پیری مریدی کے نام پر سنّت والجماعت کو باطنی طور پر توڑنے کے لئے طریقت کے نام پر سازشیں ہورہی ہیں۔ لہٰذا خبردار رہیں اور ہرگز ایسے گمراہ اور گمراہ گر پیروں کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں ورنہ اللہ کے دوستوں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی بے حرمتی کرکے اللہ کے ساتھ اعلان جنگ کرنا ہے تو کرو اور انجام کا انتظار کرو۔

غیرمتشرع پیری مریدی

آج کے پرآشوب دور میں اسلام کے نام پرعجیب عجیب تماشے دیکھنے کو مل رہے ہیں علمائے سوءنوجوان نسلوں کوگمراہی کی طرف ڈھکیل رہے ہیں۔ نئے نئے افکار جنم لے رہے ہیں فتویٰ بازی عام ہورہی ہے، امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرا جارہا ہے اور امت کے بہترین لوگ غفلت کی نیند سورہے ہیں اۓ امت کے بہترین متشرع لوگو جاگو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دنیا بدترین ہوتی جارہی ہے برے لوگوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اچھے لوگوں کی خاموشی کی وجہ سے۔ جاہل پیروں نے پیری مریدی کے نام پرعوام میں جادو ٹونے تعویذ پلیتے کی دُکانیں چلارہے ہیں۔ کچھ شریعت کے علوم واخلاق سے جاہل پیراپنے چاہنے والے چند شرپسند عناصر کے سہارے پیری مریدی کررہے ہیں اور نام نمود اور شہرت کے متوالے بنکر بڑی بڑی مجلسیں اور اونچی اونچی مسندیں پسند کرتے ہیں اگر یہ پیر کامل مومن ہیں تو نبی کریم ﷺ کے اس حدیث پاک کے مصداق ہونا چاہیے: **المومن کالجمل ان قید انقاد وان استنیخ علی صخرۃ استناخ** یعنی ”مومن اونٹ کی طرح ہے اگر اسے پکڑلیا جائے تو سرِتسلیم خم کرے اگر اسے پتھر پر بٹھایا جائے تو اس پر بیٹھ جائے“ پیری مریدی کیا ہے؟ راہِ عجز ہے۔لہٰذا اللہ ربّ العزت فرماتا ہے کہ جب لوگ انہیں (اولیاء اللہ کو) تکلیف دیتے ہیں تو وہ ان کو بھی سلام کرکے گذرجاتے ہیں۔ نیز ارشادفرماتا ہے: **یداللّٰہ فوق ایدیھم** یعنی ان کے ہاتھ پراللہ کاہاتھ ہے، پیری مریدی اللہ کی سنت ہے۔آج کل لوگ پیری مریدی کو بھی بدنام کرنے لگے ہیں۔شریعت مطہرہ

سے جاہل پیر مسئلہ خلافت وارادت سے بھی ناوقف ہوتے ہیں۔ایسے جہلاء یہ بھی نہیں جانتے کہ مرید چاہے تو پیر کی بیعت کورد کرسکتا ہے اس کے برعکس پیر چاہے ہزار بار بھی مرید کی بیعت کورد کرے وہ ردنہیں ہوسکتی یعنی اگر مرید پیر سے کہتا ہے کہ آج سے تو میرا پیر نہیں ہے تو فوراً بیعت رد ہوجاتی ہے مگر اس کے برعکس پیر چاہے ہزار بار بھی کہہ لے کہ آج سے تو میرا مرید نہیں ہے تو تب بھی بیعت ردنہیں ہوسکتی۔پیر کے لئے سب سے پہلے علم شریعت سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق ہونا چاہئے تاکہ وہ اس پرعمل کرسکے۔لہٰذا عمل کے تعلق سے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: **من عمل بماعلم ورثہ اللّٰہ علم مالم یعلم** یعنی جو اپنے پڑھے ہوئے پرعمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ علم (لدنی) عطا کرتا ہے جسے وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔لہٰذا جب بندہ علم معرفت کے حصول کے بعد اللہ کا محبوب بن جاتا ہے تو یہ اللہ کے محبوبین کے زمرے میں شمار ہوجاتا ہے ایسے ہی کاملین کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: **انھم لقوم لایشقی جلیسھم** یعنی وہ حضرات قدسیہ وہ ہوتے ہیں کہ جن کا صحبت یافتہ بدبخت نہیں ہوسکتا۔معلوم ہوا کہ اگر کوئی پیر کامل حضرات قدسیہ کے زُمرے سے ہے تو نہ ان کے مرید بدبخت ہوسکتے ہیں اور نہ انہیں اپنی بیعت سے خارج کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔اس لئے اۓ مسلمانو! کسی بھی پیر سے بیعت کرنے سے پہلے یہ دیکھو کہ وہ اللہ کا دوست ہے یا دنیا کا دوست ہے یا تم جس پیر سے محبت کررہے ہو وہ اللہ پرست ہے یا دنیا پرست ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **المرء مع من احب** یعنی ”قیامت میں ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا“ زرا سوچو کہ تمہارا پیر

اگر دنیا کا محبوب ہے تو کل قیامت میں تمہارا انجام کیا ہوگا کیونکہ پیری مریدی اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ اور صوفیان کرام کی سنت ہے اس لئے کسی بھی پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے پہلے اس کی عمر اور اس کے اعمال کو ضرور دیکھو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **اذابلغ العبدار بعين سنة ولم يغلب خيره شره قبل الشّيطان بين عينه وقال فديت وجهالايفلح ابدا۔** یعنی'' جو چالیس سال کی زندگی ختم کرلے لیکن اس کی بُرائیوں پر اس کی نیکیوں کا غلبہ نہ ہو تو شیطان اس کا منہ چومتا ہے اور کہتا ہے قربان جاؤں یہ وہ چہرہ ہے جو دائمی طور پر فلاح سے محروم رہا۔'' نعوذ باللہ بداعمال بدکردار اور دنیا کے طلب گار پیروں کی صحبت سے اللہ اس امت کو محفوظ رکھے۔ لہٰذا علم وعرفان سے محروم دین فروش گمراہ، گمراہ گر اور صحابہ کرام کی توہین کرنے والے اور اکابر صوفیان کرام کے راستہ سے بھٹکے ہوئے پیروں کے ہاتھ پر بیعت کرنا حرام ہے کیونکہ ایسے لوگ دنیا اور مال دنیا کے حریص ہوتے ہیں کسی بھی راستے سے یہ دنیا ہی کمانے کی کوشش کرتے ہیں: **ان الدنیاحلوة خضرة تعجب النّاظر** (حدیث شریف) '' بیشک دنیا میٹھی اور خوش منظر والی ہے، دیکھنے والے کو اچھی بھی لگتی ہے۔'' نیز نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: **الدنیاملعون بما فيه** یعنی'' دنیا اور (ناجائز طریقہ سے کمائی ہوئی) دنیا کی ہر چیز ملعون ہے'' آج کل ایسے مناظر مشاہدے میں آرہے ہیں کہ دنیا پرست پیر رئیسوں کی توقیر کرتے ہیں اور غریب مرید اگر ان کے مفاد کے خلاف جا رہا ہو تو اسے اپنی بیعت سے ہی خارج کردیتے ہیں جب کہ تاریخی شواہدات کچھ اور ہی کہتے ہیں کہ کسی پیر نے اپنے مریدوں کو اپنی بیعت سے خارج نہیں کیا بلکہ

مریدوں نے ہی اپنے پیروں کو منسوخ کردیا مثلاً حضرت عثمان ہیرونی کے کئی مریدین تھے سوائے خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مریدوں نے بیعت توڑ لی نہ کہ خواجہ عثمان ہیرونی نے اپنے مریدوں کو نکالا، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پر جب فتوے لگائے گئے تو آپ کے کئی مریدوں نے خود بیعت توڑ لی آپ نے انہیں خود سے جدا نہیں کیا، ایسی ہزاروں مثالیں ملتی ہیں۔ لہٰذا دین فروش پیر کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ کرو پیر میں جذبہ تحمل جذبہ عفو ودرگذر عجز وبے نیازی ہونا چاہئے۔ حسب ونسب کے مغرور متکبر علم شریعت سے جاہل پیروں کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے بدر جہا یہ بہتر ہے کہ کسی بھی متقی متشرع صحیح العقیدہ صوفی سنی عالم کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ لہٰذا مسئلہ پیری مریدی آداب واخلاق پیری مریدی سے ناآشنا جاہل پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ ایسے پیر جب کسی مرید کی بغاوت پر اتر آتے ہیں تو پیری مریدی کو بدنام کرنے کے لئے اس کے خلاف اشتہار بازی کا پروپیگنڈہ تک چلاتے ہیں بس یہی ان کی جہالت کی دلیل ہے، ان کے ہاتھ پر بیعت کسی بھی طرح درست نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ایسے پیروں کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں: **طلعت ليل المعراج علی النارفرأيت اكثراهلها الفقراء۔** یعنی'' میں نے معراج کی رات میں دور سے جہنم میں جھانک کر دیکھا جن میں اکثر فقراء تھے صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ **من المال** یعنی کیا فقیر سے مراد مالی فقیر مراد ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا **لامن العلم** یعنی نہیں بلکہ جو علم معرفت الٰہی سے جاہل ہیں۔''

(حوالہ تفسیر روح البیان)

دورِ حاضر میں پیری مریدی اور تعویذ بازی دنیا کمانے کا ایک ذریعہ بنتی نظر آرہی ہے۔ لہٰذا ہر پیر کے پاس ایک ذریعہ معاش ہونا چاہئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان اللہ تعالیٰ یحب العبد المؤمن المحترف یعنی ''اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ محبوب ہے جو کوئی نہ کوئی ذریعہ معاش رکھتا ہو۔'' لہٰذا حدیث قدسی ہے: ''جب اللہ نے دنیا کو پیدا فرمایا تو اس سے مخاطب ہوکر فرمایا اے دنیا اُس کی خوب خدمت کرنا جو میری اطاعت وفرمانبرداری کرے اور جو تیری خدمت کرے اُسے خوب لتاڑنا۔'' پیری مریدی میں مصروف حضرات خود کو متوکل کہا کرتے ہیں مگر اکثر حضرات میں توکل کا نام ونشان بھی نہیں ملتا حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر فاورق رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ کا گذر ایک قوم پر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کرتے ہو یعنی تمہارا ذریعۂ معاش کیا ہے انہوں نے جواب دیا ''المتوکلون'' یعنی ہم متوکل ہیں یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قال انتم المتأکلون انما المتوکل رجل القی حبه فی بطن الارض وتوکل علی ربه عزوجل فرمایا تم متأکل ہو یعنی زبردستی کھا جانے والے اور دوسروں پر بوجھ بنے ہوئے ہو متوکل تو وہ ہے جو اپنے پاس کا موجود تخم زمین میں ڈال دے اور اپنے پروردگار عزوجل کی داد ودہش پر بھروسہ کیا ہوا ہو۔ لہٰذا اے اللہ کے بندو پیری مریدی کوئی پیشہ نہیں ہے صراط مستقیم ہے اور پیر کامل اس صراط مستقیم کا رہبر ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر دین اسلام امن وامان کا علم بردار ہے ساری دنیا کو انسانیت محبت اور آپسی بھائی چارہ کا پیغام دیتا ہے اور ہمارے خیال میں دنیا کا کوئی بھی مذہب امن وامان، شانتی اور محبت واخوت کے خلاف کبھی بھی

اجازت نہیں دیتا۔

لہٰذا اسی نقطہ نظر سے علامہ اقبال نے کیا ہی خوب فرمایا ہے

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

(علامہ اقبال)

تمت بالخیر

زیورطباعت سے آراستہ شدہ تصانیف

- ☆ من عرف نفسہ ''معرفتِ ذات انسانی'' (تشریح وتخلیص حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ تفہیمات کلمہ کی کل (تشریح وتخلیص حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ حقیقت پیری مریدی (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ العلم نورٌ (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ (صحیفۂ اسرار) صحیفة السرائر فی حقیقة النوادر (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ سبیل النجات من الغمات الی الهدایات (بہت سہل ہے ڈگر پنگھٹ کی) (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ جلوۂ نوری (حضرت محی الدین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ)
- ☆ روحِ سماع (شعری مجموعہ) (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ کنزِ اخفی (كُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًا) (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ سرکن فکاں (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)
- ☆ صحیفۂ نور (سرکار قطب الاقطاب سید نور محمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ)
- ☆ ندائے وقت (حضرت پیر طریقت عارف القادری صاحب)

☆☆☆